

ویلنٹائن ڈے

بازجہ نقاش اور اسلام کی نظریات

تالیف

عبدالوارث ساجد

www.besturdubooks.wordpress.com



besturdubooks.wordpress.com

www.besturdubooks.wordpress.com



جملہ حقوق محفوظ ہیں ●

نام کتاب	* ویلنٹائن ڈے
تالیف	* عبدالوارث ساجد
نظر ثانی	* احمد درویش
اشاعت دوم	* فروری 2011ء
سرورق ڈیزائن	* راشد امین 0321-4503606
صفحہ مت	* 208 صفحات
قیمت	* 170 روپے

پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز
0321-4275767, 0300-4516709
subheraoshan@yahoo.com



وینٹائن ڈے

قالبی
عبدالرزاق صاحب
نگار خان
احمد درویش

www.besturdubooks.wordpress.com

پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز

0321-4275767, 0300-4516709

subharaashan@yahoo.com





فہرست

- 15 عرض مؤلف:
- 15 * اب جس کے جی میں آئے وہ پائے روشنی!
- 21 مقدمہ:
- 21 * مغرب کی تھوک
- 27 تقریظ:
- 27 * ویلنٹائن ڈے منانا ضروری ہے؟

پہلا باب:

”ویلنٹائن ڈے“ تاریخ کے آئینے میں

- 35 * مسرت بھی عبادت بھی:
- 36 * اصلی اور نقلی خوشی:
- 36 * عریانی کا خود کا شتہ پودا:
- 37 * بے شرمی کی تاریخ:
- 38 * عیسائیت کا اثر:
- 40 * محبت کا دیوتا حسن کی دیوی
- 40 * جشنِ زرخیزی:
- 41 * خفیہ شادیاں:
- 41 * محبت کا شہید:
- 42 * ایک اور ویلنٹائن:

- 43 توہمات: ❀
- 44 ویلنٹائن ڈے پر مبارک بادی کا رڈ کا رواج: ❀
- 44 ویلنٹائن کی تعداد: ❀
- 45 بکری اور کتے کی قربانی: ❀
- 46 جنسی اختلاط کا دن: ❀
- 47 بھیڑ کی کھال میں لڑکیاں: ❀
- 48 زانی پادری: ❀
- 48 دولت کمانے کا ذریعہ: ❀
- 49 پاکستان میں ویلنٹائن ڈے: ❀
- 50 جنسی بے راہ روی کا فروغ: ❀

دوسرا باب:

ویلنٹائن ڈے کا فروغ اور میڈیا کا کردار

- 53 آوارگی کے افکار: ❀
- 56 سوچنے کی بات! ❀
- 56 حیا کی کمی! ❀
- 57 عاشقوں کے نامے! ❀
- 63 محبت کر لو جی بھرو! ❀
- 63 پی ٹی وی کی ”خدمات“: ❀
- 66 میں تو اپنی ہی نظروں سے گر گئی: ❀
- 68 کبھی سوچا؟ ❀

- 68 نالہ دل! ❀
- 69 غیرت کا جنازہ: ❀
- 73 ٹی وی کا کردار! ❀
- تیسرا باب: ❀

پاکستانی طلباء ویلنٹائن کی راہوں پر

- 76 یہ ڈرامہ دکھائے گا کیا سین! ❀
- 77 تعلیمی اداروں میں عشق کے مریض: ❀
- 78 ”وہ خون سے خط لکھتی ہے!“ ❀
- 79 ہیر اور لیلیٰ کی پرستار: ❀
- 79 ساتویں کلاس میں عشق! ❀
- 79 وہ کہتی ہے روز ملے آیا کرو! ❀
- 79 دس سال کا مجنوں! ❀
- 80 ”میں اپنی ٹیچر سے محبت کرتا ہوں“ ❀
- 81 میں کسے چنوں والدین یا عاشق کو.....؟ ❀
- 81 کمال افسوس! ❀
- 82 محبت میں والدین رکاوٹ! ❀
- 82 نتیجہ جب نکلتا ہے تو عاشق فیل ہوتے ہیں! ❀
- 83 محبت کے زرا لے کھیل! ❀
- 84 معمارانِ قوم کو ہیرا پنچا اور کسی پنوں کون بناتا ہے: ❀
- 84 سبق شاہین بچوں کو دے رہے ہیں خاک بازی کا! ❀

- 86 مخلوط تعلیمی ادارے: ❀
- 87 میڈیا کا کردار: ❀
- 88 ٹی وی کی ”کرم فرمائیاں“: ❀
- 88 کس کرب سے یارب دوچار ہیں ہم! ❀
- 89 عشقیہ خطوط کا مقابلہ: ❀
- 90 پاکستانی بچے ویلنٹائن کے روپ میں: ❀
- چوتھا باب:

اس عاشقی میں عزت سادات بھی گئی

- 94 تم تو میری بہن ہو! ❀
- 94 ناکام عاشق ہسپتال میں: ❀
- 94 محبوبہ بہن بن گئی: ❀
- 95 محبوب پر کتا چھوڑ دیا گیا: ❀
- 95 منہ کالا، چھترول اور گدھے پر سواری: ❀
- 96 تھانے میں چھترول: ❀
- 96 خس کم جہاں پاک: ❀
- 97 سنگدل ”محبوب“ نے زندگی اجاڑ دی: ❀
- 98 محبوبہ کی ٹھکانی: ❀
- 99 عاشق جوتے اتار کر بھاگ گیا: ❀
- 99 دیہاتی لڑکی نے چھترول کر دی: ❀
- 99 پھول کے ساتھ کانٹے بھی: ❀

100 محبوب کی خودکشی: *

100 عاشق 97ء: *

101 ایک لڑکی دو عاشق: *

پانچواں باب:

محبت کیا ہے؟

103 محبت ہی وجود کا راز ہے: *

105 اللہ تعالیٰ کی محبت: *

106 محبت کے درجات: *

106 مراتبِ محبت: *

106 محبت کے انداز: *

107 دینی مفہوم: *

چھٹا باب:

محبت کے دیوتا کا تہوار

112 عصمت کی قربانی: *

112 گلاب کا رنگ سرخ کیوں؟ *

113 محبت کے دیوتا کی ماں: *

114 اشک بہاتی دیوی: *

115 دیوتا کی یاد میں عورتوں کے آنسو: *

116 انسان کی بھینٹ: *

117 جشن بہاراں: *

ساتواں باب:

ویلنٹائنی محبتوں کا انجام

- 120 خطرناک بیماری: ❀
- 122 امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ کی رائے: ❀
- 123 جنونی عاشق نے محبوب زندہ جلا کر خود کو آگ لگالی: ❀
- 124 عزت بھی گئی اور ناک بھی کٹ گئی: ❀
- 125 زندگی برباد، محبت میں اندھی ہو گئی تھی: ❀
- 126 کمسن طالبہ کا عشق: ❀
- 127 عشق کا بھوت نفرت میں بدل گیا: ❀
- 129 عشق کی خاطر بہن نے بھائی مار دیا: ❀
- 129 کیبل کے اثرات: ❀
- 131 اخلاقی زوال: ❀
- 132 محبوبہ ہو گئی تو تیری! ❀
- 132 بوس و کنار کا عالمی ریکارڈ: ❀
- 133 ”خصوصی پروگرام“: ❀
- 134 بت کدے میں برہمن کی پختہ زناری بھی دیکھ! ❀
- 135 محبت کی علامتیں آگ میں: ❀

آٹھواں باب:

محبت کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر

- 137 اللہ کا محبوب: ❀
- 140 اصلی مسلمان: ❀

- 141 سات خوش نصیب: *
- 143 مسلمان بھائیوں سے محبت کے دلائل اور ان کے حقوق: *
- 145 دو مرد یا دو عورتیں: *
- 145 قبل از نکاح ایک مرد اور عورت کی محبت ممکن ہے؟ *
- 146 فطری خواہش کا علاج: *
- 147 غیر محرم کے ساتھ تنہائی حرام ہے: *
- 148 ایمان کی کسوٹی: *
- 149 حقیقی محبت اور اس کا دن: *
- 150 آئیے ہم حقیقی محبت پائیں: *

نواں باب:

ویلنٹائن ڈے کی شرعی حیثیت

- 154 یا ان کے دلوں پر تالے پڑ گئے ہیں! *
- 157 گناہ سے روکنا ”قدا مت پرستی“ *
- 158 ”وہ تو کزن ہے“: *
- 160 باغی اور دیوث: *
- 161 محرم کے بغیر عورت کا سفر کرنا: *
- 163 فیشن کے نام پر اسلام دشمنی: *
- 165 دیوث بننا یعنی گھر میں فحاشی کو برداشت کرنا: *
- 165 (سعودی علماء) کا فتویٰ: *

سوالات باب:

محبت کا تہوار (ویلنٹائن ڈے) ہم کیوں منائیں؟

- 167 اللہ کے دشمنوں کی پیروی: ❀
- 169 ویلنٹائن ڈے (یوم محبت) کا قصہ: ❀
- 169 اس تہوار سے سینٹ ویلنٹائن کا تعلق: ❀
- 171 یہی صلیب کی پیروی ہے: ❀
- 172 اس تہوار میں عیسائیوں کے اہم ترین شعار و علامات: ❀
- 173 مسلمان اس تہوار کو کیوں نہیں منا سکتے؟ ❀
- 175 پہلی وجہ: ❀
- 176 دوسری وجہ: ❀
- 177 کفار سے مشابہت کی حرمت: ❀
- 177 کفار کی تقلید نہ کرنا: ❀
- 179 تیسری وجہ: ❀
- 179 مومن کا دوست کافر نہیں: ❀
- 180 چوتھی وجہ: ❀
- 180 کیا ویلنٹائن ڈے کے مخالف محبت دشمن ہیں: ❀
- 181 محبت سال بھر میں ایک دن کیوں؟ ❀
- 182 حقیقی محبت کونسی ہے؟ ❀
- 183 تو محبت پیدا کیوں نہیں ہوتی؟ ❀
- 184 مسلمان کا یوم محبت کے بارے میں موقف: ❀
- 186 کفر میں تعاون کیوں؟ ❀
- 188 جائے مسلمانوں کی بیٹیوں پر افسوس: ❀

- 188 ویلنٹائن ڈے کے موقع پر مسلمانوں کے اعمال: ❀
- 189 ویلنٹائن ہو جاؤ: ❀
- 190 عالم اسلام میں ویلنٹائن ڈے کا فروغ: ❀
- 191 تہنیتی جملے کہنا ٹھیک نہیں: ❀
- 192 آخری بات: ❀

گیارہواں باب:

ویلنٹائن ڈے کے متعلق علمائے کرام کے فتاویٰ جات

- 195 فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ کا فتویٰ: ❀
- 196 الشیخ عبداللہ بن عبدالرحمن بن جبرین رحمہ اللہ کا فتویٰ: ❀
- 197 اللجنة الدائمة (مستقل فتویٰ کمیٹی) کا فتویٰ: ❀

بارہواں باب:

اسلام اور پاکستان کو بچائیے

- 199 اسلامی ثقافت مسخ کرنے کی کوشش: ❀
- 200 ویلنٹائن ڈے کے فروغ میں تیزی کیوں؟ ❀
- 201 سونیا گاندھی کا طمانچہ: ❀
- 203 جہاں سورج ڈوبے وہاں کیا دکھائی دے: ❀
- 205 یادداشت ❀
- 208 صبح روشن کی دیگر کتب ❀

اب جس کے جی میں آئے وہ پائے روشنی!

چند سال قبل کی بات ہے 14 فروری کا دن عام دنوں کی طرح آتا اور چپکے سے گزر جاتا۔ کوئی اس دن کی خصوصیت سے آشنا تھا نہ کوئی ویلنٹائن کو جانتا تھا اور نہ کپیوڈ کے کارناموں سے آگاہ تھا۔ اب کی طرح اس دن کوئی ہنگامہ ہوتا تھا نہ کوئی دل آویز واقعہ سننے کو ملتا۔

ایک عشرے میں نہ جانے کہاں سے دبا آئی کہ پاکستان میں بھی بڑے اہتمام سے ”ویلنٹائن ڈے“ منایا جانے لگا۔ مغربی تہذیب نے مشرق کا رخ کیا اور بے ہودگی و بے حیائی کا ایک سیلاب اٹھتا چلا آیا۔ اب 14 فروری کے آتے ہی ویلنٹائن ڈے کی تیاری ہونے لگتی ہے۔ میڈیا پہ خصوصی تشہیر اور پروگرام ہوتے ہیں۔ نسل نو مقصد حیات سے بے پرواہ ہو کر بے ہودگی کے وہ کھیل کھیلتی ہے کہ شیطان بھی شرمندہ ہوتا نظر آتا ہے۔ پہلے پہل یہ وبا خاص طبقے تک محدود تھی آہستہ آہستہ خاص و عام کی تمیز بھی ختم ہو گئی اور ہر طبقے کا فرد اس کی زد میں آ گیا اور تو اور ہمارے تعلیمی اداروں میں بھی اس بے حیائی کا باقاعدہ سبق دیا جانے لگا ہے۔

14 فروری کو آپ بھی نظارہ کر سکتے ہیں، ویلنٹائن ڈے جسے ہم اپنی تہذیب کے منافی کہتے نہیں تھکتے، کی سب سے زیادہ دھوم ہمارے ہی محلوں اور گھروں میں پائی جاتی ہے۔ کالج کی بات جانے دیں پرائمری کے طلباء و طالبات بھی اب پابندی سے ویلنٹائن ڈے منانے لگے ہیں حالانکہ یہ دن منانے والوں کی ایک بڑی تعداد اس کی اہمیت و معنویت سے ناواقف ہوتی ہے مگر فلموں اور ٹی وی اشتہارات کے ذریعہ انھیں اتنا ضرور

معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ اونچی سوسائٹی اور پوش کچھر کے چونچلے ہیں اور یہ کہ اس کے منانے والے ہمساندہ اور دقیانوسی کہلاتے ہیں، لہذا خوش خوشی عشق فرمانے کا کارنامہ انجام دینے لگتے ہیں اور کم عمری میں ہی ”بالغ“ ہو جانے کا کریڈٹ حاصل کر لیتے ہیں۔ کچھ لوگ اس دن کا انتظار بڑی شدت سے کرتے ہیں، بالکل اسی طرح جیسے گدھ کسی جانور کے مرنے کا۔ ایسے لوگوں پر نظر رکھنے والوں کی بات اگر درست مان لیں تو یہ لوگ انتخاب کے دنوں میں خصوصی مقررین کی طرح ایک ہی دن میں کئی کئی میٹنگیں منعقد کر ڈالتے ہیں اور ہر جگہ وہی رٹے رٹائے جملے دہراتے ہیں کہ ”ہم صرف تمہارے لیے ہیں۔“

پاکستان میں یہ تہوار تیزی سے پھیلنے لگا ہے بالخصوص طبقہ اشرافیہ کو تو ایسی عیاشی کا کوئی بہانہ چاہیے ہوتا ہے۔ یوں اندازہ لگائیے کہ

14 فروری 2004ء کے ویلنٹائن ڈے پر باقاعدہ کراچی کے ایک روزنامے میں ایک اشتہار شائع ہوا۔ لکھا تھا۔

”زندہ دل عاشقوں کے لیے ویلنٹائن ڈے کا خاص پروگرام ۱۴ فروری ۲۰۰۴ کی رات محفل رقص (ڈانس پارٹی) منعقد ہو رہی ہے خواہش منہ جوڑے اس محفل میں ۱۹۹۹ روپے کا ڈنر ٹکٹ خرید کر شرکت کر سکتے ہیں البتہ ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی کے ممبران کو خصوصی رعایت دی جائے گی۔“

اس سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ تہوار اور اس کو منانے والے جوڑوں کی خواہشات کیا ہیں۔ رقص و سرود میں محبت کا ”اظہار“ کیا گل کھلاتا ہے۔ صاحب عقل خوب جانتے ہیں۔

کچھ سال پہلے کی بات ہے لاہور میں این سی اے کے طلبہ و طالبات نے اخبارات میں بیانات جاری کرنے اور تصاویر شائع کرنے کے لیے باقاعدہ اہتمام کیا۔ طالبات نے بے ہودہ انداز کے ساتھ تصویر اتراؤں جو پاکستان کے تمام بڑے اخبارات نے خصوصی طور پر شائع کیں۔ طلبہ و طالبات نے بڑے فخر سے کہا کہ ہم کارڈ، پھول اور چاکلیٹ کی

بھرپور خریداری کے ساتھ ویلنٹائن ڈے بڑے اہتمام سے منائیں گے۔

لاہور میں طالبات کی ایک اہم درس گاہ کینٹر ڈکالچ میں بھی ویلنٹائن ڈے کی خصوصی تقریب ہوئی جس میں خصوصی جوڑوں کو ثنوت دی گئی اور کالج کی طالبات نے ایک دوسرے کو محبت بھرے تحائف اور پھول دیے اس موقع پر کالج میں ایک میوزیکل شو بھی ہوا جس میں مختلف گلوکاروں نے اپنے ”فن“ کا مظاہرہ کیا شرکاء نے ڈانس کر کے دل بہلایا اس شو میں شرکت کرنے والے بعض نوجوان کالج اور تقریب کا ماحول دیکھ کر بے اختیار یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ ہم نے ایسا بے ہودہ ماحول پاکستان میں پہلے کبھی نہیں دیکھا۔^①

ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہمارے تعلیمی ادارے اور ان میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ و طالبات مغربی تہذیب کی دلدل میں ایسے گھر چکے ہیں کہ ان سے سوچنے سمجھنے کا شعور بھی ختم ہوتا نظر آ رہا ہے۔ آکسفورڈ اور کیمبرج یونیورسٹی کے طلباء کی تقلید میں ہر وہ کام کرنے میں خوشی محسوس کرتے ہیں جس میں بے حیائی و بے شرمی کا عنصر ہوتا ہے لیکن چونکہ یورپ کی نقالی کرنا ہے تو بڑی ڈھٹائی سے اس کو منایا جاتا ہے نہ اس میں کوئی پشیمانی ہوتی ہے اور نہ ندامت۔ افسوس اس بات کا ہے کہ نسل نو اپنی تہذیب سے بیگانہ ہوتی جا رہی ہے اپنے سلف اور آباء و اجداد سے نا آشنائی کا عالم یہ ہے کہ ہماری اکثریت کو عشرہ مبشرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام تک یاد نہیں۔ اس کے برعکس دنیا بھر کے کرکٹرز کے نام ذہن نشین ہوتے ہیں۔ روزمرہ زندگی میں اپنی تہذیب کو اپنانے کی بجائے مغربی تہذیب اپنانے پر توجہ صرف کرتے ہیں حتیٰ کہ اسلامی تہواروں (عمیدین وغیرہ) کو بھی مغربی انداز سے گزارا جاتا ہے اور بہت سے لوگ اس کی وجہ جواز یہ پیش فرماتے ہیں کہ ہم اکیسویں صدی میں بحیثیت ایشین ٹائیگر (ایشیائی شیر) دنیا کے نقشے پر اپنا ظہور چاہتے ہیں، حالانکہ یہ اصول ہے کہ کسی قوم کا اپنی تہذیب اور تمدن کو ترک کر دینا اور اغیار کی تہذیب کو اپنانا ترقی نہیں بلکہ تترنی کی علامت ہے۔

اس طرف کوئی دھیان نہیں دیتا کہ یہ دن، منانا غلط ہے اور اس دن کی مناسبت سے ہونے والی تقاریب میں شمولیت گناہ کی بات ہے مسلمانوں کو ایسے اجتماعات، تفریبات اور ایام سے دور رہنا چاہیے۔ لیکن ایسا کوئی نہیں سوچتا بلکہ اُلٹا ایسا ماحول سرکاری اداروں میں پیش کیا جانے لگا ہے حالانکہ سرکاری سرپرستی میں منعقد کیے جانے والے ان ایام کا واحد مقصد شعائر اسلام کی توہین ہے وہ افراد، گروہ، ادارے اور تنظیمیں جو ان غیر شرعی، غیر اسلامی سرگرمیوں میں حصہ لے رہے ہیں انھیں چاہیے کہ ان سے کنارہ کشی اختیار کریں۔ کیونکہ شعائر اسلام کی توہین عذاب الہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان تقریبات کا مقصد محض ثقافت کا اظہار ہے تو وہ غلط فہمی کا شکار ہیں اسلام نے جن ایام کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے ان میں خصوصیت کے ساتھ عیدین، خلفاء، راشدین کے ایام قابل ذکر ہیں، بد قسمتی سے سیکولر اذہان کی حامل شخصیات نام نہاد ترقی پسندیت کے قائل افراد اور یہود و ہنود کے پیروں پر پلنے والی این جی اوز ان تقریبات کو میڈیا کے ذریعے زیادہ سے زیادہ فروغ دے رہی ہیں ان کے مقاصد یہی ہیں کہ مسلمان اپنی دینی تعلیمات سے دور ہو کر ایسے معاملات میں الجھ جائیں جو انھیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور احکامات نبوی ﷺ سے دور کر دیں۔

ویلنٹائن ڈے منانے کا مطلب مشرک رومی او عیسائیوں کی مشابہت اختیار کرنا ہے اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انھیں میں سے ہے۔“ (احمد، ترمذی)

بلاشبہ موجودہ دور میں ویلنٹائن ڈے منانے کا مقصد ایمان اور کفر کی تمیز کے بغیر تمام لوگوں کے درمیان محبت قائم کرنا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ کفار سے دلی محبت ممنوع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”آپ ﷺ نہیں دیکھیں گے ان لوگوں کو جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہیں خواہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان کے لوگ ہی ہوں۔“ (المجادلہ: ۲۲)

کون نہیں جانتا کہ ویلفائن ڈے پر نکاح کے بندھن - سے قطع نظر ایک آزاد اور رومانوی قسم کی محبت کا اظہار کیا جاتا ہے جس میں لڑکے لڑکیوں کا آزادانہ ملاپ، محائف اور کارڈز کا تبادلہ اور غیر اخلاقی حرکات کا نتیجہ زنا اور بد اخلاقی کی صورت میں نکلتا ہے جو اس بات کا اظہار ہے کہ ہمیں مرد اور عورت کے درمیان آزادانہ تعلق پر کوئی اعتراض نہیں، اہل مغرب کی طرح ہمیں اپنی بیٹیوں سے عفت مطلوب نہیں اور اپنے نوجوانوں سے پاک دامنی درکار نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”اور جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ اہل ایمان میں بے حیائی پھیلے ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔ (النور: ۱۹)“

نبی اکرم ﷺ نے جو معاشرہ قائم فرمایا اس کی بنیاد حیا پر رکھی جس میں زنا کرنا ہی نہیں اس کے اسباب پھیلانا بھی ایک جرم تھا۔ مگر اب لگتا ہے کہ آپ ﷺ کے امتی حیا کے اس ”بھاری بوجھ“ کو زیادہ دیر تک اٹھانے کے لیے تیار نہیں بلکہ اب وہ حیا کے بجائے وہی کریں گے جو ان کا دل چاہے گا۔ فرمان نبوی ﷺ ہے: ”جب تم میں حیا نہ رہے تو جو تمہارا جی چاہے کرو“ (بخاری)

آج ”ویلفائن ڈے“ یہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ سوائے تباہی بربادی کے کچھ نہیں۔ ہم نے انھیں نوجوانانِ ملت کو اس کتاب میں سیدھی راہ دکھانے کی کوشش کی ہے۔

کتاب کا آغاز پانچ سال پہلے کیا گیا تھا بعض صحافتی ذمہ داریوں کی وجہ سے اس کام میں تاخیر ہوتی رہی اب الحمد للہ، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور احباب کی دعاؤں سے یہ کتاب منظر عام پر آ رہی ہے ہم نے اس موضوع پر جو تفصیلات تاریخ، حقائق اور اسلام کی نظر میں تھیں عامۃ الناس کے سامنے پیش کر دیں ہیں، راہنمائی، ہدایت، اللہ کی عطا ہے وہ خوش نصیب انسان ہیں جو جان کر ہدایت یافتہ بن جاتے ہیں اور جو فحاشی و عریانی کو روشن خیالی کا نام دے کر تاویلات کے ذریعے گمراہی پہ چلنے پر بضد ہوں انھیں کوئی صراطِ مستقیم پہ نہیں لاسکتا اگر کوئی بندہ خدا اس شیطانی سازشوں کو سمجھ کر عریانی و فحاشی کی اس راہ سے

پلٹ آیا تو ہماری سعی و کوشش کامیاب ٹھہرے گی اللہ اسے قبول کر لے۔

کتاب گئی افادیت بڑھانے کے لیے ہم نے اس کے آخر میں عرب علماء کمیٹی کا ایک مقالہ بعنوان ”ویلنٹائن ڈے ہم کیوں منائیں“ شامل کر دیا ہے۔ علاوہ ازیں جناب عطاء اللہ صدیقی صاحب کا ممنون ہوں جنہوں نے پاکستان میں سب سے پہلے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور اپنی اس پر مغز تحریر کو بطور تقریظ کتاب میں شامل کرنے کی اجازت دی۔ اپنے دوست مربی جناب احمد درویش کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے نہ صرف کتاب کو بغور دیکھا نظر ثانی فرمائی بلکہ ہر قدم پر مفید مشوروں سے نوازا۔ محترم طاہ احمد الحمد (مدرس جامعہ الدعوة الاسلامیہ، مرکز طیبہ مرید کے) جناب راشد امین، حافظ محمد آصف سمیت ان احباب کا بھی احسان مند ہوں، جن کا ہر طرح کا ساتھ ثابت قدمی کا سبب بنا۔ محترم ضیاء الرحمن اور عبد القدوس بھائی کی کاوشیں بھی لائق تحسین جنہوں نے کتاب کے سرورق و تزئین میں دلچسپی و دلجمعی سے کام لیا۔

ہمارا مقصد اس کتاب کے ذریعے نسل نو کو اس سازش اور تباہی کی پلاننگ سے آگاہ کرنا تھا اللہ تعالیٰ ہماری محنت کو قبول و منظور فرمائے اور اس کتاب کو بھٹکے نوجوانوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنائے (آمین)

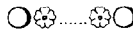
بقول شاعر:

اب جس کے جی میں آئے وہ پائے روشنی
ہم نے تو دل جلا کے سرعام رکھ دیا

عبدالوارث ساجد

جنوری 2009

دار المعجید، شیخوپورہ



مغرب کی تھوک

گزشتہ صدی کی آخری دہائی میں ذرائع ابلاغ کی تیز رفتار ترقی نے دنیا کو ایک گاؤں میں تبدیل کر دیا ہے۔ اس ترقی سے معلومات کے فوری تبادلے، حالات سے آگاہی اور باہمی رابطوں کے فوائد تو ضرور حاصل ہوئے لیکن بدیسی تہذیب اور درآمدی ثقافت نے ہماری معاشرتی اقدار اور اخلاقیات کا جنازہ نکال کر رکھ دیا۔

اسلامیان پاکستان کی مشرقی روایات اور معاشرتی اقدار پر جن درآمدی رسومات نے نقب لگائی ہے، ان میں ایک رسم ”ویلنٹائن ڈے“ کی ہے۔ جسے مغرب کے مادر پدر آزاد معاشرے سے درآمد کیا گیا ہے، وہ مغربی معاشرہ جہاں اخلاقیات کا وجود ڈھونڈے نہیں ملتا، خاندانی نظام تباہ ہو چکا ہے، مقدس رشتوں کی کوئی اہمیت نہیں رہی اور انسانیت منہ چھپائے جائے پناہ تلاش کر رہی ہے، بد قسمتی سے مغرب کی مصنوعی روشنی کی چکا چوند سے خیرہ چشم ہمارے عوام سے زیادہ خواص، اخلاق و کردار سے تہی داماں اقوام مغرب کی تھوک چاٹنا بھی اپنے لیے قابل فخر سمجھتے ہیں۔

مقام افسوس ہے کہ قومی اخبارات نے بجائے اسلامی تہذیب، اپنی قدیم مذہبی اقدار اور معاشرتی روایات کا تحفظ کرنے کے معاصر روزناموں کے ساتھ مسابقت کرتے ہوئے غیر معمولی جوش کے ساتھ ”ویلنٹائن ڈے“ پر فحاشی اور بے غیرتی پر مبنی مغربی انداز ثقافت کے فروغ میں شرم ناک کردار ادا کیا ہے۔ الیکٹرانک میڈیا اس دوڑ میں پرنٹ میڈیا سے بھی دو ہاتھ آگے ہے، اور تو اور مشرف کے جرنیلی دور میں قد کاٹھ نکالنے والے ایک روشن خیال ”عالم دین“ گزشتہ سال (2008ء) میں ”ویلنٹائن ڈے“ کو سید جواز عطا کر کے

کھلے بندوں اسے منانے کی اجازت بھی دے چکے ہیں:

روؤں دل کو یا پیڑوں جگر کو میں

”ویلنٹائن ڈے“ منانے والوں کے نزدیک یہ دن محبت کے اظہار کا دن ہے۔ اس کے لیے ضروری نہیں کہ جس سے محبت کا اظہار کرنا مقصود ہے اس سے راہ و رسم اور شناسی بھی ہو، نہ اس کے لیے عمر، مرتبہ اور سماجی مقام کی قید ضروری ہے، راہ چلتے مرد کسی عورت کو اور لڑکیاں کسی بھی لڑکے سے اظہار محبت کر سکتی ہیں، یعنی بے حیائی، بے شرمی، بے غیرتی اور سفلہ جذبات کے اظہار کی کھلی آزادی۔ ویلنٹائن ڈے کے بارے مختلف روایات میں ایک مستند روایت یہ ملتی ہے:

”تیسری صدی میں کلیسائے روم میں ”ویلنٹائن“ نامی ایک پادری تھا جو کلیسا ہی کی ایک خوب رو راہبہ پر فریفتہ ہو گیا، عیسائی تعلیمات کے مطابق پادریوں اور راہبات کے لیے تادمِ مرگ شادی حرام تھی، اس لیے ویلنٹائن کے لیے اپنی محبوبہ (راہبہ) سے جسمانی تعلق قائم کرنا ناممکن تھا لہذا اس عیار پادری نے اپنی جنس ہوس کی تکمیل کے لیے راہبہ کو ورغلا یا اور اسے کہا کہ ”مجھے خواب میں یہ بشارت“ دی گئی ہے کہ 14 فروری کو کوئی پادری یا راہبہ جسمانی تعلق قائم کر لیں تو ان پر زنا کی تہمت نہیں لگے گی اور نہ کوئی گناہ ہوگا، جوش محبت میں راہبہ بھی اندھی ہو گئی اور دونوں نے منہ کالا کر لیا۔ کلیسا کی روایات اور عیسائیت کا تقدس پامال ہوا، چناں چہ پوپ نے مذہبی ساکھ بچانے کے لیے دونوں کو زنا کے جرم میں قتل کروا دیا۔ کچھ ہی عرصے بعد بعض منچلوں نے ”ویلنٹائن“ کو شہید محبت کا خطاب دے کر 14 فروری کو اظہار محبت کے لیے ”ویلنٹائن ڈے“ کے نام سے اسے باقاعدہ منانا شروع کر دیا۔“

”انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا کے مطابق اس تہوار کا تعلق رومی دیوتا لوپر کالیا

(Loper Calia) سے ہے قدیم رومن مرد اس تہوار پر اپنی آستینوں پر اپنی محبوباؤں کے نام لگا کر نکلتے تھے بعض اوقات یہ جوڑے باہم تحائف کا تبادلہ بھی کرتے تھے۔ مختلف ادوار سے گزرتا ہوا یہ تہوار اب اس شکل میں سامنے آیا ہے کہ سان فرانسسکو میں ”ویلنٹائن ڈے“ پر ہم جنس پرست جوڑے سرعام برہنہ جلوس نکالتے ہیں اور جلوس کے شرکا اپنے جنسی اعضا پر محبوبوں کے نام کے سٹیکر چسپاں کر کے یا پینٹنگ کر کے ان کی سرعام نمائش کرتے ہیں۔

عالم کفری یہ سازش ہے کہ مسلم معاشرے سے دین کو دیں نکالا دے کر کافر اور مومن کی تمیز ختم کر دیا جائے اور ”من تو شدم تو من شدی“ کا معاملہ ہو جائے۔ مغرب کے مشترکہ اہداف میں اولین ہدف مسلم معاشرے میں جنسی بے راہ روی اور شہوت رانی کا فروغ ہے جس کے لیے انھیں مسلم معاشرے ہی میں عمل گریز طبقے کی ایسی کھپ میسر آ جاتی ہے جو سماجی سطح پر نمایاں مقام رکھتی ہے۔ طبقہ اشرافیہ (Elite Class) سے تعلق رکھنے والا یہ گروہ ذرائع ابلاغ اور ملٹی نیشنل کمپنیوں کے تعاون سے ”عوام کا لانعام“ کو اپنے نقش قدم پر چلنے پر مجبور کر دیتا ہے۔

حیرت اس امر کی ہے کہ اقوام مغرب نے اشتراکیت کے خاتمے کے بعد بالاتفاق اسلام اور مسلمانوں کو اپنا دشمن اولین قرار دے کر ہر سطح پر محاذ آرائی کا آغاز کر دیا ہے۔ اسلامی تعلیمات اور مسلمانوں کی اقدار، رسوم و رواج اور ثقافت و تہذیب پر باقاعدہ طے شدہ منصوبے کے تحت تاک تاک کر حملے کیے جا رہے ہیں جدید وسائل سے ایسے مختلف تحقیقاتی ادارے دن رات ان مذموم مقاصد کے لیے سرگرم ہیں۔ بڑے بڑے شہ دماغ تھنک ٹینکس کے ذریعے نت نئی روپوں میں سامنے لا رہے ہیں۔

اس کے برعکس اہل اسلام میں شاید کوئی ایسا ادارہ موجود ہو جو اس ساری صورت حال کا بہ نظر عمیق جائزہ لینے کے بعد کوئی مؤثر لائحہ عمل ترتیب دے سکے۔ محدودے چند ادارے ضرور کہیں نہ کہیں کام کر رہے ہیں تاہم ایک ان کا حلقہ اثر محدود ہے دوسرا یہ کہ دیگر

اسلامی اداروں سے ان کا مضبوط تعلق قائم نہیں جب کہ عالم کفر میں اسلام دشمنی میں مصروف تحقیقی اور تخریبی ادارے نہ صرف ایک دوسرے سے معلومات کا تبادلہ کرتے ہیں بلکہ ان کے درمیان باہم مثالی تعاون کی فضا بھی قائم ہے۔ مقبوضہ کشمیر کے عوام کی جدوجہد آزادی کی تحریک کچلنے کے لیے بھارت اسرائیل کی کشمیریوں کے خلاف مشترکہ کارروائیاں ڈھکی چھپی بات نہیں۔

اس مسموم اور اسلام مخالف عالمی تناظر میں ان مصنفین اور قلم کاروں کا وجود نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں جو اپنے قلم کی حرمت کا پاس رکھے ہوئے ہیں۔ خواب غفلت میں ڈوبی امت مرحومہ کو خوابیدہ نفوس اور مردہ ضمیروں کو جھنجھوڑنے کے لیے اگر یہ اہل ہنر اپنے قلم سے کبھی نشر کا کام بھی لیتے ہیں تو کسی کو تعجب نہیں ہونا چاہیے۔

”ویلنٹائن ڈے“ کے مصنف عبدالوارث ساجد کو اردو خواں طبقہ عموماً بچوں کا ادیب ہی سمجھتا ہے لیکن اس کے برعکس وہ ایک سنجیدہ فکر اور حالات حاضرہ پر گہری نظر رکھنے والا صاحب بصیرت قلم کار ہے۔ ”منھے مجاہد“ کی ادارت، روزنامہ پاکستان میں انچارج چلڈرن ایڈیشن اور اپنی ابتدائی کتب کے حوالے سے بچوں کے ادیب کی چھاپ تو ان سے شاید کبھی نہ اترے تاہم مجھے یقین ہے کہ وہ مستقبل میں جس میدان کا بھی انتخاب کریں گے یقیناً اچھی روایات ہی قائم کریں گے۔ ان شاء اللہ۔

میں اس کتاب کو عبدالوارث ساجد کی تصنیف کی بجائے ان کے حساس اور درد بھرے دل کی آواز کہوں گا..... اس تحریر میں اپنے بگڑتے ہوئے معاشرے کی فکر، بے راہ رو نوجوان نسل کے مستقبل کا اندیشہ، سود و زباں سے عاری مسلم حکمرانوں کی پالیسیوں کے پیش آمدہ نتائج کی ہلکی سی جھلک تو دیکھنے کو ملتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی عبدالوارث ساجد نے محبت کے لطیف جذبے اور کوئل احساس کے بارے میں بڑے اختصار لیکن جامع انداز میں اسلامی نقطہ نظر کو بھی پیش کر دیا ہے۔ یہ کتاب دراصل دعوت فکر ہے اس کوتاہ سوچ طبقے

کے لیے جو اسلامی تعلیمات سے بے بہرہ اور مغربی اذکار کا دیوانہ ہے نیز ایک کاری تھیاری بھی ہے ان صالح مسلمان نوجوانوں کے لیے جو دلیل سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ جو اس یقین پر قائم ہیں کہ وہ جس دین کے پیروکار ہیں یہ دین بانجھ نہیں بلکہ زندہ و تابندہ دین ہے۔ اللہ تعالیٰ عبد الوارث ساجد کی اس کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

احمد درویش

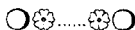
رکن مجلس ادارت ماہ نامہ ”نماء الاسلام“، پشاور

سابق معاون مدیر، وقت روزہ ”الاعتصام“، لاہور

۱۸ محرم الحرام ۱۴۳۰ ہجری

16 جنوری 2009ء

لاہور



ویلنٹائن ڈے منانا ضروری ہے؟

مغربی ذرائع ابلاغ کی تعلیمات و ہدایات کے زیر اثر ہمارے ہاں تو اتر سے طبقہ اشراف سے تعلق رکھنے والا ایک جنوبی گروہ پروان چڑھ رہا ہے جس نے تہذیبِ مغرب کی بھونڈی نقالی کو اپنا ایمان بنا رکھا ہے۔ اپنے آپ کو ”ماڈرن“ سمجھنے اور دکھانے کا انھوں نے واحد اسلوب ہی یہ سمجھ رکھا ہے کہ اہل مغرب سال بھر میں جو جو تقریبات منائیں، ان کے قدم بہ قدم بلکہ سانس بہ سانس اس شانِ غلامانہ ہنگامہ آرائی میں دیوانہ وار شامل ہو جائیں۔ انھیں اس بات سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ آخر مغربی تہواروں کا پس منظر کیا ہے؟ ان کے لیے تو بس یہی امر کافی ہے کہ وہ CNN یا کسی اور ذرائع ابلاغ پر ایک جھلک دیکھ لیں یا معمولی سی خبر سن لیں کہ فلاں تاریخ کو مغرب کی جدید و جوان نسل کوئی تہوار منا رہی ہے اس جدیدیت گزیدہ طبقہ کو تو تہوار منانے کا کوئی نہ کوئی بہانہ چاہیے۔

نہ یہ ہندوؤں کے دیوالی، ہولی اور بسنت کے تہواروں کو معاف کرتے ہیں، نہ عیسائیوں کے کرسمس یا دیگر تہواروں میں شریک ہونے میں کوئی عیب سمجھتے ہیں بظاہر یہ مسلمانوں کی اولاد ہیں، لیکن مسلمانوں کے اصل تہوار یعنی عیدین کے موقعوں پر ان کے جذبات میں کوئی خاطر خواہ تحریک ہوتی ہے، نہ انھیں منانے میں انھیں کوئی لطف آتا ہے۔ بلکہ ان اسلامی تہواروں کو تو وہ ”عامی“ مسلمانوں کا ہی تہوار سمجھتے ہیں جن میں شریک ہونا ان کی کھوکھلی اشرافیت اور سطحی جدیدیت کے تقاضوں کے منافی سمجھا جاتا ہے۔ ان شریف زادوں کے رہنِ دماغ میں یہ سوال کبھی نہیں ابھرتا کہ گلوبل کلچر میں ان کی شرکت

یکطرفہ اور غلامانہ کیوں ہے؟ تقریبات منانے کے شغل کو یہ وسعت ظرفی اور روشن خیال سمجھتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اپنے مدوح اہل مغرب سے بھی بڑھ کر وسیع الشرب اور روشن خیال ہیں کیونکہ انھوں نے کبھی مسلمانوں کے تہواروں میں اس جوش و خروش سے حصہ نہیں لیا۔

جس ”ویلنٹائن ڈے“ کو منا کر ہمارے بعض ”محبت کے متوالے“ ہلکان ہوتے رہے ہیں، وہ ”تقریب شریف“ تو اہل مغرب کے لیے بھی بدعت جدیدہ کا درجہ رکھتی ہے۔ ماضی میں یورپ میں بھی اس کو منانے والے نہ ہونے کے برابر تھے، اس دن کے متعلق مغربی ذرائع ابلاغ بھی اس قدر حساس نہیں تھے۔ اگر یہ کوئی بہت اہم یا ہر دلعزیز تہوار ہوتا تو انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا میں اس کا ذکر محض چار سطور پر مبنی نہ ہوتا، جہاں معمولی واقعات کی تفصیلات بیان کی جاتی ہیں۔ انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا میں سینٹ ویلنٹائن کے متعلق چند سطرے تعارف کے بعد ”ویلنٹائن ڈے“ کے متعلق تذکرہ محض ان الفاظ میں ملتا ہے:

”سینٹ ویلنٹائن ڈے“ کو آج کل جس طرح عاشقوں کے تہوار (Love's Festival) کے طور پر منایا جاتا ہے یا ویلنٹائن کارڈ بھیجنے کی جوئی روایت چل نکلی ہے، اس کا سینٹ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ اس کا تعلق یا تو رومیوں کے دیوتا لوپر کالیا کے حوالہ سے پندرہ فروری کو منائے جانے والے تہوار بار آوری یا پرندوں کے ”ایام اختلاط“ (Meeting Season) سے ہے۔“

گویا اس مستند حوالہ کی کتاب کے مطابق اس دن کو سینٹ سے سرے سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ بعض رومانیت پسند ادیبوں نے جدت طرازی فرماتے ہوئے اس کو خواہ مخواہ سینٹ ویلنٹائن کے سر تھوپ دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ نے ماضی میں کبھی بھی اس

تہوار کو قومی یا ثقافتی تہوار کے طور پر قبول نہیں کیا۔ البتہ آج کے یورپ کے روایت شکن جنونیوں کا معاملہ الگ ہے۔

ایک اور انسائیکلو پیڈیا ”بک آف نالج“ میں اس دن کے بارے میں نسبتاً زیادہ تفصیلات ملتی ہیں مگر وہ بھی تہائی صفحہ سے زیادہ نہیں ہیں۔ اس کی پہلی سطر ہی رومان انگریز ہے۔

”۱۴ فروری محبوبوں کے لیے خاص دن ہے۔“

اس کے بعد وہی پرندوں کے اختلاط کا ملتا جلتا تذکرہ ان الفاظ میں ملتا ہے:

”ایک وقت تھا کہ اسے سائل کا وہ وقت خیال کیا جاتا تھا جب پرندے صنفی مواصلت کا آغاز کرتے ہیں اور محبت کا دیوتا نوجوان مردوں اور عورتوں کے دلوں پر تیر برسا کر انھیں چھلنی کرتا ہے بعض لوگ خیال کرتے تھے کہ ان کے مستقبل کی خوشیاں ویلنٹائن کے تہوار سے وابستہ ہیں۔“

اس انسائیکلو پیڈیا میں ”ویلنٹائن ڈے“ کا تاریخی پس منظر یوں بیان کیا گیا ہے:

”ویلنٹائن ڈے“ کے بارے میں یقین کیا جاتا ہے کہ اس کا آغاز ایک رومی تہوار لوپر کالیا (Luper Calia) کی صورت میں ہوا۔ قدیم رومی مرد اس تہوار کے موقع پر اپنی دوست لڑکیوں کے نام اپنی قمیضوں کی آستینوں پر لگا کر چلتے تھے۔ بعض اوقات یہ جوڑے تحائف کا تبادلہ بھی کرتے تھے۔ بعد میں جب اس تہوار کو سینٹ ویلنٹائن کے نام سے منایا جانے لگا تو اس کی بعض روایات کو برقرار رکھا گیا۔ اسے ہر اس فرد کے لیے اہم دن سمجھا جانے لگا جو رفیق یا رفیقہ حیات کی تلاش میں تھا۔

سترہویں صدی کی ایک پر امید دوشیزہ سے یہ بات منسوب ہے کہ اس نے ویلنٹائن والی شام کو سونے سے پہلے اپنے تکیے کے ساتھ پانچ پتے ٹانگے۔ اس کا خیال تھا کہ ایسا کرنے سے وہ خواب میں اپنے ہونے والے خاندان کو

دیکھ سکے گی۔ بعد ازاں لوگوں نے تحائف کی جگہ ویلنٹائن کارڈز کا سلسلہ شروع کر دیا۔“

14 فروری کو سینٹ ویلنٹائن سے منسوب کیوں کیا جاتا ہے؟ اس کے متعلق کوئی مستند حوالہ تو موجود نہیں ہے البتہ ایک غیر مستند خیالی داستان پائی جاتی ہے کہ تیسری صدی عیسوی میں روم میں ویلنٹائن نام کے ایک پادری تھے جو ایک راہبہ کی زلف گرہ گیر کے اسیر ہو گئے۔ چونکہ عیسائیت میں راہبوں اور راہبات کے لیے نکاح ممنوع تھا اس لیے ایک دن ویلنٹائن صاحب نے اپنی معشوقہ کی تشفی کے لیے اسے بتایا کہ اسے خواب میں یہ بتایا گیا ہے کہ ۱۴ فروری کا دن ایسا ہے کہ اس میں اگر کوئی راہب یا راہبہ صنفی میلاپ بھی کر لیں تو اسے گناہ نہ سمجھا جائے گا۔ راہبہ نے ان پر یقین کیا اور دونوں جوشِ عشق میں یہ سب کچھ کر گزرے۔

کلیسا کی روایات کی یوں دھجیاں اڑانے پر ان کا حشر وہی ہوا جو عموماً ہوا کرتا ہے یعنی انھیں قتل کر دیا گیا۔ بعد میں کچھ منچلوں نے ویلنٹائن صاحب کو ”شہیدِ محبت“ کے درجہ پر فائز کرتے ہوئے ان کی یاد میں دن منانا شروع کر دیا۔ چرچ نے ان خرافات کی ہمیشہ مذمت کی اور اسے جنسی بے راہ روی کی تبلیغ پر مبنی قرار دیا۔ بنگاک میں تو ایک عیسائی پادری نے بعض افراد کو لے کر ایک ایسی دکان کو نذر آتش کر دیا جس پر ”ویلنٹائن کارڈ“ فروخت ہو رہے تھے۔

آج کل یورپ و امریکہ میں ویلنٹائن ڈے کیسے منایا جاتا ہے اور اس کو منانے والے دراصل کون ہیں؟ اس کی تفصیلات جاننے کے بعد اس دن کو محض ”یومِ محبت“ سمجھنا درست نہیں ہے۔ یہ تہوار ہر اعتبار سے یومِ ادبائی یا یومِ اباحت کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ مغرب میں ”محبت“ کا تصور و مفہوم یکسر مختلف ہے۔ جس جذبے کو وہاں ”محبت“ (Love) کا نام دیا جاتا ہے، وہ درحقیقت بوالہوسی (Lust) ہے۔ مغرب کے تہذیبی اہداف میں جنسی ہوس اور جنسی باؤلے پن کی تسکین کی خاطر مرد و زن کے آزادانہ اختلاط کو

بھرپور ہوا دینا ہے۔ اُس معاشرے میں عشق اور فراق میں کوئی فرق روا نہیں رکھا جاتا۔ مرد و زن کی باہمی رضا مندی سے ہر طرح کی شہوت رانی اور زنا کاری وہاں ”محبت“ ہی کہلاتی ہے۔ اسی طرح ویلنٹائن ڈے منانے والوں کی جانب سے ”محبت“ کا لفظ جنسی بے روادی کے لیے بطور استعارہ استعمال ہوتا ہے۔

ہمارے ایک فاضل دوست جو نہ صرف امریکہ سے بین الاقوامی قانون میں پی ایچ ڈی کر کے آئے ہیں بلکہ وہاں ایک معروف یونیورسٹی میں پڑھانے کا اعزاز بھی رکھتے ہیں، انھوں نے اپنے چشم دید واقعات کی روشنی میں اس کا پس منظر بیان کیا کہ حالیہ برسوں میں امریکہ اور یورپ میں اس دن کو جوش و خروش سے منانے والوں میں ہم جنس پرستی میں مبتلا نوجوان لڑکے اور لڑکیاں پیش پیش تھیں۔

وہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے سان فرانسسکو میں ویلنٹائن ڈے کے موقع پر ہم جنس پرست خواتین اور حضرات کے برہنہ جلوس دیکھے۔ جلوس کے شرکاء نے اپنے سینوں اور اعضائے مخصوصہ پر اپنی محبوبوں کے نام چپکار رکھے تھے۔ وہاں یہ ایسا دن سمجھا جاتا ہے جب ”محبت“ کے نام پر آوارہ مرد اور عورتیں جنسی ہوسا کی تسکین کے شغل میں غرق رہتی ہیں۔ جنسی انارکی کا بدترین مظاہرہ اسی دن کیا جاتا ہے ہمارے یہ دوست آج کل لاہور میں ایک پرائیویٹ لاء کالج کے پرنسپل ہیں۔ ایک جدید، روشنی خیال اور وسیع المطالعہ شخص ہونے کے ساتھ ساتھ انھوں نے پاکستان میں ”ویلنٹائن ڈے“ منانے والوں کی عقل پر ماتم کرتے ہوئے کہا کہ ”میراجی چاہتا ہے کہ اس دن کو منانے کے لیے جہاں جہاں انسان لگائے گئے ہیں انھیں آگ لگا دوں۔“

قدیم رومی کلچر کی روایات ہوں یا جدید مغرب کا اسلوب جنس پرستی، ان کا ہماری مذہب تعلیمات تو ایک طرف، مشرقی کلچر سے بھی دور کا واسطہ نہیں ہے۔ قدیم روم میں اس تہوار کو ”خاوند کے شکار“ کا دن سمجھا جاتا تھا۔ ہمارے ہاں کسی عورت کے لیے مارکیٹ میں خاوند کی تلاش میں نکل کھڑے ہونا بے حیثی اور بے غیرتی کی بات سمجھتی جاتی ہے۔ ہمارے

خاندانی نظام میں عورت کو جو احترام حاصل ہے اس کے پیش نظر اس کی شادی بیاہ کا اہتمام اس کے خاندان کی ذمہ داری سمجھی جاتی ہے۔

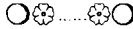
”ویلنٹائن ڈے“ ہر اعتبار سے ”یومِ ادبائی“ ہے۔ اس کا اصل مقصود عورت اور مرد کے درمیان ناجائز تعلقات کو فروغ دینا بلکہ تقدس عطا کرنا ہے۔ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے ہاں نوجوان نسل کو ان خرافات کے مضمرات سے آگاہ نہیں کیا جا رہا۔

اخبارات میں اس ”یوم“ کے حوالے سے منعقدہ تقریبات کو جس طرح ”کورٹیج“ دی جاتی ہے اس سے اس کے مزید بڑھنے کا امکانات پیدا ہو گئے ہیں۔ ہمارے وہ دانشور جو اسلامی کلچر کے مقابلے میں برصغیر کے قدیم کلچر کے احیاء کا پرچار کرتے ہیں، مغربی تہذیب کے اس حیاء سوز تہوار کے خلاف آخر خاموش کیوں ہیں؟ ہندوستان کی بعض ہندو تنظیموں بشمول کانگریس نے کچھ سال قبل ”ویلنٹائن ڈے“ کے خلاف احتجاجی مظاہرے کیے لیکن ہمارے ہاں مذہبی تنظیموں اور مقامی کلچر سے ”محبت“ کرنے والے دانشوروں نے اس طرح کے مظاہرے نہیں کیے۔ ان کی خاموشی کو کیا نیم رضا سمجھا جائے؟ مغرب کی ثقافتی استعماریت کا اس قدر غلبہ ہے کہ ہماری قوم کے اندر بے حسی پیدا ہوتی جا رہی ہے۔

گزشتہ سال ”ویلنٹائن ڈے“ کے موقع پر بعض اسلامی ممالک میں اجتماعی شادی کی تقریبات منعقد کی گئیں۔ ایک تقریب نامسعود کی پیروی کسی بھی طرح مستحسن اقدام نہیں۔ ہمارے صالح فکر دانشوروں کا فرض ہے کہ وہ پاکستان میں ”ویلنٹائن ڈے“ منانے والے نوجوانوں کی اصلاح کا فریضہ انجام دیں۔ ایسے افراد کی بھرپور درست کرنی چاہیے جو ایسی خرافات کو رواج دینے کا باعث بنتے ہیں۔ اسلام میں نہ تو اجتماعی شادیوں، پر کوئی پابندی ہے اور نہ ہی میاں بیوی کے درمیان محبت کے اظہار پر کوئی بندش ہے لیکن اس کے لیے ایک ایسے دن کا انتخاب کرنا جو مغرب کی جنس پرست تہذیب کا علامتی اظہار بن چکا ہے، کسی بھی اعتبار سے مناسب نہیں ہوتا۔

کیا ہمارے ذرائع ابلاغ کا یہ فرض نہیں ہے کہ وہ محض خبروں کی سنسنی خیز شاعت کے ساتھ ساتھ ایسے مسائل میں پاکستانی قوم کی راہنمائی کا فریضہ بھی ادا کریں؟ دعوتِ فکر ہے ذرائع ابلاغ کے ذمہ داران کے لیے۔

محمد عطاء اللہ صدیقی



”ویلنٹائن ڈے“ تاریخ کے آئینے میں

ہر تہوار چاہے اس کا تعلق مذہب سے ہو یا ثقافت سے، اس کا ایک تاریخی پس منظر ہوتا ہے۔ ویلنٹائن ڈے بھی ایک کھوکھلی تاریخ رکھتا ہے مگر اس تاریخ سے قطع نظر، یہ ”دن“ اب مغرب میں محبت کے اظہار، بے قرار دلوں کے قرار اور مچلتے ہوئے جذبوں کے لیے گردوغبار کا دن بن گیا ہے۔ مغرب خاندان کے ادارے سے محروم ہو چکا ہے، یہ ادارہ چونکہ خوشیوں کے تمام خوشوں کا اصل مرکز ہوتا ہے، اس لیے اس ادارے کے ٹوٹنے سے مغرب کی تمام خوشیاں چند بے ہودہ رسوں، فرسودہ تہواروں، بے حقیقت دنوں اور ہنگاموں تک محدود ہو گئی ہیں۔ اس کے برعکس مشرق میں خاندانی نظام قائم ہے جس کی وجہ سے ہر گھر خوشیوں کا گہوارہ بنا ہوا ہے۔ ہر گھر میں قہقہے چھوٹتے اور خوشی کے شگوفے پھوٹتے ہیں۔ اسی لیے ہماری تہذیب میں خاص ”خوشیوں کے دن“ بہت کم ہیں۔

مسرت بھی عبادت بھی:

اسلامی تہذیب میں خوشیاں بھی عبادت میں شامل ہیں۔ خوشیاں منانا، خوشیوں کا اہتمام کرنا، خود خوش رہنا اور دوسرے کو خوش رکھنا، کسی سے ملاقات کے وقت اس سے مسکرا کر ملنا، معصوم بچوں کو دیکھ کر انہیں بے تابانہ گود میں لے لینا، ان سے محبت کرنا، شفقت سے ان کا بوسہ لینا، خوشی کے وہ مظاہر ہیں جن کے نمونے روزانہ گلیوں، بازاروں اور محلوں میں نظر آتے ہیں۔ اگرچہ اسلام میں بھی خوشیاں اور تہوار زندگی کا حصہ ہیں مگر اسلامی تہذیب نے ان خوشیوں کے آغاز کو بھی اللہ کی یاد، عبادت اور سجدہ شکر سے جوڑ دیا ہے۔ اسی لیے مسلمانوں کے دو عظیم تہوار عید الفطر اور عید الاضحیٰ کا آغاز، سجدہ شکر سے ہوتا

ہے۔ یہ سجدہ اس بات کا اعلان ہے کہ خوشی کے اس موقع پر بھی میں نفس کے قابو میں نہیں ہوں اور اپنے رب کے دروازے پر حاضر ہوں۔ یہ حاضری اور حضوری اس بات کا وعدہ، اس عہد کا اعادہ اور اس یقین کا اظہار ہے کہ میں خوشی کے بے پناہ خوشے چننے کے باوجود بھی اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑوں گا۔ وہ کام نہ کروں گا جو میرے مالک کو ناپسند ہے۔ یہ عہد و پیمان ہماری خوشیوں، تہواروں اور نئے موسموں میں سادگی، متانت، سنجیدگی، بردباری اور میانہ روی کے رنگ گھولتا ہے۔

اصلی اور نقلی خوشی:

اچھے دنوں میں اچھے لوگوں کو یاد کرنا، ان لوگوں کو یاد کرنا جن سے درد کے رشتے بندھے ہوئے ہیں، ان دنوں کو یاد کرنا جن کی یاد دل کو بے چین کر دیتی ہے اور ان چہروں کو یاد کرنا جن سے مل کر دل کی کلی کھل جاتی ہے۔ ان رفیقوں، ساتھیوں اور ہم سفروں کو یاد کرنا جن کی یادوں کے عکس آج بھی موسم بہار کے گلاب کی طرح تازہ ہیں اور ان پر شبنم کے موتی اس طرح چمک رہے ہیں جس طرح بہار کی پہلی صبح فاخستہ کی چونچ کے اوپر شبنم کا موتی ٹھہر گیا ہو اور صرف تھلی کو چمکتا ہوا نظر آ رہا ہو۔ خوشیاں کون نہیں مناتا اور یہ کسے اچھی نہیں لگتیں جب ہر سو خوشی کا عالم ہو تو ایسا منظر کس کو بُرا لگتا ہے مگر مسرت اور بے حیائی، شوخی اور ہلکھوپن، خوشی اور بازاری پن میں بے پناہ فاصلہ ہے۔

خوشی کے جذبات کے اظہار کا مطلب یہ تو نہیں کہ دوسروں کے جذبات مشتعل اور مجروح کر دیے جائیں۔ سرمستی اور سرشاری میں بہت فاصلہ ہے۔ ان فاصلوں کو برقرار رکھنا ہی تہذیب کا حسن اور تمدن کا کمال ہے۔ زندگی نہ بھڑک اٹھنے کا نہ بچھ جانے کا نام ہے بلکہ زندگی سلگتے رہنے کا نام ہے۔

عریانی کا خود کا شتہ پودا:

ویلنٹائن ڈے کے موقع پر اخبارات میں نوجوانوں، بوڑھوں، بچوں کے جو جذبات

شائع ہوتے ہیں، ان پیغامات میں ہماری اقدار بدلتے ہوئے معاشرتی رویے فرد کی بے چارگی، رسم و رواج کے نام پر فطری جذبات کچلنے کی روایت، زندگی کو زندگی کے بجائے قید خانے میں تبدیل کرنے کا عمل، قہر توں، فاصلوں، ہجرو وصال کے موسموں کی کہانیاں، ملنے اور بچھڑنے، بچھڑ کر ہمیشہ کے لیے بچھڑ جانے کی کہانی، ٹوٹے ہوئے دلوں کے نغمے، روتی ہوئی آنکھوں کے آنسو، غرض دنیا بھر کے سلسلے ان پیغامات میں موجزن ہوتے ہیں۔ ان پیغامات پر خوشی یا مشتعل ہونے کی بجائے ہمیں اپنی طرز حیات، معاشرے اور معاشرتی رویوں کا بغور جائزہ لینا ہوگا۔ محبت بذات خود جرم ہے نہ محبت کا اظہار مگر اس محبت کو نکاح کے روحانی اور نورانی پیکر میں ڈھالنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ”ویلنٹائن ڈے“ خوشی کے نام پر ایک ایسا خود کاشتہ پودا ہے جسے فحاشی، عریانی کے جلو میں مادر پدر آزاد مغربی تہذیب نے سیچا ہے۔ اسے مشرق کی سرزمین میں جگہ دینا اپنی تہذیب و ثقافت پر عدم اعتماد کی علامت ہے۔ مشرقی اور اسلامی تہذیب کے پاس خوشیوں کے اور بہت سے دن ہیں۔ اس مانگے تانگے کی ثقافت کی کیا ضرورت.....! جس کے ”وجود“ سے مغرب کی برہنہ تہذیب المٹی چلی آتی ہے۔ آئیے اب ویلنٹائن ڈے کی تاریخ کی طرف چلتے ہیں۔

بے شرمی کی تاریخ:

اس کے متعلق جو روایت سامنے آتی ہے وہ صرف انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کی ہے جس میں لکھا ہے:

ویلنٹائن ڈے کے بارے میں سب سے پہلی روایت روم میں قبل مسیح کے دور سے ملتی ہے۔ جب روم کے بت پرست مشرکین 15 فروری کو جشن مناتے تھے جو Feast of the wolf یا Feas of Lupercaious کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ جشن وہ اپنے دیوی دیوتاؤں کے اعزاز میں انھیں خوش کرنے کے لیے مناتے تھے۔ ان دیوی دیوتاؤں میں Pan (فطرت کا دیوتا) Februata Jano (عورتوں اور شادی کی

دیوی (Pastoral god Lupercal) رومی دیوتا جس کے کئی دیویوں کے ساتھ عشق و محبت کے تعلقات تھے) شامل ہیں۔ اس موقع پر ایک برتن میں تمام نوجوان لڑکوں کے نام لکھ کر ڈالے جاتے تھے جس میں سے تمام لڑکے باری باری ایک پرچی اٹھاتے اور اس طرح قرعہ اندازی کے ذریعے منتخب ہونے والی لڑکی اس لڑکے کی ایک دن، ایک سال یا تمام عمر کی ساتھی (Sexual Companion) قرار پاتی۔ یہ دونوں محبت کے اظہار کے طور پر آپس میں خفے خائف کا تبادلہ کرتے اور بعض اوقات شادی بھی کر لیتے تھے۔

اسی طرح ویلنٹائن کارڈز پر دکھائے جانے والے نیم برہنہ اور تیر کمان اٹھائے ہوئے، ”کیوپڈ“ (Cupid) اس کی تصویر بھی ویلنٹائن کی خصوصی علامت ہے اور رومن عقیدے کی رو سے ونس (محبت اور خوب صورتی کی دیوی) کا بیٹا ہے جو کہ لوگوں کو اپنے تیر سے نشانہ لگا کر محبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔

عیسائیت کا اثر:

جب روم میں عیسائیت منظر عام پر آئی تو عیسائیوں نے اس جشن کو اپنے رنگ میں رنگنے کی کوشش کی۔ اس مقصد کے لیے 14 فروری کی تاریخ کا انتخاب کیا گیا جس دن رومیوں نے ایک عیسائی پادری ”ویلنٹائن“ کو سزائے موت دی تھی۔ واقعہ یوں ہے کہ رومی بادشاہ Claudius-II کے عہد میں روم کی سرزمین مسلسل کشت و خون کی وجہ سے جنگوں کا مرکز بنی رہی اور یہ عالم ہو گیا کہ ایک وقت میں Claudius کو اپنی فوج کے لیے مردوں کی تعداد بہت کم نظر آئی، جس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ روم کے نوجوان اپنی بیویوں کو چھوڑ کر پردیس لڑنے کے لیے جانا پسند نہیں کرتے تھے۔ بادشاہ نے اس کا حل یہ نکالا کہ ایک خاص عرصے کے لیے شادیوں پر پابندی عائد کر دی تاکہ نوجوانوں کو فوج میں آنے کے لیے آمادہ کیا جائے۔ اس موقع پر ایک پادری ”سینٹ ویلنٹائن“ نے خفیہ طور پر نوجوانوں کی شادی کروانے کا اہتمام کیا۔ جب یہ راز فاش ہوا تو بادشاہ Claudius کے حکم پر سینٹ ویلنٹائن کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال کر سزائے موت کا حکم سنا دیا گیا۔ جیل میں یہ پادری

جیلر کی بیٹی کو دل دے بیٹھا جو روزانہ اس سے ملنے آیا کرتی تھی۔ لیکن یہ ایک راز تھا کیونکہ عیسائی قوانین کے مطابق پادریوں اور راہبوں کے لیے شادی یا محبت کرنا ممنوع تھا۔ اس کے باوجود عیسائی ویلنٹائن کی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کیونکہ جب رومی بادشاہ نے اسے پیشکش کی کہ اگر وہ عیسائیت کو چھوڑ کر رومی خداؤں کی عبادت کرے تو اسے معاف کر دیا جائے گا۔ بادشاہ اسے اپنی قربت دے گا اور اپنی بیٹی سے اس کی شادی بھی کر دے گا لیکن اس نے ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انکار کر دیا۔ جس کے نتیجے میں اسے رومی جشن سے ایک دن پہلے ۱۴ فروری ۲۷۰ء کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ مرنے سے پہلے اس نے جیلر کی بیٹی کو ایک خط لکھا جس کا خاتمہ "From Your Valentine" کے الفاظ سے کیا۔

بہت سے ویلنٹائن کارڈز پر لکھے جانے والے Greetings کے الفاظ "Your Valentine" اسی واقعے کی یاد تازہ کرنے کے لیے ہیں۔

ویلنٹائن کے نام سے کم از کم تین مختلف پادری ہیں اور تمام کی "موت" کا دن ۱۴ فروری ہے۔ ۳۹۶ء میں یورپ Gelasius نے سرکاری طور پر ۱۵ فروری کے رومی فیسٹول Lupercalia کو بدل کر ۱۴ فروری کو سینٹ ویلنٹائن ڈے منانے کا اعلان کیا اور لاٹری کے ذریعہ لڑکی کے انتخاب کی رومی رسم میں یہ رد و بدل کیا کہ پرچی میں نوجوان لڑکی کے نام کی بجائے عیسائی پادریوں کے نام لکھے جاتے اور تمام مرد اور عورتیں ایک ایک پرچی اٹھاتے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ ہر مرد یا عورت جس عیسائی پادری کے نام کی پرچی اٹھاتا اسے اگلے سال تک اسی پادری کے طور طریقوں کو اپنانا ہوتا تھا۔^①

ایک عیسائی پادری "ویلنٹائن" کے حوالے سے منایا جانے والا یہ دن اس "یوم" کی تاریخ، تہوار، رسوم و رواج، تحریف و ترخیف کے عمل سے گزر کر تاریخ میں ایسی شرمناک شکل

① ماحذ : انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا، کیتھولک انسائیکلو پیڈیا

اختیار کر چکا ہے جس کی عملی، عقلی، فکری بنیادیں ابھی تک مغرب بھی تلاش کر رہا ہے۔

”ویلنٹائن ڈے“ کی تاریخ ہمیں روایات کے انبار تلے دبی ملتی ہے۔ روایات کے یہ دفتر ”اسرائیلیات“ سے بھی بدتر درجے کی چیز ہیں، جہاں تک ویلنٹائن کا تعلق ہے جس کے نام سے یہ دن منسوب کیا گیا ہے تو اصل حقیقت یہی ہے کہ کوئی مستند روایت اس کے متعلق نہیں ہے، یہاں تک کہ اس نام کے بھی کئی ایک سے زائد افراد کا ذکر ہے جس سے مختلف روایات منسوب ہیں۔

لوگوں نے اپنے سفلی جذبات کی تسکین کے لیے سینٹ ویلنٹائن کے حوالے سے کیا کچھ تخلیق کیا؟ اس کی ہلکی سی جھلک درج ذیل روایتوں میں بیان ہوئی ہے جس کا مطالعہ مغربی تہذیب میں بے حیائی، بے شرمی کی تاریخ کے آغاز کا اشارہ دیتا ہے۔

محبت کا دیوتا حسن کی دیوی

”ویلنٹائن ڈے“ کے آغاز کے بارے مختلف باتیں زبان زد عام ہیں۔ بعض کے نزدیک یہ وہ دن ہے جب سینٹ ویلنٹائن نے روزہ رکھا تھا اور لوگوں نے اسے محبت کا دیوتا مان کر یہ دن اسی کے نام کر دیا۔ کئی شرکیہ عقائد کے حامل لوگ، اسے یونانی کیو پڈ (محبت کے دیوتا) اور وینس (حسن کی دیوی) سے موسوم کرتے ہیں۔ یہ لوگ کیو پڈ کو ویلنٹائن ڈے کا مرکزی کردار کہتے ہیں جو اپنی محبت کے زہر بجھے تیرنوجوان دلوں پر چلا کر انہیں گھائل کرتا تھا۔ تاریخی شواہد کے مطابق ویلنٹائن کے آغاز کے آثار قدیم رومن تہذیب کے عروج کے زمانے سے چلے آ رہے ہیں۔“

جشن زرخیزی:

14 فروری کا دن رومن دیوی دیوتاؤں کی ملکہ ”جونو“ کی یاد میں یوم تعطیل کے طور پر منایا جاتا تھا۔ اہل روم ملکہ جونو کو صنف نازک اور شادی کی دیوی کے نام

سے موسوم کرتے تھے جب کہ 15 فروری ”لیو پرکس“ دیوتا کا دن مشہور تھا اور اس دن اہل روم جشن زرخیزی مناتے تھے۔ اس موقع پر وہ پورے روم میں رنگا رنگ میلوں کا اہتمام ہوتا تھا اور جشن کی سب سے مشہور چیز نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کے نام نکالنے کی رسم تھی۔ اس رسم میں لڑکیوں کے نام لکھ کر ایک برتن میں ڈال دیے جاتے اور وہاں موجود نوجوان اس میں سے باری باری پرچی نکالتے اور پھر پرچی پر جس لڑکی کا نام لکھا ہوتا تھا وہ لڑکی جشن کے اختتام تک اس نوجوان کی ساتھی بن جاتی تھیں، یوں اُن دونوں کو شادی کے بندھن میں باندھ دیا جاتا۔

خفیہ شادیاں:

ایک دوسری روایت کے مطابق شہنشاہ کلاڈیس دوم کے عہد میں روم کی سرزمین مسلسل جنگوں کی وجہ سے کشت و خون اور جنگوں کا مرکز بنی رہی۔ ایک وقت کلاڈیس کی اپنی فوج کے لیے مردوں کی بہت کم تعداد میسر آئی۔ جس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ روم کے نوجوان اپنی بیویوں اور ہم سفرؤں کو چھوڑ کر پردیس لڑنے کے لیے جانا پسند نہ کرتے تھے۔ اس کا شہنشاہ کلاڈیس نے یہ حل نکالا کہ ایک خاص عرصے کے لیے شادیوں پر پابندی عائد کر دی تاکہ نوجوانوں کو فوج میں شمولیت کے لیے آمادہ کیا جائے، اس موقع پر سینٹ ویلنٹائن نے سینٹ مارٹن کے ساتھ مل کر خفیہ طور پر نوجوان جوڑوں کی شادی کروانے کا اہتمام کیا، ان کا یہ کام چھپ نہ سکا۔ شہنشاہ کلاڈیس کے حکم پر سینٹ ویلنٹائن کو گرفتار کر لیا گیا اور اذیتیں دے کر 14 فروری 270ء کو (بعض روایتوں کے مطابق 269ء میں) قتل کر دیا گیا، اس طرح 14 فروری سینٹ ویلنٹائن کی موت کے باعث اہل روم کے لیے معتبر و محترم دن قرار پا گیا۔“

محبت کا شہید:

14 فروری اور ویلنٹائن کے متعلق ایک روایت یہ بھی ہے کہ تیسری صدی عیسوی میں

روم میں ویلنٹائن نام کا ایک پادری، ایک راہبہ (Nun) کی زلف گرہ گیر کا اسیر ہو گیا۔ چونکہ عیسائیت میں راہبوں اور راہبات کے لیے نکاح ممنوع تھا، اس لیے ایک دن ویلنٹائن نے اپنی معشوقہ کی تشفی کے لیے اسے بتایا کہ اسے خواب میں یہ بتایا گیا ہے کہ ۱۴ فروری کا دن ایسا ہے کہ اس میں اگر کوئی راہب یا راہبہ جسمانی تعلقات بھی قائم کر لیں تو اسے گناہ نہیں سمجھا جائے گا۔ راہبہ نے اس پر یقین کر لیا اور دونوں جوش عشق میں سب کچھ کر گزرے۔

کلیسا کی روایات کی یوں دھجیاں اڑانے پر ان کا حشر وہی ہوا جو عموماً ہوا کرتا ہے یعنی ان دونوں کو قتل کر دیا گیا۔ کچھ عرصے بعد چند لوگوں نے انھیں محبت کا شہید جان کر عقیدت کا اظہار کیا اور ان کی یاد میں یہ دن منانا شروع کر دیا۔^①

ایک اور ویلنٹائن:

ایک روایت یہ بھی ہے کہ:

سینٹ ویلنٹائن نام کا ایک معتبر شخص برطانیہ میں بھی تھا۔ یہ بشپ آف ٹیرنی تھا جسے عیسائیت پر ایمان کے جرم میں 14 فروری کو پھانسی دے دی گئی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ قید کے دوران بشپ کو جیلر کی بیٹی سے محبت ہو گئی اور وہ اسے محبت بھرے خطوط لکھا کرتا تھا۔ اس مذہبی شخصیت کے ان محبت ناموں کو ”ویلنٹائن“ کہا جاتا ہے۔ چوتھی صدی عیسوی تک اس دن کو تعزیتی انداز میں منایا جاتا تھا لیکن رفتہ رفتہ اس دن کو محبت کی یادگار کا رتبہ حاصل ہو گیا اور برطانیہ میں اپنے منتخب محبوب اور محبوبہ کو اس دن محبت بھرے خطوط ”پیغامات“ کا رڈز اور سرخ گلاب بھیجنے کا رواج پانچا۔

برطانیہ سے رواج پانے والے اس دن کو بعد میں امریکا اور جرمنی میں بھی منایا جانے

لگا تاہم جرمنی میں دوسری جنگ عظیم تک یہ دن منانے کی روایت نہیں تھی۔ برطانوی کاؤنٹی ویلز میں لکزی کے چچ 14 فروری کو خفے کے طور پر دیے جانے کے لیے تراشے جاتے اور خوب صورتی کے لیے ان کے اوپر دل اور چابیاں لگائی جاتی تھیں جو تھکے وصول کرنے والے کے لیے اس بات کا اشارہ ہوتیں کہ ”تم میرے بند دل کو اپنی محبت کی چابی سے کھول سکتے ہو۔“ جیسے جیسے یہ دن گزرتا گیا سال بہ سال اس میں مختلف قسم کے انفال، رسومات اور رجحانات بھی شامل ہوتے رہے۔ ایسے ہی یہ دن چند توہمات کا بھی شکار ہو گیا، مثلاً توہمات:

کچھ لوگ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ ویلنٹائن ڈے کو اگر کوئی چڑیا کسی عورت کے سر پر سے گزر جائے تو اس کی شادی ملاح سے ہوتی ہے۔ اگر عورت کوئی چڑیا دیکھ لے تو اس کی شادی کسی غریب آدمی سے ہوتی ہے، جب کہ زندگی بھی خوش گزرے گی اور اگر عورت ویلنٹائن ڈے پر کسی سنہرے پرندے کو دیکھ لے تو اس کی شادی کسی امیر کبیر شخص سے ہوگی اور زندگی ناخوش گزرے گی۔ امریکا میں روایت مشہور ہے کہ:

”14 فروری کو وہ لڑکے اور لڑکیاں جو آپس میں شادی کرنا چاہتے ہیں سٹیم ہاؤس جا کر ڈانس کریں اور ایک دوسرے کے نام دہرائیں جو انہی رقص کا عمل ختم ہوگا اور جو آخری نام ان کے لبوں پر ہوگا اس سے ہی اس کی شادی قرار پائے گی۔“

زمانہ قدیم سے مغربی ممالک میں یہ دل چپ روایت بھی زبان زد عام ہے کہ اگر آپ اس بات کے خواہش مند ہیں کہ یہ جان سکیں کہ آپ کی کتنی اولاد ہوگی تو ویلنٹائن ڈے پر ایک سیب درمیان سے کاٹیں۔ پھر کٹے ہوئے سیب کے آدھے حصے پر جتنے بیج ہوں گے اتنے ہی آپ کے بچے پیدا ہوں گے۔ اٹلی میں غیر شادی شدہ خواتین سورج نکلنے سے پہلے کھڑکی میں کھڑی ہو جاتی ہیں اور جو پہلا مرد ان کے سامنے سے گزرتا ہے ان کے عقیدے کے مطابق وہ ان کا ہونے والا خاوند ہوتا ہے۔

ویلنٹائن ڈے پر مبارک بادی کا رڈ کا رواج:

تحریری طور پر ویلنٹائن کی مبارک باد دینے کا رواج 14 ویں صدی عیسوی میں ہوا۔ ابتدا میں رنگین کاغذوں پر واٹر کلر اور رنگین روشنائی سے کام لیا جاتا تھا جس کی مشہور اقسام کروئسک ویلنٹائن، کٹ آؤٹ اور پرل پرس ویلنٹائن کارخانوں میں بننے لگے۔ 19 صدی کے آغاز پر ویلنٹائن کارڈز بھیجنے کی روایت باقاعدہ طور پر پڑی جو اب مستقل حیثیت اختیار کر چکی۔“

ان روایتوں کے سرسری مطالعے سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ لوگوں نے اپنی خوابیدہ تمناؤں کو لفظوں کے کوزے میں کفنا دیا ہے۔ انسانی جذبات کی ناکامیاں، محرومیاں، زندگی کے اداس لمحے، کچلی ہوئی خواہشات، دبے ہوئے ارمان، جنہیں معاشرے کی غلط رسوم و رواج کے باعث فطری نشوونما، ارتقاء اور اظہار کا موقع نہیں ملا۔ اس معاشرے کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے ”ویلنٹائن ڈے“ کے پیر ہن میں اپنی تمام شرارتیں لے کر سما گئے ہیں۔ جن معاشروں میں انسانی جذبات کا احترام نہ ہو، انسان کے فطری مطالبات کو شاکستہ اور شریفانہ طریقے سے پورا کرنے کا کوئی نظام نہ ہو اور زندگی میں حرکت، حرارت، مسرت، خوشیاں چند مخصوص لوگوں کا مقدر بن جائیں تو بغاوت مذہبی شخصیات کے مقدس ایام کے لبادے میں اس طرح ظاہر ہوتی ہے کہ ”سینٹ ویلنٹائن“ زندہ ہوتا تو وہ بھی اپنے نام پر ہونے والے ان جرائم کو دیکھتے ہی شرم سے پانی پانی ہو جاتا۔

ویلنٹائن کی تعداد:

تاریخ کے مطابق ویلنٹائن نام کے تین سینٹ ہو گزرے ہیں، ان تینوں میں سے دو کے تیسری صدی عیسوی میں سر قلم کر دیے گئے تھے۔ ان میں سے کسی کا تعلق ایسی کسی تقریب سے نہ تھا، نہ ہی ان میں سے کوئی دنیوی محبت کے جذبے سے ہی آشنا تھا۔ ”اکانومسٹ“ کی ایک رپورٹ کے مطابق ویلنٹائن ڈے بہار کی آمد پر پرندوں کی مسرت

کے اظہار کی علامت ہے۔

انگریزی میں ویلنٹائن پر سب سے پہلی نظم چوسر نے (1382ء میں) ”پارلیمنٹ آف فاؤلر“ کے زیر عنوان لکھی تھی۔ اس میں انسانوں سے کہا گیا ہے وہ اپنی جنس تبدیل کرنے کے لیے کسی نہ کسی پرندے کا انتخاب کریں۔ علم الانسان کے کئی ماہرین کے خیال میں یہ دن سردی کے خاتمے پر منایا جاتا تھا اور لوگ بکرے کی کھال اوڑھ کر ہر اس عورت پر پل پڑتے تھے جو انہیں نظر آتی تھی۔

اس تناظر میں ہم سوچتے ہیں کہ کیا ”یوم ویلنٹائن“ ایک مقدس دن کے طور پر طلوع ہوتا ہے؟ وہ تین اشخاص جن کا نام ویلنٹائن تھا اپنے دین پر چلنے کے جرم میں قتل کر دیے گئے؟ ان کی قربانی کیا اس دن کے لیے تھی کہ عیسائی اور مغربی دنیا ان کے لہو سے اپنے دلوں کی جلن کو مٹا ڈالے؟ مغربی تاریخ میں قرون وسطیٰ کی ایک اور تقریب سینٹ اوسوالڈ کے نام سے موسوم ہے۔ اس روز 29 فروری کو ہر چار سال بعد لیپ کے سال کے موقع پر عورتیں کھل کر سامنے آتی ہیں۔ اگر لیپ کا سال نہ ہو اور فروری کا مہینہ 28 تاریخ کو ختم ہونے والا ہو تو وہ رومن کیتھولک چرچ میں جا کر سینٹ اوسوالڈ کی یاد میں عبادت کرتی ہیں۔ ایک اور دن سینٹ جارج کی یاد میں 23 اپریل کو منایا جاتا ہے جو شیکسپیر کا یوم پیدائش بھی ہے۔ اس روز گلابوں اور کتابوں کے تحفے دیے جاتے ہیں۔

بکری اور کتے کی قربانی:

ویلنٹائن ڈے 14 فروری کو ہی کیوں منایا جاتا ہے؟ بعض مؤرخین اس کی وجوہات یوں بیان کرتے ہیں کہ فروری کا وسط اہل روم کے لیے زمانہ قدیم سے متبرک سمجھا جاتا تھا۔ 14 فروری کو رومی موسم سرما اور گرما کا عین درمیان سمجھتے تھے۔ ان کا عقیدہ یہ دو موسموں کے ملاپ کا دن ہے، اس دن اہل روم گھروں کو خصوصی طور پر صاف کرتے تھے۔ پورے گھر میں نمک اور خاص قسم کی گندم، جسے ”سپلٹ“ کہا جاتا تھا، بکھیر دیتے تھے۔

گھروں میں خوشبودار اگریتوں کو سلگایا جاتا تھا۔ اہل روم کا کہنا تھا کہ یہ زراعت کے دیوتا "FAUNUS" کا دن ہے۔ اہل شہر اس دن "FAUNUS" کے مقدس غار کے گرد جمع ہو جاتے۔ پادری مقدس دعائیں پڑھتے اور اس کے بعد ایک بکری کی قربانی اچھی فصلوں جب کہ ایک کتا روحانی درجات بلند کرنے کے لیے قربان کیا جاتا۔ اس رسم کے بعد جوان لڑکے بکری کا سر باریک باریک کاٹ دیتے، ان ٹکڑوں کو رسیوں سے باندھتے اور پھر انہیں بکرے اور کتے کے خون میں ڈبو تے۔ اس خون کو وہ مقدس خون کہتے تھے، بعد ازاں وہ ان رسیوں کو لے کر شہر اور کھیتوں میں پھرتے تھے۔ روم کی خواتین ان رسیوں کو بطور تبرک اپنے بدن سے مس کرتی تھیں۔

اہل روم کا خیال تھا یہ رسیاں شہر میں گھمانے سے شہر میں خوشحالی آئے گی، کھیتوں میں لے جانے سے فصلیں اچھی ہوں گی اور خواتین کو مس کرنے سے خواتین کے ہاں اچھی، صحت مند اور پاک باز اولاد پیدا ہوگی۔ یہ روم کا قدیم تہوار تھا۔ مورخین کا کہنا ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ یہ تہوار بدلتا رہا یہاں تک کہ ویلنٹائن کا واقعہ پیش آیا اور اس تہوار نے "ویلنٹائن ڈے" کی شکل اختیار کر لی۔ ویلنٹائن ڈے کی مناسبت سے ایک اور دل چسپ حقیقت بھی بیان کی جاتی ہے۔

جنسی اختلاط کا دن:

15 فروری سے دنیا بھر میں پرندوں کے جنسی اختلاط کے دن شروع ہوتے ہیں۔ ان نر اور مادہ پرندے ملاپ کرتے ہیں۔ انڈے دیتے ہیں اور پھر پرندوں کے مادہ ان انڈوں پر بیٹھ جاتی ہے۔ انگریزی میں اس موسم کو "میننگ سیزن" کہا جاتا ہے۔ ٹھیک اس موسم میں ویلنٹائن ڈے منانے کی ایک وجہ یہ حقیقت بھی ہے۔ مورخین یہ کہتے ہیں ویلنٹائن کہا کرتا تھا:

"جس موسم میں پرندے آپس میں ملتے ہیں اس میں انسان ایک دوسرے سے

کیوں دور رہیں.....؟؟؟"

لہذا اس نے روم کے نوجوانوں کی شادیاں ان ایام میں شروع کرائیں۔

تاریخ بتاتی ہے کہ اول اول یورپ میں یہ تہوار تو منایا جاتا رہا لیکن زیادہ شہرت کا پاسکا۔ 1414ء میں ”ایگ کوٹ“ کے مقام پر جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں ڈیوک آف آریز کی بیوی گرفتار ہو گئی۔ ملکہ کو ٹاور آف لندن میں قید کر دیا گیا۔ فروری 1415ء کو ڈیوک نے اپنی بیوی کے نام ویلنٹائن ڈے کی مناسبت سے ایک نظم لکھی۔ یہ نظم کارڈ پر لکھوائی اور یہ کارڈ ٹاور آف لندن بھجوا دیا۔ یہ دنیا میں ویلنٹائن ڈے کا پہلا کارڈ تھا۔ بعد ازاں برطانیہ کے بادشاہ ایڈورڈ ہفتم نے اس نظم کی موسیقی تیار کروائی، یہ موسیقی برطانیہ کے موسیقار جان لیڈگیٹ نے ترتیب دی تھی۔ یہ ویلنٹائن ڈے کا گیت تھا۔ ملکہ وکٹوریہ نے ویلنٹائن ڈے پر کارڈ تقسیم کرنے شروع کیے۔ ملکہ ہر سال فروری کے دوسرے ہفتے کے آخری دن سویتی اور خوشبودار کارڈ اپنے عزیز واقارب کو بھجواتی تھی۔ ملکہ کی پیروی میں دوسرے عمائدین نے بھی کارڈ بھجوانے اور تقسیم کرنے شروع کر دیے۔ یوں ویلنٹائن ڈے پر کارڈ بھجوانے کی رسم شروع ہو گئی۔

بھیڑ کی کھال میں لڑکیاں:

ویلنٹائن ڈے کے اس پس منظر سے آگاہی کے بعد یہ کہنا مشکل نہیں کہ یہ ایک مکمل عیسائی اور مغربی تہوار ہے اور اس تہوار کی کم از کم ساٹھ مختلف قسمیں ہیں جن میں بے راہ روی کا سبق مشترک ہے۔ پانچ سو سال پہلے مذہب سے بے زار لوگوں نے ایک ایسی رسم کی داغ بیل ڈالی جو ان کے نزدیک مقدس اور ان کی نفسانی خواہشات کی تکمیل کا ذریعہ بھی ہے۔

مقدس اس لیے کہ اہل روم اپنے دیوتا لیو پرکس کو خوش کرنے کے لیے ایک رسم ادا کرتے تھے۔ اس رسم میں نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اپنا ساتھی چنا کرتے تھے۔ طریقہ کار یہ ہوتا کہ لڑکیاں بھیڑ کی کھال میں خود کو چھپا لیتی تھیں، لڑکے باری باری آتے، بیر کی چھڑی

سے لڑکی کی پشت پر ہلکی سی ضرب لگاتے، ضرب لگنے پر اگر لڑکی اپنی جگہ چھوڑ دیتی تو لڑکا اسے لے کر چلا جاتا اور اگر لڑکی جگہ نہ چھوڑتی تو لڑکا آگے بڑھ جاتا۔ یہ رسم اس وقت ختم ہوتی جب آخری لڑکی بھی اپنی جگہ چھوڑ دیتی۔ اس دن کو ”یوم محبت“ اور رسم کو ”سینٹ ویلنٹائن ڈے“ کا نام دیا گیا۔

زانی پادری:

تاریخ یہ بھی بتاتی ہے کہ روم کے جیل خانے میں ایک ایسے شخص کو مقید کر دیا گیا جو راتوں کو لوگوں کے گھروں میں گھس کر عورتوں کے ساتھ زیادتی کیا کرتا تھا۔ اس قیدی کا نام پادری سینٹ ویلنٹائن تھا، جس کے نام سے اس تہوار کو منسوب کر کے شہرت دی گئی۔ جس جیل میں اسے قیدی بنا کر رکھا گیا تھا اس جیل کے داروغہ کی بیٹی اپنے والد کو روزانہ کھانا دینے جیل آیا کرتی تھی۔ پادری نے کسی طریقے سے اس لڑکی کو اپنی طرف مائل کر لیا جس کے نتیجے میں اسے جیل سے رہائی نصیب ہوئی۔ اس نے کچھ عرصہ داروغہ کی بیٹی کے ساتھ گزارا اور ایک دن اسے چھوڑ کر ایسا غائب ہوا کہ کچھ سراغ نہ ملا۔

ان رسوں یا باتوں میں سے کس رسم یا بات کا اطلاق ٹھیک طرح سے سینٹ ویلنٹائن ڈے پر ہوتا ہے اس کے بارے میں کوئی رہنمائی نہیں ملتی۔ یورپ کے بعض ملکوں نے اس تہوار میں بڑھتی ہوئی فحاشی کو دیکھ کر اس تہوار پر مکمل پابندی عائد کر دی تھی بلکہ ریاستی طاقت کے ذریعے اسے بالکل ختم کر دیا تھا مگر برطانیہ کے بادشاہ چارلس دوم نے نہ صرف اس تہوار کو دوبارہ شروع کیا تھا بلکہ اس کی سرپرستی بھی کی۔

دولت کمانے کا ذریعہ:

یورپ کے بعد جب یہ تہوار امریکا پہنچا تو امریکی تاجروں نے اسے دولت کمانے کا بہترین ذریعہ بنا لیا۔ اس تہوار کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے انہوں نے اس میں طرح طرح کے رنگ بھرنے شروع کیے۔ جب لوگوں کی دل چسپی اس تہوار میں بڑھنے لگی تو ان

تاجروں نے بھرپور طریقے سے مالی فوائد سینٹا شروع کر دیے۔ ہزاروں ڈالر مالیت کے ویلنٹائن کارڈ جاری کر دیے گئے، جس سے انہیں لاکھوں ڈالر کا منافع ملا۔ تاجروں کی پرکشش ترغیبات کی وجہ سے منافع کی رقم کروڑوں ڈالر تک پہنچ گئی۔ پاکستان میں چند سالوں کے دوران ویلنٹائن ڈے کو شہرت کی بلندیوں تک پہنچانے میں انہی تاجروں اور ملٹی نیشنل کمپنیوں کا ہاتھ ہے جو نئے طریقوں سے اس کی تشہیر کرتی ہیں اور بعد ازاں اپنی مصنوعات کی فروخت سے پیسہ کماتی ہیں۔

پاکستان میں ویلنٹائن ڈے:

پاکستان میں یہ تہوار برگر فیملیز، مختلف این جی اوز اور نام نہاد قلم کاروں کے ذریعے اپنے پاؤں پھیلانے کی کوششیں کر رہا ہے۔ اس کے علاوہ ہمارا الیکٹرونک میڈیا بھرپور طریقے سے اس کی تشہیر کر رہا ہے۔ رہی پرنٹ میڈیا کی بات تو وہ بھی آہستہ آہستہ اسی نقش قدم پر چل رہا ہے۔ سینٹ ویلنٹائن ڈے کے بارے میں فضول دلائل کے ذریعے مسلمانوں کو قائل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہیں کہ اس تہوار کو منانے میں دینی اعتبار سے کوئی حرج یا برائی نہیں ہے۔ یقیناً آزاد خیال لوگوں کے لیے اس تہوار میں اعتراض والی کوئی چیز نہیں ہے لیکن وہ اس حقیقت سے کیوں آنکھیں چراتے ہیں کہ اگر اس تہوار میں کوئی برائی نہیں تھی تو یورپ کے بعض ملکوں نے اس پر کیوں پابندی عائد کی تھی.....!! کیا یورپ و امریکا میں عیسائی قوم بھی اسی شان و شوکت سے مسلمانوں کا کوئی تہوار مناتی ہے؟ لازماً اس کا جواب نفی میں ہے۔

ہندوؤں نے سینٹ ویلنٹائن ڈے کا تہوار ہندوستان میں منانے کو اپنی ثقافت پر حملہ قرار دیا سوچے! ایک غیر مسلم دوسرے غیر مسلم کے تہوار کو اپنی ثقافت کے لیے خطرہ قرار دے رہا ہے اور ایک ہم ہیں کہ دالہانہ انداز میں غیر مذہب کے تہوار کا خیر مقدم کر رہے ہیں۔ مذہب سے قطع نظر اگر ذاتی حوالے سے دیکھیں تو بھی ایک شریف اور سنجیدہ شہری

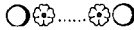
کے لیے یہ سوائے بے ہودگی کے کچھ نہیں۔ کیا کوئی غیرت مند اس بات کو برداشت کرے گا کہ کسی غیر مرد کا پیغام الفت اس کی بیوی، بیٹی یا بہن کے لیے آئے یا وہ ٹی وی، ریڈیو اور اخبارات کی زینت بنے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس تہوار کے ذریعے ہماری اسلامی روایات کو تباہ اور معاشرتی اقدار کو برباد کرنے کی سازش ہو رہی ہے۔ مغرب اور غیر مذاہب کے تہوار منانے کے یہ کون سے طریقے ہیں اور ان کی سرپرستی کیا معنی رکھتی ہے! سینٹ ویلنٹائن کی بے معنی اور غیر اخلاقی محبت کا پرچار کرنے والے اپنی تہذیب پر بدنما داغ ہیں۔ پاکیزہ جذبوں کے حوالے سے یورپ یا امریکا ہماری کیا رہنمائی کریں گے جو خود ان لطیف جذبوں سے نا آشنا اور گمراہیوں کے اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں۔ مسلمانوں میں بسنت جیسے ہندوانہ تہوار کے بعد عیسائی قوم کے پادری سینٹ ویلنٹائن کے مکرو فریب پر مبنی داستان کو ہم پر زبردستی کیوں لا دا جا رہا ہے؟ قوم کو اس تہوار کی نسبت سے ناچ گانے اور عیش عشرت کے اندھے کنوئیں میں دھکیل کر آخر کن لوگوں کے عزائم کی تکمیل کی جا رہی ہے۔

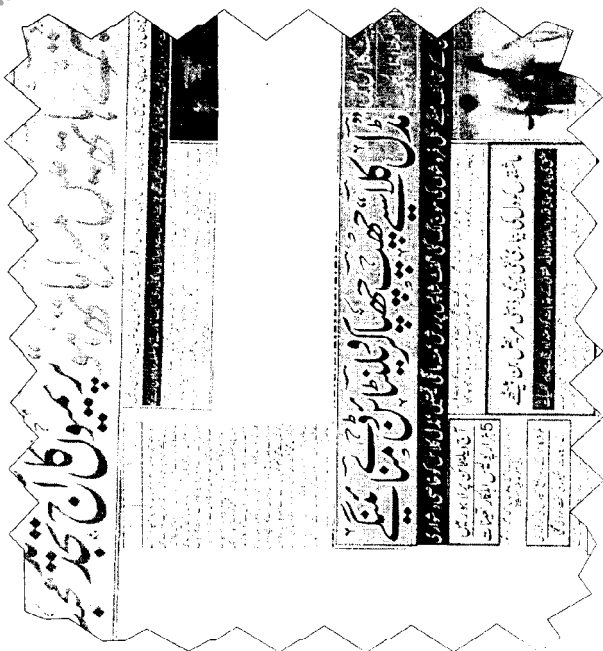
ویلنٹائن ڈے کے اس تاریخی پس منظر سے آگاہی کے بعد کوئی صاحب بصیرت انسان اس بات سے انکاری نہیں ہو سکتا ہے کہ یہ یوم اوباشی کلی طور پر فحاشی، عریانی، بے حیائی اور بد تہذیبی پر مبنی ہے۔ باعث افسوس ہے کہ اب مسلمان بھی اس بے حیا، بے شرم اور دوسروں کی بیٹیوں کی عزت پر ڈاکا ڈالنے والے عیسائی پادری کی روایات کو زندہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

جنسی بے راہ روی کا فروغ:

تاریخ ”ویلنٹائن“ کو محبت کا جذبہ رکھنے والا ایک بزرگ کہے یا بدکردار انسان، یہ ایک الگ بحث ہے مگر یہ بات ایک اٹل حقیقت ہے کہ ”ویلنٹائن ڈے“ بے حیائی کو فروغ دینے کا باعث ہے۔ اس کا مقصد صرف اور صرف عورت اور مرد کو ایک دوسرے کے قریب لانا

ہے اور جنسی بے راہ روی کو محبت کا لبادہ پہنانا ہے۔ ایک مسلم معاشرہ اس بات کی قطعی طور پر اجازت نہیں دیتا کہ ایک مرد غیر عورت کو یا ایک عورت کسی غیر مرد کو پھول پیش کرے اور اس کے ساتھ اخلاقیات کی حدود عبور کر لے۔ چاکلیٹ، کارڈز اور پھولوں کے تحفوں کے ساتھ ساتھ لو اسٹوریز پر مشتمل کتب اور فحش فلمیں ایک دوسرے کو پیش کریں۔ یہ رسومات اہل مغرب کے لیے تو ٹھیک اور بھلی ہیں مگر ہمارے معاشرے کے منہ پر ایک طمانچہ ہیں.....!





ویدلٹائن ڈے کی بھرپور کوریج کرتی لاہور کے دو بڑے اخبارات کی سرخیاں

ویلنٹائن ڈے کا فروغ اور میڈیا کا کردار

کسی بھی نیکی یا بدی کے پھیلنے میں میڈیا اہم کردار ادا کرتا ہے۔ عوام الناس چونکہ اس سے براہ راست منسلک ہوتے ہیں، اس لیے ہر وہ چیز ان کے قلوب و اذہان پر اثر کرتی ہے جو میڈیا کے ذریعے تشہیر پاتی ہے۔ ”ویلنٹائن ڈے“ کے فروغ میں بھی مغربی میڈیا کے ساتھ مشرقی میڈیا اور بالخصوص پاکستان کے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا نے خوب کردار ادا کیا۔ چند سالوں میں اس نام نہاد ”یوم محبت“ کو اتنا عام کر دیا ہے کہ اب پاکستان کے ہر شہر کے چھوٹے سے چھوٹے گلی محلے میں بھی آوارہ اور بدمعاش قسم کے لفنگے شریف زادوں کو پھول پیش کر کے اظہار محبت کرتے نظر آنے لگے ہیں۔ شرم و حیا اور غیرت کا جنازہ نکالنے میں میڈیا نے جو کردار ادا کیا اس کی چند جھلکیاں ہم یہاں پیش کرتے ہیں۔

آوارگی کے افکار:

”ویلنٹائن ڈے“ کے فروغ میں، پاکستان کے اخبارات میں سے سب بڑے اردو اخبار نے سب سے زیادہ سرگرمیاں دکھائیں۔ ہر سال کے گزرنے کے بعد آنے والے سال میں نت نئے افکار اور طریقوں کے ساتھ اس ”یوم محبت“ کو پیش کیا۔

اس اخبار نے نہ صرف یہ کہ ویلنٹائن ڈے کے موقع پر خصوصی ایڈیشن اور فنکاروں کے روپ دھارے ”کنجروں“ کے انٹرویوز شائع کیے بلکہ اس دن کے آنے سے قبل ہی ایسے اشتہاروں کو شائع کیا جاتا رہا کہ جس میں ویلنٹائن ڈے کو دل چسپ اور زبردست طریقے سے منانے کے خیال شامل ہوتے ہیں پاکستان کے سب سے زیادہ شائع ہونے

کے دعویدار روزنامے نے صفحہ اول پر تین کالم میں سینٹی میٹر لمبا اشتہار شائع کیا جس پر اخبار کی پیشانی کے ساتھ سرخ رنگ میں جلی حروف میں لکھا تھا ”اپنا پن“ نیچے درج تھا ”کسی اپنے سے کسی خاص موقع پر..... کوئی لمحہ..... کوئی احساس..... کوئی خوشی و مسرت..... کسی بھی موقع پر..... پیغام دیجیے اپنوں کو ”اپنا پن“ کے ذریعے۔“

سال 2002 کے ویلنٹائن ڈے کے موقع پر اسی اخبار نیا یک کثیر القومی بدیسی کمپنی کے تعاون سے اشتہارات شائع کیے جن میں نہ صرف یہ بتایا جاتا رہا کہ ویلنٹائن ڈے میں کتنے دن باقی ہیں..... بلکہ اسے منانے کے لیے ہر روز کوئی نہ کوئی اچھوتا خیال بھی پیش کیا گیا جیسا کہ 7 فروری 2002 کے اخبار میں شائع شدہ اشتہار پر لکھا تھا ”ویلنٹائن ڈے..... 7 دن بعد..... فریش آئیڈیا..... سمندر کنارے ایک شام.....“

باقی آئیڈیا دینے والے جملے کچھ یوں تھے:

..... اس ویلنٹائن ڈے پر..... چنا کسی کو اپنے لئے۔

..... ڈنر کے لیے ٹیبل بک کرائی یا نہیں؟

..... رکھو ایک الارم کلاک تاکہ نہ ہو لیٹ۔

..... خریدو ایک کارڈ جو کہہ دے ہر بات۔

..... ورلڈ کپ تو آتے جاتے رہیں گے..... پیار بار بار نہیں ہوتا۔

..... بسنت چھوڑ دو دل کی تار کھینچو۔

..... کرکٹ میچ دیکھتے رہے تو ہو چکا دل کا میچ.....

ان جملوں میں جو آئیڈیئے عوام کو دیے جا رہے ہیں۔ اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ ہمارا میڈیا کس قدر بے ہودگی اور ڈھٹائی کے ساتھ آوارگی، بد چلنی اور گناہ کی دعوت عام مہیا کرتا ہے۔

”ویلنٹائن ڈے“ سے ایک روز قبل اسی اخبار نے خصوصی کلر ایڈیشن بھی شائع کیا۔ فلمی

ادا کاروں کی تصویروں سے مزین اس صفحے پر عاشقوں کی نمائندگی میں ایک مضمون نگار رقم طراز ہے:

”کل پاکستان سمیت دنیا بھر میں ویلنٹائن ڈے (جدید محبت کا دن) منایا جا رہا ہے۔ مغرب میں لوگ یہ دن صدیوں سے مناتے چلے آ رہے ہیں۔ محبت کرنے والے جوڑے اس دن ایک دوسرے کو پھول اور تحائف پیش کرتے ہیں۔ محبت چونکہ انسان کی سرشت میں شامل ہے، شاید ہی کوئی انسان ایسا ہو جو کسی سے محبت نہ کرتا ہو۔ محبت کا اظہار کوئی بری بات نہیں، لہذا دنیا میں ویلنٹائن ڈے منانے کی روایت بڑھتی جا رہی ہے۔“

مغرب میں اس دن کو ایک تہوار کی حیثیت حاصل ہو گئی۔ مشرق والے اس سے نا آشنا رہے۔ گزشتہ صدی کے دوران جب ڈش کلچر کو فروغ حاصل ہوا تو مغرب میں ویلنٹائن ڈے کے حوالے سے ہونے والی تقریبات کی وجہ سے ویلنٹائن ڈے دنیا کے دیگر ممالک میں بھی مقبولیت حاصل کر گیا۔

مضمون نگار ”ویلنٹائن ڈے“ کی افادیت اور فروغ کے متعلق مزید لکھتا ہے:

ابتداء میں محبت کرنے والے جوڑے یہ دن ایک دوسرے کو سرخ گلاب کے پھول پیش کر کے مناتے تھے لیکن وقت کے ساتھ ساتھ اس دن کے منانے کے سلسلہ میں نئی نئی جدتیں اور روایات راہ پاتی رہیں اور محض پھولوں کی بجائے قیمتی تحائف بھی دیے جانے لگے۔ تحائف کے ساتھ ویلنٹائن کیک بھی دیے جانے لگے اور ’محبت‘ کرنے والے بڑے بڑے ہوٹلوں میں تقریبات بھی منعقد کرنے لگے۔ بعض ملکوں میں یہ تہوار اس قدر بڑے پیمانے پر منایا جاتا ہے کہ وہاں پھول کم پڑ جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ تحائف کے انداز میں بھی تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ چند برس قبل ہالی وڈ کی اداکارہ جولین مور کے ایک پرستار نے انہیں

دل کی شکل میں ایک غبارہ تحفے میں پیش کیا تھا۔ بعض افراد ولینٹائن ڈے کے حوالے سے اپنے محبوبوں کو نظمیں بھی تحریر کر کے بھیجتے ہیں۔ ولینٹائن ڈے منانے والوں کا کہنا ہے کہ یہ دن انسانی رویوں، محرکات، گفتگو اور عمل میں واضح تبدیلی بھی پیدا کرتا ہے۔ مضمون نگار لکھتا ہے:

”پاکستان میں مختلف طبقوں کے ساتھ فنکار بھی ولینٹائن ڈے بڑے جوش و خروش سے مناتے ہیں۔ اس مرتبہ فنکار یہ دن کیسے منائیں گے یہ جاننے کے لیے مختلف فنکاروں سے گفتگو کی گئی۔ ذیل کی رپورٹ اسی گفتگو پر مبنی ہے۔“^①

سوچنے کی بات!

اس تمہید کے بعد مضمون نگار نے پاکستانی کنجروں (فناکاروں) کے لمبے چوڑے بے باکانہ خیالات نقل کیے ہیں۔ عاشق چوہدری نے اپنے اس مضمون میں اپنے مذہب پر جان دینے والے رومن سینٹ کو دیوتا قرار دے کر ہیرو بنا کر پیش کیا اور یہ بھول گئے کہ ایک غیر مذہب اپنے مذہب کی خاطر جان کی قربانی دے کر سولی پر چڑھ گیا لیکن مسلمان کیسے لوگ ہیں جو اپنے مذہب کی تعلیمات، جو ولینٹائن ڈے جیسی خرافات کی نفی کرتی ہیں کو پس پشت ڈالے غیر مذہب کے کارنامے پر فخر کر رہے ہیں اور اس کی یاد میں اپنی ہی مسلمان بہنوں اور بیٹیوں کو محبوبہ کے القابات دے کر پھول، کارڈ، غبارے اور کیک پیش کر رہے ہیں۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

حیا کی کمی!

پاکستان کے بھولے بھالے نوجوانوں اور دوشیزاؤں کو کمال ڈھٹائی سے محبت والفت اور عشق کے کھیل رچانے کے درس دینے والے ان ”دانشوروں“ کی بہن یا بیٹی سے کوئی

یونہی اظہار محبت کرتے ہوئے پھول، کارڈ یا ایک پیش کرے تو کیا وہ گوارا کرتے.....؟
 یا پھر آوارہ قسم کے لفنگے جو اپنے آپ کو عاشق کے روپ میں پیش کرتے ہیں، جب
 ان کی بہن یا بیٹی سے کوئی یوں اعلانیہ اظہار محبت کرے تو ان کا رد عمل کیا ہوگا.....؟ یقیناً وہ
 نہ صرف غصے سے لال پیلے ہو جائیں گے بلکہ انتہائی قدم اٹھاتے ہوئے اس کی جان لینے
 سے بھی دریغ نہیں کریں گے کیونکہ یہاں ان کے اپنے گھر کی عزت کا معاملہ ہے۔ کاش!
 غیروں کی بیٹیوں اور بہنوں سے اظہار محبت کا درس دینے والے یہ بدنام لوگ پہلے اپنی بہو
 بیٹیوں کی طرف ایک نظر دیکھ لیا کریں تاکہ ان کی نظروں میں حیا پیدا ہو جائے اور غیر کی
 ماں، بہن اور بیٹی بری نظر سے بچ جائے۔

ایک اور روزنامے کے تحت ویلنٹائن ڈے کے موقع پر خیالات کا تبادلہ اور پیغامات
 پہنچانے کا خصوصی اہتمام کیا گیا اور اخبار کے مکمل دو صفحے ”پیغامات“ پر مشتمل شائع کیے
 گئے۔ اس کے ذریعے مغربی تہذیب کی دلدادہ نوجوان نسل نے ایک دوسرے کو کون سے
 پیغامات دیئے۔ ان کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں۔

عاشقوں کے نامے!

..... شکر گڑھ کی صائمہ علی کے لیے!

”میری جان! میں تمہیں اس دنیا کی، سوائے محبت سے بھرے ہوئے ایک دل

کے اور کوئی چیز نہیں دے سکتا۔ Happy Valentine Day“

(شکر گڑھ کے علی کی طرف سے)

..... اپنی رمیا کے نام!

”اپنی زندگی کی تمام خوشیاں، رعنائیاں، رنگینیاں اس خالص شخص کے نام جس

نے میری زندگی میں آکر اس کو بہت خوب صورت بنا دیا۔“

(ڈاکٹر سلمان کھیل، فیصل آباد)

..... عائشہ!

”میری جان تو جہاں بھی رہے خوش و کامیاب رہے آئی لویو! عائشہ جان!“
(حافظ طاہر، گوجرانوالہ)

..... عزیز از جاں۔ شاہدہ!

”تمہیں زندگی کا نیا سفر مبارک ہو، اس ویلنٹائن ڈے پر میری طرف سے تمہیں
دل کی گہرائیوں سے مبارک باد ہو۔ تمہاری چاہنے والی۔“
(ثروت نواز)

..... پیاری حمیرا!

”آئی لویو۔ تم جانتی ہو میں دل کی گہرائیوں سے تمہیں چاہتا ہوں۔ میری طرف
سے محبت کا یہ دن تمہیں بہت بہت مبارک ہو۔“
(ایم اے خان، لاہور)

..... سعدیہ!

”تم میری ہو، میں تمہارا ہوں، ویلنٹائن ڈے محبت کی انمول یاد دلاتا
ہے۔“
(سلطان شفیق، خانیوال)

..... میری جان ملک صاحب!

”آج کا دن ہماری محبت میں مزید پیار بڑھاتا ہے۔ میرا سب کچھ تمہارے
نام۔“

(ارسلان خان، خانیوال)

..... ڈاکٹر عاصمہ جان!

”پیار ہمیشہ خوش نصیبوں کو ہی ملتا ہے۔ میں ایک مرتبہ پھر اس کا اظہار کرتا ہوں
کہ شاید اس ویلنٹائن پر آپ کو یقین آجائے۔ سدا خوش رہو۔“
(طارق محمود، لاہور)

..... حجاب آئی لویو! ❀

”تم سے اچھا نہ کوئی ہے نہ کوئی ہوگا نہ کوئی ہو سکتا ہے۔ میں تمہیں بہت مس کر رہا ہوں۔“

(محمد آصف، لاہور)

..... میری ماحین کے نام! ❀

”تجھے یقین نہ ہو مگر یہ سچ ہے ماحین! میں تیرے واسطے عمریں گزار سکتا ہوں۔ یہی نہیں کہ فقط تجھے جیتنے کی خواہش ہے میں تیرے واسطے خود کو بھی ہار سکتا ہوں۔“
(تمہارا رضی، کلا سکے گوجرانوالہ)

..... جان سے پیاری نینا! ❀

”یہ پیغام تمہاری امی جان کے نام جو ہمارے پیار سے واقف نہیں۔ آنٹی! میں آپ کی بیٹی سے پیار کرتا ہوں۔“

(زہبی)

..... مریم، پونم، فرح اور رحیمہ! ❀

”اس پھولوں بھرے ویلنٹائن ڈے کے موقع پر ہماری دعائیں آپ لوگوں کے ساتھ ہیں کہ تم سب ہمیشہ مسکراتی رہو اور تمہاری مسکراتی آنکھیں ہی ہم سب بھائیوں کی خوشی ہیں۔“
(شہاز، وقاص، اویس، قاسم، سمید، ایمان، سنی، لاہور)

..... ڈیئر حماد! ❀

”شاید تم نہیں جانتے کہ میں تم سے کتنا پیار کرتی ہوں۔ آئی لویو۔“

(سارہ)

..... میری پیاری غمی! ❀

”میں تمہیں بہت Miss کرتا ہوں اور میری پرنس مجھے تمہاری بہت ضرورت ہے۔“
(ہنی)

..... رضوانہ! ❀

”ویلفٹائن ڈے پر میں آپ کو بہت یاد کر رہا ہوں، ان شاء اللہ اگلے برس اسی دن 14 فروری کو ہم اکٹھے ویلفٹائن ڈے منائیں گے۔“

(ماجد بیک مرزا، اوکاڑہ کینٹ)

..... ڈیئر جہانگیر! ❀

”اس ویلفٹائن ڈے کے موقع پر تمہیں بتانا چاہتی ہوں کہ میں تمہیں بہت Miss کرتی ہوں۔“

(سعدیہ، اسلام آباد)

..... مائی ڈیئر کرن! ❀

”میں آپ سے بہت محبت کرتا ہوں لیکن اس لیے اظہار نہیں کرتا کہ کہیں آپ ناراض نہ ہو جائیں۔“

(فاروق حسین، ڈیرہ غازی خان)

..... مائی ڈیئر مگیتزر زاہدہ کنول! ❀

”میں ویلفٹائن ڈے پر آپ کو بہت زیادہ Miss کروں گا۔ ہر آنے والا دن ہماری چاہتوں اور خوشیوں بھرا ہوگا۔ میں آپ کو اپنی جان سے زیادہ چاہتا ہوں۔“

(غلام عباس کجھر، بورے والا)

..... طاہرہ بلوچ کے نام! ❀

”ویلفٹائن ڈے کے موقع پر میں اپنی کلاس فیلو طاہرہ بلوچ کو اس دن کی مناسبت سے دل کی گہرائیوں سے روزنامہ ”.....“ کے توسط سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔“


(محمد شعیب فاروق اعوان، ڈی جی خان)

..... شعیب جانی کی جان! ❀

”میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں، تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا، تمہاری یاد ہر لمحے مجھے آتی ہے، تمہاری مسکراہٹ مجھے بہت تڑپاتی ہے، اللہ کرے تم اسی

(شبی جانی شہیر احمد)

”طرح ہمیشہ مسکراتی رہو۔“


..... ڈیر آسمہ! 

”میری طرف سے ویلنٹائن ڈے مبارک ہو۔“

نہ دیکھ زمانے کی گرد آنکھوں سے

تجھے خبر نہیں تمہیں کتنا پیار کرتے ہیں


(ظہیر بابر خان تنولی)

..... پیاری ہما نور! 

”تم کو اس ویلنٹائن دن کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہزاروں خوشیاں

نصیب ہوں اور تم ہمیشہ مسکراتی رہو اور سدا خوش رہو۔“

(رضوان نصیر، لاہور)


..... پیاری الف سعدیہ! 

”ویلنٹائن ڈے مبارک ہو، ستارے چاند سے محبت کرتے ہیں، خوشبو پھولوں سے

محبت کرتی ہے، اور میں تم سے محبت کرتا ہوں، مٹھائیوں کی طرح، میٹھی، پھولوں کی

طرح مہکتی رہو اور سدا مسکراتی رہو۔“

(بگ، بیوشین)


..... پیاری آسیہ! 

”تمہارے چاند سے چہرے کی دید اور مسکراہٹ کے لیے ہم کچھ بھی کر سکتے

ہیں، اگر میرے محبت بھرے دل کو تم اس قابل سمجھو تو صرف ہاں کہنا، نہیں تو کچھ

نہیں کہنا.....“

(عاطف اقبال خان، اوکاڑہ)

..... ڈیر صفیہ روشنی! 

”تم بہت اچھی ہو جو غور و فکر کرتا ہے وہ اصل حقیقت پالیتا ہے۔ صفیہ روشنی! آپ

کے آنگن میں ہر پھول کھلے جیسے تم چاہو جس کی تم تمنا کرو۔ میری طرف سے دل

کی تمام تر گہرائیوں سے تمہیں ویلنٹائن ڈے مبارک ہو۔“

(عہد صائم غوری، ملتان)

..... اپنے ویلنٹائن کے نام!

کیا ہے عہد تو اس کو نبھاتے رہنا
میں جب تلک بھی جیوں مجھ کو چاہتے رہنا
میں ہر حال میں مسکراتی رہوں گی
تمہاری محبت اگر ساتھ ہوگی

(روبی رضوی، لاہور کینٹ)

..... ظفر عباس کے نام!

”تمہارا ساتھ ہو تو سارے موسم اچھے لگتے ہیں۔ ورنہ بے مزہ ہیں پھول، خوشبو

(جان ظفر عباس)

اور ویلنٹائن ڈے۔“

دیکھا جائے تو پاکستان کے اس بڑے روز نامے نے پاکستان میں بالخصوص نوجوان
نسل میں ویلنٹائن ڈے کے فروغ میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ رہی پاکستان کے
دوسرے چھوٹے روزناموں کی بات تو اس بڑے روزنامے کی طرح پاکستان کے دیگر
چھوٹے اخبارات نے بھی کوئی کمی نہیں چھوڑی اور بڑے ذوق و شوق سے اس بے حیائی کا
سہرا اپنے سر باندھنے کی کوشش کی۔

سال 2003ء کے 14 فروری کے روز راقم پاکستان کے سب سے پسماندہ علاقے
تھر پارکر میں تھا اس روز اندرون سندھ اور کراچی کے اخبارات کا مشاہدہ کر کے انتہائی
افسوس ہوا کہ یہ اخبارات بھی اس دن کے فروغ میں کسی سے کم نہیں ہیں۔ کراچی سے شائع
ہونے والے ایک اخبار نے صفحہ اول پر ویلنٹائن کی اشاعت کی اور اور خصوصی چوکھٹے لگا
ویلنٹائن ڈے کارڈ اور لڑکیوں کی پھول خریدنے کی تصاویر شائع کرنے کے ساتھ جو خبریں

لگائیں ان کی سرخیاں کچھ یوں تھیں۔

”دنیا بھر میں محبت کے متوالوں نے ویلنٹائن ڈے منایا“ ”حیدر آباد میں محبت بھری جذبوں کے ساتھ ویلنٹائن ڈے منایا گیا“

محبت کرلو جی بھرو!

کراچی سے ہی شائع ہونے والے ایک دوسرے اخبار نے اپنی خصوصی اشاعت میں ساحل سمندر پر کھڑے لڑکے لڑکیوں کی تصاویر شائع کیں اور تین کالمی سرخی جمائی ”محبت کرلو، جی بھرو“..... عالمی یوم الفت پر عہد و پیمان، تحائف کے تبادلے..... ایک روزنامے نے اس روز کی اشاعت میں نہ صرف یہ کہ دل فریب خبروں اور تصاویر سے ویلنٹائن ڈے کا خصوصی استقبال کیا بلکہ اپنے صفحہ اول کے نصف صفحہ پر مشتمل ویلنٹائن ڈے کے پیغامات شائع کرنے کا بھی خصوصی اہتمام کیا۔

سال 2004ء کے ویلنٹائن ڈے کے فروغ میں دیگر اخبارات کی طرح دوپہر کے اخبارات نے بھی ویلنٹائن ڈے سے ایک ہفتہ قبل ہی اپنے اخبار کے رنگین دو صفحے ”ویلنٹائن ڈے کے پیغام اپنے چاہنے والوں کے اور پیاروں کے نام“ کی سرخی سے پیغامات شائع کرنے پر خاص کیے رکھے..... لاہور، دوپہر کے اخباروں نے بھی یہی ریت اپنائی اور ویلنٹائن ڈے پر ہفتہ بھر مفت پیغامات شائع کرنے کا خصوصی اہتمام کیا.....

پاکستانی اخبارات کے ساتھ ساتھ میڈیا پر راج کرنے والا برطانیہ کا عالمی نشریاتی ادارہ ”بی بی سی اردو“ بھی اس میں پیش پیش رہا اور اس نے بھی ”آپ کے خیالات..... ویلنٹائن ڈے آپ کیا کر رہے ہیں.....؟“ کے عنوان سے ریڈیو اور ویب سائٹ پر اہتمام کیا۔

پی ٹی وی کی ”خدمات“:

پاکستان ٹیلی ویژن نے اس ”یوم محبت“ کے فروغ میں جو خدمات پیش کیں اس کا

اندازہ کراچی کے معروف روزنامہ ”امت“ کے کالم نویس سیلانی کے ایک کالم سے لگایا جا سکتا وہ لکھتے ہیں:

سیلانی کے موبائل فون کی مترن گھنٹی نے اس کی توجہ جھلمل جھلمل کرتی اسکرین پر نمودار ہونے والے نمبر کی طرف کرائی.....

”سیلانی بھائی السلام علیکم..... عید مبارک“ آواز کسی خاتون کی تھی۔

”علیکم السلام.....“ سیلانی کی بات منہ میں ہی رہ گئی۔ ”میں مسز الیاس ہوں“

”اچھی بات ہے حکم کیجئے.....“

”بھائی حکم کیسا میں تو درخواست کر رہی ہوں کہ آپ ار وقت کہاں ہیں؟“

”ابھی ابھی گھر پہنچا ہوں ہاتھ منہ دھونے والا تھا کہ.....“

”بعد میں دھو لیجئے گا، پہلے ذرا ٹیلی ویژن تو آن کریں، دیکھیں پی ٹی وی ورلڈ والے

کیا کر رہے ہیں؟“ مسز الیاس نے سیلانی کا تجسس بڑھا کر رابطہ منقطع کر دیا۔

”ابھی دیکھتے ہیں۔“ سیلانی بڑبڑا کر اور گردن کے گرد کندھوں پر پڑا تولیہ مسہری پر

اچھالتا ہوا ٹیلی ویژن کی طرف بڑھا۔ ہاتھ بڑھا کر بٹن دبایا اور چینل بدلاتا تو سامنے اسکرین پر

نوجوان جوڑا قابض دکھائی دیا۔ داڑھی مونچھوں سے فارغ سلکی بالوں والا وہ برگر نوجوان

صوفے کے ایک کونے پر ناٹکس پھیلائے بیٹھا تھا، دوسرے کونے پر شرم و حیا سے دور ایک

محترمہ ان کا ساتھ دینے کے لیے موجود تھیں۔ اس صوفے کے پیچھے دو دلوں کے کارٹون

متحرک تھے جو لہکتے اچھلتے آنکھیں مٹکاتے ایک دوسرے پر داری صدقے ہو رہے

تھے، خاصا رومان انگیز منظر تھا۔..... پی ٹی وی ورلڈ کے سیٹ ڈیزائنر نے بہت محنت سے

ویلڈائن ڈے کی خصوصی نشریات کے لیے سیٹ بنایا تھا..... اسکرین کے نچلے حصے پر خصوصی

نشریات کے اسپانسر ”کلو زاپ“ کی اشتہاری پٹی دکھائی جا رہی تھی اور وہ برگر لڑکا اور لڑکی

اس نشریات کے میزبان تھے۔

”صدف! آج ڈیٹ کیا ہے؟“ لڑکے نے دانت نکالتے ہوئے پوچھا۔

”14 فروری“ لڑکی نے مسکراہٹ اچھالتے ہوئے بتایا۔

اس مسکراتے جواب کے بعد میزبان نے 14 فروری کا تعارف کرانا ضروری سمجھا اور کیسے نہ سمجھتا..... اس کو لایا ہی اسی مقصد کے لیے گیا تھا، وہ بتانے لگا، ”یہ دن پوری دنیا کے نوجوانوں کے لیے خاص کر بہت اہم ہوتا ہے، بتایا جاتا ہے کہ ہم کسی کی بہت اسپیشل کیئر کرتے ہیں.....“

صدف صاحبہ اس تعارف پر نمائشی مسکراہٹ بکھیرنے لگیں..... سیلانی نے ٹیلی ویژن کا بیٹن دبا کر اسکرین تاریک کر دی، کہ ان رنگوں سے تاریکی بہتر تھی۔ کاش وہ مسز الیاس کے کہنے پر ٹی وی آن نہ کرتا۔ اچھا خاصا موڈ تو آف نہ ہوتا۔ وہ برا سا منہ بنائے ہاتھ روم میں گھس گیا اور جب نہادھو کر باہر نکلا تو ٹی وی کی اسکرین پہلے والے منظر ہی پیش کر رہی تھی، فرق صرف یہ تھا کہ فری سیکس کے علم بردار سینٹ ویلنٹائن کا وہ چملا قوم کی بچیوں کو میری اور آپ کی بہنوں کو ویلٹائن ڈے منانے کا طریقہ بتا رہا تھا۔ اس نے صوفے کے پیچھے پڑی ٹرے سے گلاب کا پھول لیا اور صدف صاحبہ کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا..... ”کتنی خوشی ہوتی ہے جب کوئی آپ کو یہ بتائے کہ آپ اس کے لیے اسپیشل ہیں۔“

”جی بالکل“ صدف نے فوراً سر ہلادیا اور ساتھ ہی باپھیں پھیلانا شروع کر دیں۔

”اور اس کا اظہار پھول دے کر بھی ہو سکتا ہے اور اس چاکلیٹ سے بھی..... ذرا یہ

پھول لیں۔“ صدف صاحبہ نے جھٹ سے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔

”واقعی بہت خوشی ہوتی ہے.....“ سیلانی دانت کچکا کر بڑبڑایا۔ ”آپ کی بہن بھی ایسے

گلدستے وصول کر کے آپ کے دل کو ٹھنڈک اور خوشی فراہم کر سکتی ہے..... آپ اسے بھی

چانس دیں، کیا دیں گے اجازت؟.....“ سیلانی کی خود کلامی درمیان میں ہی رہ گئی، موبائل

فون کی گھنٹی جو بول رہی تھی، اس نے فون اٹھایا، وہی..... 58 کا نمبر تھا۔

”جی باجی! دیکھ لیا آپ کا ٹی وی۔“

”سیلانی بھائی میرا ٹی وی؟ اگر ایسا ہوتا تو میں آپ کو کبھی فون نہ کرتی، میں تو حیران رہ گئی کہ پی ٹی وی کو ہو کیا گیا ہے؟..... مجھے کچھ سمجھ نہیں آیا، بس آپ کو فون کر بیٹھی..... بھائی آخر! ہم کس سمت جا رہے ہیں، یہ، یہ..... کیا ہو رہا ہے۔“

”بھن؟ یہ بے سمت سفر ہے، اس میں منزل نہیں بتا ہی ملتی ہے۔ معاشرتی انتشار ملتا ہے، اب کیا کہیں کہ اس انتشار کو ہمارے رہنما منزل ٹھہرا بیٹھے ہیں۔“

میں تو اپنی ہی نظروں سے گر گئی:

”آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔“ مسز الیاس نے سیلانی کی تائید کی اور کہنے لگیں: ”سیلانی بھائی! ہم تین سال پہلے ہی کینیڈا سے آئے ہیں اور صرف اس لیے کہ بچی بڑی ہو رہی ہے..... میرے شوہر انجینئر ہیں، وہاں سترہ سالوں سے رہائش پذیر تھے۔ ارباب پیدا ہوئی تو میں نے ضد پکڑ لی کہ بس اب واپس چلو، یہاں کا ماحول ٹھیک نہیں ہے۔ کل کو ہماری بچی بھی بوائے فرینڈز کے ساتھ گھومتی پھرے تو ہم کیا کر لیں گے؟ میرے شوہر نے بہت اعتراض کیا اور کہا: ”وہاں کیا کروں گا، کوئی کام نہ دھندہ“..... مگر میں نہ مانی، آخر کار انہیں میری ضد کے آگے ہار ماننا پڑی اور ہم یہاں چلے آئے۔ یہاں پہلا تحفہ ایک فراڈی انوسٹر نے دیا اور اڑتیس لاکھ بٹور کر غائب ہو گیا۔ اس نقصان نے ہماری کمر توڑ دی لیکن الیاس نے ہم سے ایک لفظ تک نہیں کہا۔ انہوں نے تو مجھے بتایا تک نہیں۔ یہ بات مجھے اپنے بہنوئی سے پتا چلی۔ میں نے پوچھا تو طنزیہ نگاہوں سے ایسے دیکھنے لگے جیسے کہہ رہے ہوں اور آؤ پاکستان.....“ اور آج پی ٹی وی پر ویلنٹائن ڈے کا یہ پروگرام دیکھ کر وہ ویسی ہی طنزیہ نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے کمرے سے باہر چلے گئے۔ سچی بات ہے سیلانی بھائی! میں تو اپنی ہی نظروں میں گر گئی۔ مجھے بتائیں اگر یہ ویلنٹائن ڈے ہی منانے تھے تو کینیڈا کیا برا تھا؟ آپ اس سلسلے میں کچھ کریں ناں“

”مثلاً“ سیلانی نے پوچھا۔

”آپ جرنلسٹ ہیں، آپ کے رابطے ہیں، آپ منسٹروں وغیرہ سے بات کریں، انہیں بتائیں کہ یہ سب غلط ہے۔“

کس سے کہوں، کمال اتاترک کے باکمال مرید سے، جو ان میلوں ٹھیلوں کے اتنے دل دادہ ہیں کہ بسنت پر امریکا سے بیٹے کو بھی بلوا لیتے ہیں..... وزیر اطلاعات شیخ رشید سے بات کروں گا، وہ جناب تو بسنت کے سرکاری مجرے میں خود مہمان خصوصی تھے۔ لے دے کر دینی سیاسی جماعتیں ہی رہ جاتی ہیں جن کے رہنما کبھی کبھار چوراہوں میں ٹی وی سگسار کر کے دھواں دھار تقریر کر کے فرض پورا کر لیتے ہیں.....“

”تو پھر“ سیلانی کی کینیڈا ریٹرن بہن نے تشویش زدہ لہجے میں پوچھا۔

”بہنیں ہماری ہیں، بیٹیاں ہماری ہیں، ہمیں ہی کوئی Step اٹھانا ہوگا، ہمیں تو میڈیا کی دلدلی غار میں الٹا لٹنے والی چگاڑیاں ان کے سروں پر دوپٹے اور چادریں نہیں رہنے دیں گی..... کیا بہن بیٹیوں کی آنکھوں کی شرم و حیا کے لیے 14 کروڑ پاکستانیوں میں 4 ہزار بھی ایسے نہیں جو پانچ ٹی وی سینٹروں کا گھیراؤ کر سکیں، جو پرائیویٹ چینلوں کے دفاتروں پر دھرنا دے کر بیٹھ جائیں..... ہم اس کے لیے قاضی، نورانی، فضل الرحمن، لکھوی اور دوسروں کا انتظار کیوں کریں؟ مگر میری بہن اس کام کے لیے غیرت چاہیے اور اس کا تو برسوں پہلے ہی کسی عید قربان پر قربانی کے ساتھ جھٹکا کر چکے ہیں، اب تو صرف بے جان لاشہ ہے۔ ٹھنڈا، بے جان اور بے حس و حرکت لاشہ.....“ سیلانی کے لہجے میں دنیا جہاں کی تلخی آگئی تھی۔ وہ نہ جانے کیا کچھ بولتا رہا جب اسے احساس ہوا تو فون کا رابطہ منقطع ہو کر بے جان ہو چکا تھا۔ ”تو نے بھی دم دے دیا“ سیلانی نے پیلھی طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ بے جان فون سے کہا اور ہتھیلی میں دبا فون دیکھتا رہا، اور دیکھتا چلا گیا۔ ①

کبھی سوچا؟

اس بے حیائی و بے شرمی کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے سامنے بند باندھنا اکیلے سیلانی کا کام نہیں بلکہ ٹی وی، اخبار اور رسائل کا احتساب قوم کے ہر اس فرد کا فرض ہے جو اپنے قلب میں ایمان و اسلام کی تھوڑی سی بھی رقت رکھتا ہے..... ورنہ مغرب کے لونڈے تو صدیوں سے یہ دن منا رہے ہیں اور صدیوں سے مغرب میں 14 فروری کی آمد کے ساتھ ہی انسانوں کی بدحواسی اور بے لباسی کے بہت سے مناظر دیکھنے میں آ رہے ہیں مگر پہلی مرتبہ یہ منظر، یہ رنگ پاکستان کی سرزمین پر بھی اتر رہا تھا پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ انٹرنیٹ کی وجہ سے اخبارات نے ”یوم ویلنٹائن“ کی آمد کا اعلان کیا۔ اس سے پہلے آج تک پاکستانی معاشرہ اس یوم کے نام سے بھی ناواقف تھا۔ پاکستانی اخبارات میں پہلے دن جب ”کوریز سرورس“ کے اشتہارات شائع ہوئے جس میں ”ویلنٹائن ڈے“ کے موقع پر تحفے تحائف کی ترسیل اور انعامات کی تقسیم کے اعلانات شائع ہوئے تو ملک بھر کے نوجوان ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے کہ ”یہ کیا بلا ہے“

ملک کے چند بڑے شہروں میں آباد عالی شان جزیروں میں رہنے والی ”امیر، گم راہ اور بے لگام اقلیت“ کے گھروں میں انٹرنیٹ پر بیٹھنے والے بچوں اور بچیوں کی ایک قلیل تعداد کو معلوم تھا کہ ”یہ دن کیوں آتا ہے..... مگر ملک کے طول و عرض پر پھیلے ہوئے کروڑوں عوام حتیٰ کہ عیسائیوں کی آبادی کو بھی اس دن (یوم ادبائی) کی اس سے پہلے خبر نہ تھی۔

ابلاغی طاقت کا اندازہ، پاکستانی صحافت اور ٹی وی کا بے باکانہ مظاہرہ اسی ایک چھوٹے واقعے سے لگایا جاسکتا ہے کہ اخبارات کی خبروں نے یہ تاثر دیا کہ پاکستانی قوم نہ جانے کب سے ”ویلنٹائن ڈے“ منا رہی ہے۔

نالہ دل!

پاکستان میں چند سالوں میں جس تیزی سے ویلنٹائن ڈے معروف ہوا ہے..... اور

گز رہے چند سالوں میں جس عیش و مستی اور ”شان و شوکت“ سے اہلیانِ پاکستان نے ہندو نہ تہوار ”بہشت“ کو منایا، اس سے ہندوستان کے ہندو تو اپنی جگہ شرم سار ہیں مگر یہی کہ تہوار ہمارا تھا لیکن مسلم ہم سے بھی زیادہ اہتمام اور شان سے مناتے ہیں لیکن یہ بات بھی اپنی جگہ ہے کہ ایسے میں مسلم تشخص کی بقاء کی امید بہت کم ہے۔ پاکستان میں کئی ایک صاحب اس پر آواز بھی اٹھاتے نالہ دل کہتے اور آہ و فغاں کرتے آئے ہیں لیکن نقار خانے میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے۔ سال 2003ء کے ویلفئرن ڈے پر روزنامہ امت کے معروف صحافی احسان کوہاٹی صاحب نے نالہ دل کہا تھا..... شاید ان کے لکھے یہ الفاظ کسی کو راہِ راست پر لے آئیں۔

غیرت کا جنازہ:

”تم انہیں صحافی کہتے ہو، جرنلسٹ سمجھتے ہو، ان لفظوں کے معنی بھی پتا ہیں، قلم کی حرمت کا علم ہے انہیں؟ صحافت کی ذمہ داریوں کا ادراک رکھتے ہیں یہ؟ بڑے اباسیلانی پر برس ہی تو پڑے، غصے سے ان کی آنکھیں سرخ ہو گئیں، گلے کی رگیں پھول گئیں، نتھنے پھولنے پچکنے لگے، سیلانی ہکا بکا کبھی کامی بھائی کا منہ تکتا اور کبھی دروازے میں کھڑی بھابھی کو دیکھتا۔ اسے بڑے ابا کی ناراضگی کی وجہ سمجھ نہیں آ رہی تھی، آتی بھی کیسے.....!! اس نے جب کچھ کہانہ سنا، صرف سلام ہی تو کیا تھا اور بس بڑے ابا برس پڑے۔ وہ کامی بھائی کے گھر آیا ہوا تھا اور ڈرائنگ روم میں پاکستان آسٹریلیا کے میچ پر ماہرانہ تبصرہ کر رہا تھا کہ بڑے اباخلاف معمول سیلانی سے ملے بغیر دروازے کے ساتھ گزرنے لگے، کامی بھائی نے یہ سمجھ کر کہ بڑے ابا کی مہمان پر نگاہ نہیں پڑی، انہیں متوجہ کیا ”بڑے ابا! دیکھیے کون آیا ہے، ملک کا پانچواں ستون صحافت کا روشن ستارہ.....“ بھائی جان نے یہ تعارف سیلانی کے کان کھنچوانے کے لیے کیا تھا کہ ہمیشہ کی طرح بڑے ابا چند جملے اچھال کر پرانی دلی کے مزیدار قصے سنائیں گے مگر وہاں تو معاملہ ہی دوسرا تھا، بڑے اباحت غصے میں تھے اور یہ سارا حملہ

سیلانی پر تھا جو بیچارہ ہکا بکا کھڑا دوسروں کا منہ تک رہا تھا۔

”اباجی! کیا ہوا خیریت تو ہے، طبیعت ٹھیک ہے؟ کامی بھائی نے بڑے ابا کے

کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے نرمی سے پوچھا: ”لگتا ہے آپ کا بلڈ پریشر ہائی

ہو رہا ہے، آئیں یہاں بیٹھیں“

”ارے چھوڑو مجھے، میں خود بیٹھ سکتا ہوں، بچہ سمجھ رکھا ہے کیا“..... اباجی غصے میں

بڑبڑائے۔

”بڑے ابا کی طبیعت ٹھیک نہیں لگتی، کامی بھائی نے معذرت خواہانہ انداز میں سیلانی کو

دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ خود حیران تھے کہ آج بڑے ابا کو کیا ہو گیا، وہ تو سیلانی کی آمد پر بڑے

خوش ہوا کرتے تھے۔ خوب گپ شپ لگاتے تھے اور سیلانی کی تحریروں کے جملے پکڑ پکڑ کر

اس کے کان کھینچتے مگر آج نجانے انہیں کیا ہو گیا۔

”آخر بات ہے کیا کچھ تو پتہ چلے، کامی بھائی نے پانی کا گلاس بڑے ابا کی طرف

بڑھاتے ہوئے نرمی سے پوچھا۔ انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا، خاموشی سے پانی کے

چھوٹے چھوٹے گھونٹ بھرے اور لمبی لمبی سانسیں لینے لگے، بھائی جان نے پھر کچھ کہنا چاہا

تو انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے خاموش کرادیا۔ تھوڑی دیر میں ان کی حالت قدرے

بہتر ہوئی تو سیلانی کی جانب متوجہ ہوئے ”میاں معذرت چاہتے ہیں، ذرا خون کھول

گیا..... دل میں ایک بھڑاس سی جمع تھی جو نکل گئی.....“

”ارے بڑے ابا! میں بھی آپ کا بیٹا ہی ہوں، اس میں معذرت شعذرت کیسی، مجھے تو

کچھ بُرا نہ لگا، بزرگ اپنے بچوں کو نہ ڈانٹیں گے تو کس کے کان پکڑیں گے.....“

”بڑے ابا پر الزام لگا رہے ہو“ کامی بھائی نے سیلانی کی بات کاٹی اور مسکراتے ہوئے

بولے ”تمہارے کان کب اور کس نے پکڑے، یہ کام تو ابھی باقی ہے۔“

”ہاں میاں! یہ تو ابھی باقی ہے ادھر آؤ، ادھر آؤ..... یہاں بیٹھو“ بڑے ابا نے سیلانی کو

اپنے پاس قالین پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور جب سیلانی آ بیٹھا تو کان کھینچتے ہوئے کامی بھائی سے کہا جاؤ میاں ذرا آج کا اخبار تولے آؤ۔“

”آج کے اخبار میں کوئی خاص بات ہے کیا؟“

”خاص بات.....“ بڑے ابا کی پیشانی پر پھر بل پڑ گئے۔ ”ابھی بتاتا ہوں، ابھی بتاتا ہوں۔“ تھوڑی ہی دیر میں کامی بھائی کان سے موبائل فون لگائے اخبار اٹھا لائے اور اخبار بڑے ابا کو دیتے ہوئے ڈرائنگ روم سے باہر نکل گئے۔

”یہ کیا ہے؟“ بڑے ابا نے ملک کے سب سے بڑے کثیر الاشاعت اخبار کے صفحہ اول پر ایک چھوٹے سے اشتہار پر انگلی رکھتے ہوئے پوچھا۔ یہ ویلفائن ڈے کے حوالے سے ”کلو زاپ“ کا اشتہار تھا جس میں لکھا تھا ”ویلفائن ڈے..... دن بعد“

”اشتہار ہے..... کلو زاپ کا“ سیلانی منمنایا۔

”اشتہار“ بڑے ابا نے سیلانی کے ہاتھ سے اخبار لے کر میز پر بیٹھ دیا ”اشتہار نہیں ہماری غیرت کا جنازہ ہے..... اس کا مطلب جانتے ہو، پتا ہے ویلفائن ڈے کیا بلا ہے؟ اور یہ اخبار والے کیا کریں گے؟ یہ پیغام محبت چھاپیں گے، پیغام الفت شائع کریں گے، ناموں کے ساتھ..... اور یہ کسی کے نام بھی ہو سکتے ہیں، کسی کی بہن، بیٹی، بیوی..... کے لیے، اور وہ کچھ نہیں کر سکے گا، میاں! تم صحافیوں میں کوئی غیرت، شرم حیا نہیں رہی۔ کوئی تم لوگوں سے پوچھنے والا نہیں تو اوپر خدا کی ذات تو ہے۔ وہ تو پوچھے گی، پھر کیا بولو گے، کیا جواب دو گے؟“ بڑے ابا کی نگاہیں سیلانی کے جسم کے اندر اترتی محسوس ہوئیں۔ وہ سیلانی کو گھوڑے جارہے تھے اور وہ آنکھیں چرا رہا تھا، اس کے سوا کرتا بھی کیا، کیا جواب دیتا، کیا وضاحت پیش کرتا، کون سا عذر تراشتا..... اس نے چپ رہنا ہی بہتر جانا، کیونکہ صحافیوں کی صفائی کے لیے اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تھی۔

”اور اور..... پتا ہے یہ ویلفائن ڈے کی اصل کیا ہے؟ اسے تو عیسائی چرچ بھی قبول

نہیں کرتا۔ وہ بھی اس ننگے دن کو نہیں مانتا اور ہم ہیں کہ کچھ سنے سمجھنے کو تیار نہیں۔ نہ پھول دینے والوں کو کچھ پتا ہے اور نہ پھولوں کے تحائف وصول کرنے والی بچیوں کو کچھ علم ہے۔ میاں! کرپچین ہسٹری میں اس دن سے ایک نہیں تین کہانیاں موسوم ہیں، پہلی کہانی Feast of the wolf خونی بھیڑیے کی بھوک سے ہے۔ عیسائیت کے ابتدائی ایام کے دوران اہل روم یہ تہوار منایا کرتے تھے، یہ تہوار پندرہ فروری کو فیبی رونا جوئی نامی دیوی کو خوش کرنے کے لیے منایا جاتا تھا۔ اس دن وہاں کے مرد ایک جگہ لڑکیوں کو جمع کر کے زنا کے لیے ان میں اپنا ساتھی منتخب کر لیتے اور پھر ان کی مرضی ہوتی کہ وہ ایک دن ساتھ رہیں یا، دو دن یا عمر بھر اس غلاظت میں لتھڑے رہیں۔ یہ فری سیکس کا تصور تھا، اس تہوار کو ایک اطالوی بشپ نے عیسائیت میں شامل کر لیا۔ اس کا نام بھی سینٹ ویلنٹائن تھا، وہ فوجیوں کی خفیہ شادیاں کرایا کرتا تھا۔ اس زمانے میں فوجیوں کو شادیوں کی اجازت نہیں تھی۔ حکمران سمجھتے تھے کہ بال بچوں کے بکھڑے سے فوجی ناکارہ ہو جاتے ہیں..... جب انہیں پتا چلا تو انہوں نے سینٹ کو مروادیا۔ ایک اور سینٹ ویلنٹائن یونانیوں کا مذہبی پیشوا تھا۔ وہ جیلوں میں قلم کا شکار ہونے والے قیدیوں کو فرار میں مدد دیتا تھا، راز کھلنے پر 14 فروری 270 قبل مسیح میں اسے پھانسی دے دی گئی..... اور ادھر ہم نے ہزاروں سال بعد اپنی غیرت کو پھانسی دینے کا رواج شروع کر دیا ہے اور تم قلم کار اس میں پیش پیش ہو۔ خدا کے لیے ہوش کرو، خدا کے لیے عقل کے ناخن لو.....“

بڑے ابا کی ناراضگی اپنی جگہ تھی وہ صحیح کہہ رہے تھے، وہ پرانے وقتوں کے آدمی ہیں، جب گھر کی زنانیاں کبھی دہلیز پار کرتی تھیں تو تانگے کے چاروں طرف چادریں لپٹی ہوتی تھیں، کوئی ان کے ناخن نہیں دیکھ سکتا تھا مگر ان کو وہ کیسے بتاتا کہ بڑے ابا زمانہ بدل چکا ہے، پردہ، حجاب اور برقع بنیاد پرستی، جہالت اور خود نمائی، بے پردگی آزاد خیالی کی دلیل بن چکی ہے..... وہ وقت لگ گیا جب لوگ عزت، غیرت، شرم و حیا کے معنوں سے واقف

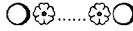
تھے اور آج اگر یہ لفظ لغت میں بھی مل جائیں تو غنیمت..... ہمیں ان سے کیا سروکار!؟ ہم نے تو نہ سننے کی قسم کھا رکھی ہے۔ حق سننا ہے نہ سمجھنا ہے، امام کعبہ منبر پر کھڑے ہو کر کہہ رہے ہیں کہ فحش چینلوں نے عالم اسلام پر یلغار کر رکھی ہے..... ہم حالت جنگ میں ہیں مگر لڑنے کو تیار نہیں، دیزقالبینوں والے آرام دہ کمروں نے ہماری کمریں مسہریوں سے چپکادی ہیں۔ ہم میڈیا سے بے شرمی کی گولیاں لے کر بے فکری کے دودھ کے ساتھ حلق میں اتار چکے ہیں..... نرم گرم بستروں پر اوندھے پڑے ہیں، ہمیں گھر کی ہوش ہے نہ غیرت کا جوش..... اگر یہ سب غلط ہے تو بتائیں بسنت کے مجروں پر کتنوں نے زبان کھولی؟ کتنے گھروں سے پی ٹی وی کو فون کیا گیا کہ ہمارے گھروں کو گھر ہی رہنے دیا جائے، بادشاہی مسجد کے پیچھے والی گلی نہ سمجھا جائے۔ ہیرا منڈی کا کوٹھانہ سمجھا جائے؟ کتنوں نے بسنت کے اشتہاروں پر اور رپورٹوں پر اخباروں کے ایڈیٹروں سے احتجاج کیا، انہیں قلم کی حرمت کا احساس دلایا..... اور اب ویلنٹائن ڈے کے اہتمام پر سب سینوں سے ٹھوڑیاں لگائے بیٹھے ہیں، کوئی ایک نہیں اٹھتا کہ کہے حج کا بابرکت مہینا ہے، سنت ابراہیمیؑ پر عمل کے دن ہیں اور ادھر یہ خباثتیں؟ لیکن انہیں کہنے سننے سے بھی کچھ نہیں ہوگا کیوں کہ ہم لاتوں کے بھوت ہیں باتوں سے کب مائیں گے.....

ٹی وی کا کردار!

اگرچہ ویلنٹائن ڈے کا آغاز اور اس کا فروغ مغرب سے ہی ہوا لیکن اہل مغرب کے بارے میں بات کرنا ہمارے نزدیک بالکل فضول اور بے معنی ہے، کیونکہ ان کے نزدیک تو بے حیائی و بے شرمی کی کوئی حدود باقی نہیں رہیں، جنسیت اور زنا کاری کی وجہ سے اہل مغرب کا خاندانی نظام بالکل تباہ ہو کر رہ گیا ہے۔ بہن بھائی اور ماں بیٹی کی تمیز کا فرق بھی مٹ چکا ہے۔ کتنے ہی ایسے واقعات رونما ہو چکے ہیں کہ بھائی نے اپنی بہن سے اور ماں نے بیٹی سے منہ کالا کیا ”گرل فرینڈ“ اور ”بوائے فرینڈ“ آئے روز کیا کھیل رچاتے ہیں،

یہ کوئی قابل ذکر بات نہیں۔ قطع نظر اس کے باعث افسوس بات یہ ہے کہ ہم اس تلاش کے کاروبار میں کیوں خریدار بنے ہوئے ہیں اور ویلنٹائن ڈے کو کیونکر اور کس لیے منا رہے ہیں.....

مغربی میڈیا سے بڑھ چڑھ کر ان بے حیائیوں کے فروغ کا سہرا..... ان بے حیائیوں کا سہرا ہمارے سب انگریزی اخباروں اور رسائل کے سر جاتا ہے اس کے علاوہ پاکستانی ٹی وی چینلز سٹیلائیٹ اور ریڈیو چینلز (FM) بھی کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔



پاکستانی طلباء ویلنٹائن کی راہوں پر

کراچی میں بارش بہت کم ہوتی ہے اور جب ہوتی ہے تو پھر رفتہ آمدہ سارا حساب بے باق کر دیتی ہے۔ کبھی کبھار کی غیر متوقع بارش سے اہل کراچی یوں جھوم اٹھتے ہیں جیسے صدیوں بعد خزاں میں بہار آئی ہو۔ اگست 99ء کے آخر کی بات ہے جب کراچی میں ایک روز موسلا دھار بارش نے لوگوں کے چہروں پر مسرت کے دیے جلا دیے۔ دن کے دس گیارہ کا وقت تھا اور میں گلشن اقبال میں یونیورسٹی روڈ پر جامعہ الدراسات میں تھا۔ جامعہ الدراسات سے دس منٹ کے پیدل رستے پر جامعہ کراچی ہے اور اسی وجہ سے اسے یونیورسٹی روڈ کہا جاتا ہے۔ اس روڈ پر جامعہ کراچی سے پہلے ایک خوب صورت سیرگاہ ”سفاری پارک“ کے نام سے مشہور ہے جہاں ہر طبقہ زندگی کے ساتھ سے زیادہ طلبہ و طالبات دیکھنے کو ملتے ہیں۔ اس روز بارش کی وجہ سے ساری دنیا نکھری ہوئی تھی۔ چند دوستوں کے ساتھ سفاری پارک میں داخل ہوئے تو پارک کے مختلف گوشوں خاص کر جھیل کے کناروں پر لگے پتھروں پر عجیب مناظر دیکھنے کو ملے۔ جامعہ کراچی کے وہ طلبہ و طالبات جنہیں اس وقت یونیورسٹی میں جاری کلاسز میں ہونا چاہیے تھا، وہ یونیورسٹی کی بجائے سفاری پارک میں بیٹھے ہیر رانجھا، لیلیٰ مجنوں اور شیریں فرہاد کی رومانوی داستانوں کو دہرا رہے تھے۔ کمال افسوس یہ کہ ان کی تعداد درجنوں نہیں سینکڑوں کے حساب سے تھی، کراچی کے علاوہ تعلیمی اوقات میں ایسے ہی مناظر میں نے لاہور کے بہت سی تفریح گاہوں اور سیرگاہوں میں بھی دیکھے جن میں خاص کر جناح باغ، ریس کورس پارک گلشن اقبال کے

علاوہ نیشنل کالج آف آرٹس بھی شامل ہیں۔ 2003 کے ماہ فروری کے اوائل میں کراچی میں روزنامہ ”امت“ کے سینئر صحافی احسان کوہاٹی سے بیٹھک ہوئی تو انہوں نے دل ہلا دینے والا واقعہ سنا کر پریشان کر دیا۔ انہیں پچھلے کئی روز سے فون پر اطلاع دی جا رہی تھی کہ بانی پاکستان کے مزار میں سکول ناٹم کے دوران اکثر طلبہ و طالبات کی ٹولیاں خوش گپیوں میں مصروف نظر آتی ہیں۔ وہ خبر رسانی کے لیے مزار قائد جا پہنچے اور وہاں انہوں نے ہائی اسکولز کے طلبہ و طالبات کی بہت سی ایسی جوڑیاں دیکھیں جو تعلیمی اداروں کے بجائے یہاں سرسبز و شاداب لانوں میں بیٹھے ساتھ جینے مرنے کا سبق پڑھ رہے تھے۔ یہ چند مناظر میرے دیکھے سنے تھے، آپ نے بھی بہت سی جگہوں پر ایسے ہی مناظر دیکھے ہوں گے۔ خاص کر کالج کے آس پاس کسی پارک میں..... سکولز و کالج کے ان طلبہ و طالبات کو جنہیں معمار قوم کہا جاتا ہے وہ ملک و ملت کا نام روشن کرنے کی بجائے ایک دوسرے کے زانو پر سر ٹکائے دنیا جہان سے بے پرواہ محو گفتگو دکھائی دیتے ہیں۔

یہ ڈرامہ دکھائے گا کیا سین!

یہ مرض پاکستان کے کسی ایک شہر کے تعلیمی اداروں میں نہیں بلکہ پاکستان کے ہر شہر اور شہر کے ہر تعلیمی ادارے میں پایا جاتا ہے اور اس مرض میں مبتلا نوجوان دن بدن یوں بڑھتے جا رہے ہیں جیسے بارش کے بعد کیڑے مکوڑے بڑھتے ہیں۔ پاکستان کے تعلیمی اداروں میں زیر تعلیم طلبہ و طالبات کا رجحان تعلیم کی بجائے عشق و محبت کی طرف کیوں ہے؟ میرے نزدیک ہمارے معاشرے کا یہ سب سے اہم مسئلہ ہے، اس کا نتیجہ آنے والے وقتوں میں کیا نکلے گا شاید اس پر ارباب حکومت نے کبھی غور نہ کیا ہو۔ طلبہ و طالبات میں روز بروز شدت سے پیدا ہونے والی اس روش کو نہ بدلا گیا تو آنے والا دور پاکستانی تعلیمی اداروں کی تباہی کا مرثدہ سنائے گا اور یہاں یورپ کے تعلیمی اداروں جیسی جھنسی بے راہ روی کی داستانیں ہماری مشرقی روایات اور معاشرتی اقدار کا جنازہ نکال کر دم لیں گی۔

یہ ڈرامہ دکھائی گا کیا سین
پردہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ

کہتے ہیں کہ تعلیمی ادارے اور ان میں دی جانے والی تعلیم ہی ایک ایسی سرگرمی ہوتی ہے جس کی بدولت کوئی قوم اپنے فکری ورثے کو نسل نو تک منتقل کرتی ہے۔ اس فکری وثافتی ورثے کی پشت پر معاشرے، تعلیمی ادارے اور تہذیب وثافت کا گہرا تعلق ہوتا ہے۔ اگر حقیقی معنوں میں ایسا ہو تو طالب علم نہ صرف تعلیمی اداروں میں بہتر کارکردگی کی بدولت ملک و ملت کا نام روشن کرتے ہیں بلکہ اپنے سلف کے کارہائے نمایاں مزید مزین کرتے ہیں۔ اگر کسی قوم کا معاشرہ، تہذیب وثافت اور میڈیا، نسل نو کے اساسی تصور یا فکری ورثے کی بجائے عشق و محبت کے کردار اور مخلوط طرز زندگی کی طرف رہنمائی کرے تو پھر اس قوم کو اپنے تحفظ و بقا کے لیے طویل جدوجہد کرنا پڑتی ہے، اسی لیے تو کہا جاتا ہے کہ زندگی کی اقدار میں نکھار علم ہی کی بدولت حاصل ہوتا ہے، تاریخ نے یہ بات ثابت کی کہ مستقبل میں وہی قوم ترقی حاصل کرتی ہے جو اپنے نو نھالان کو زیور تعلیم سے آراستہ کرتی ہے، جس ملک و قوم کے نوجوان جتنے تعلیم یافتہ ہوں گے، اس ملک کی ترقی و کامرانی کی اتنی ہی راہیں کھلیں گی۔ جیسے تعلیم کسی بھی ملک و قوم کی ترقی کا اہم ترین ذریعہ ہے ویسے ہی نظام تعلیم کا بہتر ہونا بھی معاشرے کے اہم مقاصد کا تعین کرتا ہے۔ اسے ہماری بد قسمتی کہیے، کوتاہی کا نام دیجئے یا غیروں کی سازش کہ ہمارا نظام تعلیم اور تعلیمی اداروں کی ابھی تک کوئی کل سیدھی نہیں ہوئی۔ ہمارے تعلیمی ادارے مستقبل کے معمار کم اور ویلنٹائن جیسے بد قماش افراد زیادہ پیدا کر رہے ہیں۔

تعلیمی اداروں میں عشق کے مریض:

ملک بھر میں پرائمری کی سطح سے لے کر یونیورسٹی تک مخلوط تعلیمی اداروں نے جو بیماری طلباء و طالبات میں پیدا کر دی ہے وہ ہمارے معاشرے اور تمدن کو گھن کی طرح چاٹ رہی

ہے۔ ان مخلوط تعلیمی اداروں سے انجینئر، ڈاکٹر، وکیل اور سائنسدان کے روپ میں محبت وطن پیدا کرنے کی بجائے رومانوی داستانوں کے ہیر و جنم لے رہے ہیں جو دن رات ہیر راجھا، سسی پنوں، لیلیٰ مجنوں اور شیریں فرہاد کے روپ دھار رہے ہیں اور عشق و محبت کی نئی داستانیں رقم کر رہے ہیں۔ عشق و محبت کا یہ مرض ہمارے ملک کے تعلیمی اداروں میں کس حد تک پھیل چکا ہے اور چھوٹی کلاسز سے لے کر بڑی کلاسز کے طلباء و طالبات کس قدر اس مرض کا شکار ہیں اور جنون کی حدود و قیود سے باہر ہیں اس کا اندازہ آپ ان خطوط سے لگا سکتے ہیں جو پاکستان کے کثیر تعداد اشاعتی میگزین اخبار جہاں کے نفسیاتی کالم میں ہر ہفتے شائع ہوتے ہیں اور اس میں تفکرات کی دوری اور مسائل کے حل اور الجھنوں سے چھٹکارا پانے کے لیے کمال ڈھٹائی کے ساتھ ان طلباء و طالبات کو عشق و محبت قائم رکھنے اور پریشانیوں میں نئی راہیں نکالنے کی جزئیات سے آگاہ کیا جاتا ہے۔

شکایت ہے یارب ان خداوندان مکتب سے

سبق شاہین بچوں کو دے رہے ہیں خاک بازی کا

ہمارے تعلیمی اداروں میں معماران قوم کن چکروں میں مگن ہے اور انہیں کوئی پریشانی لاحق ہیں ان کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں:

وہ خون سے خط لکھتی ہے!

میری عمر 22 سال ہے اور میں انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور میں فائنل ایئر کلاس کا طالب علم ہوں۔ حال ہی میں میری خالہ کی چھوٹی نند نے موقعہ پا کر مجھ سے اظہار محبت کر دیا۔ میرے بتانے کے باوجود بھی کہ میں کسی سے منسوب ہوں، وہ مجھے اپنے خون سے خط لکھتی ہے روتے ہوئے ٹیلی فون کرتی ہے۔ اب تو مجھے بھی وہ اچھی لگنے لگی ہے، ان ہی چکروں میں میرے تھرڈ ایئر کے دو مضامین بھی رہ چکے ہیں۔^①

① (حیدر علی بھاولپور، اخبار جہاں 7 تا 13 اکتوبر 2002ء)

ہیر اور لیلیٰ کی پرستار:

ہیر سسی اور لیلیٰ کے رومانوی کردار کو عملی جامہ پہنانے کی شوقین سینکڑا سیر کی طالبہ شہناز لکھتی ہے، میں نے کالج میں اپنی سہیلی سے اس کے فرینڈ کی تعریف کر دی اور کہا کہ مجھے اس لڑکے سے رابطہ کرنا ہے۔ بعد میں لڑکے نے مجھے فون کرنا شروع کر دیا اور گھر میں میرے ماموں نے سن لیا ایک تو گھر میں میری بے عزتی ہوئی دوسرا اعتبار اٹھ گیا۔^① ساتویں کلاس میں عشق!

انہیں خوابوں کی دنیا کی رنگینیوں میں کھونے والی سمیرا گجرات سے استفسار کرتی ہیں ”میں ساتویں کلاس میں تھی کہ میرا ایک لڑکے سے چکر چل گیا والد صاحب نے مجھے خوب مارا اور پھر اسکول جانے سے منع کر دیا لیکن مجھے پڑھنے کا شوق ہے میں کیا کروں؟“^② وہ کہتی ہے روز ملنے آیا کرو!

ایسی ہی پریشانیوں میں ڈوبا ایک میٹرک کا طالب علم بھی پریشان حال ہے۔ کہتے ہیں کہ ”جب بھوک صحن میں ڈیرے ڈالتی ہے تو عشق کا بھوت اتر جاتا ہے، یہاں ایسا ہی چکر ہے۔“ پاکستان کے مستقبل کا ایک معمار عمر ضیاء لاہور سے تعلق رکھتا ہے اور میٹرک کا طالب علم ہے اور پیسے کی عدم دستیابی کی وجہ سے پریشانیوں میں گھر لکھتا ہے: ”میں میٹرک میں تھا تو مجھے ایک لڑکی سے محبت ہو گئی، وہ انتہائی ذہین ہے اور اسے پڑھنے کا بہت شوق ہے، اب وہ مجھے کہتی ہے کہ روز ملنے آیا کرو اور روز فون کیا کرو لیکن میں ٹیلی فون پر اتنا پیسہ خرچ نہیں کر سکتا۔“

دس سال کا مجنوں!

اسی صفحے کے آخر میں ایک سترہ سالہ مجنوں کا حیرت انگیز اور افسوس ناک خط شامل ہوا

① (اخبار جہاں 3 تا 9 فروری 2003ء، کالم نفسیاتی مسائل)

② (اخبار جہاں 24 تا 30 مارچ 2003ء)

ہے جس کا نام محسن خان اور لاہور سے تعلق ہے۔ عجب بات ہے کہ اس طالب علم کی عمر صرف سترہ سال ہے اور وہ سات سال سے ایک لڑکی سے محبت کر رہا ہے اب سوچئے کہ صرف دس سال کی عمر میں اس طالب علم کو عشق کے ہنر کس نے سکھائے۔ دس سال کی عمر میں ذہین فطین اور لائق سے لائق طالب علم بھی لاکھ محنت اور کوشش کر کے ساتویں کلاس سے زیادہ نہیں جاسکتا لیکن عجب تماشا ہے کہ وہ ساتویں کلاس سے دس سال کی عمر میں سات سال سے ایک لڑکی کی محبت میں گرفتار مجنوں کو مات دے رہا ہے اور اب بھی مستقبل سے بے خبر اسی طرح عشق و محبت کی وادیوں میں گم ہے۔ کیا کوئی جواب دے سکتا ہے کہ اس دس سال کے طالب علم کو عشق و محبت کرنے کا یہ شوق کہاں سے چرایا۔ تعلیمی اداروں کے مخلوط نظام تعلیم کی وجہ سے ہمارے ٹی وی ڈراموں اور فلموں میں چلنے والے افیئر سے یا پھر اس میڈیا سے جو عورت کی نمائش کے بغیر کسی بھی چیز کو پیش کرنا ادھورا سمجھتا ہے نہ، جانے معاشرے میں کیا زہر پھیلتا جا رہا ہے کہ ہمارے نو نھالان سن شعور کو پہنچنے سے قبل ہی عشق کی وادیوں میں کھو جاتے ہیں۔

میں اپنی نیچر سے محبت کرتا ہوں:

سمجھدار اور شعور کی عمر کے حامل عشق کی وادیوں میں ایسے گم ہو جاتے ہیں کہ چھوٹے بڑے اپنے پرانے اور استاد شاگرد کی تمیز سے بھی مبرا ہو جاتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں ایک برائی ٹیوشن کے نام سے جنم لے چکی ہے اور صد حیف کہ ٹیوشن سنٹر میں لڑکے لڑکیوں کو پڑھانے پر اور لڑکیاں لڑکوں کو پڑھانا پسند کرتی ہیں۔ خاص کر سفید پوش طبقے میں جو ٹیوشن سنٹر ہیں وہ اکثر گھروں میں قائم ہیں جہاں محلے کی ایک آدھ پڑھی لکھی لڑکی تمام محلوں کے بچوں کو ٹیوشن پڑھاتی ہے۔ ان ٹیوشن سنٹروں میں جو مسائل پیدا ہوتے ہیں اور عشق کی داستانیں جنم لیتی ہیں ان میں ایک فرسٹ ایئر کے طالب علم محمد عرفان کی بھی ہے جو پریشانی کے عالم میں ڈوبا لکھتا ہے: ”میں ایک سنگین مسئلے سے دوچار ہوں، میں دو سال

سے ایک لڑکی سے ٹیوشن پڑھتا ہوں وہ ایم اے پاس ہے اور میں فرسٹ ایئر کا اسٹوڈنٹ ہوں اور دو سال سے اس سے پڑھ رہا ہوں، وہ مجھے بہت اچھی لگنے لگی ہے مگر میں آج تک اس سے اظہار نہیں کر سکا ہوں۔ کبھی کبھی اس کی باتوں سے لگتا ہے کہ وہ بھی مجھے پسند کرتی ہے میں اس کی محبت میں بہت آگے نکل چکا ہوں، واپسی کا کوئی راستہ نہیں، صرف ایک ہی راستہ اور وہ ہے موت۔ میرے گھر والے مجھے منع کرتے ہیں کہ میں اس سے پڑھنے نہ جایا کروں لیکن اب میں اس کے بغیر رہ نہیں سکتا۔^①

میں کسے چنوں..... والدین یا عاشق کو.....؟

ایسے ہی سنگین مسئلے سے دوچار سینکڑا ایئر کی طالبہ کی پتا بھی سنیں جو ایک طرف محبت کے سمندر میں غوطہ زن ہے اور دوسری طرف اسے والدین کی رسوائی کا غم بھی دامن گیر ہے۔ لکھتی ہے: ”میں سینکڑا ایئر میں ہوں۔ ایک دن میں نے ٹیلی فون پر محلے کے لڑکے سے بات چیت میں پہل کی۔ مجھے اس لڑکے سے محبت تھی۔ اس سے ٹیلی فون پر رابطہ ہوتے تھے۔ وہ بھی محبت کرتا ہے لیکن ذرا ہے کہ والدین کو نہ بتادے۔ ایک طرف والدین ہیں اور دوسری طرف محبت۔ مجھے بتائیے کس کو چنوں۔“^②

کمال افسوس!

مقام افسوس ہے کہ جس قوم کے تعلیمی اداروں کے سنیر طلبہ و طالبات کا یہ حال ہو اور وہ اپنی تعلیم کے ذریعے ملک و ملت کا نام روشن کرنے کی بجائے والدین کی آنکھوں میں دھول جھونک کر عشق و محبت کی داستانیں رقم کر رہے ہوں تو ایسے طلبہ و طالبات ملک و ملت کو کونسی ترقی کی منازل پر لے جائیں گے۔

اے کمال تجھ پر کمال افسوس ہے

① (محمد عرفان، ساھیوال ہفت روزہ اخبار جہاں 13 تا 7 اپریل 2003ء)

② (شاہین بٹ، کمالیہ ہفت روزہ اخبار جہاں 13 تا 7 اپریل 2003ء)

محبت میں والدین رکاوٹ!

لیجے عشق و محبت کی وادیوں کے الف لیلوی کردار کے چند نفسیاتی مسائل اور انہیں مزید سنیں کیونکہ محبت کے نئے راہیوں کا مرکز کوئی ایک تعلیمی ادارہ نہیں بلکہ عشق کے مریض تو پاکستان کے ہر شہر اور ہر تعلیمی ادارے میں بکثرت موجود ہیں۔ راولپنڈی سے ثانی لیلیٰ اسماء کا کہنا ہے کہ ”میں میٹرک کی طالبہ ہوں اور ایک کزن کو پسند کرتی ہوں، وہ بھی مجھے پسند کرتا ہے، اس کے گھر والے تو راضی ہیں مگر میرے گھر والے بالکل راضی نہیں۔“ ①

میٹرک کی اس طالبہ کو اپنے تعلیمی سال اور تعلیمی مستقبل کی پروا نہیں، البتہ یہ فکر ستائے جارہی ہے کہ میرے والدین راضی نہیں ہو رہے اور اگر نہ ہوئے تو میرے عشق کے مستقبل کا کیا بنے گا۔ ایسی ایک عشق و محبت کی تپلی لکھتی ہے: ”ہم تین بہنیں اور ایک بھائی ہیں، میں سب سے چھوٹی ہوں میں نویں کلاس میں تھی جب میرا ایک کزن مجھے پسند کرنے لگا۔ میری اس سے دوستی ہو گئی۔ وہ رشتہ لے کر آئے تو میرے والدین نے انکار کر دیا۔“ ②

نتیجہ جب نکلتا ہے تو عاشق فیل ہوتے ہیں!

آپ نے یہ شعر اکثر سنا ہوگا۔

محبت کرنے والوں کے نالے کھیل ہوتے ہیں

نتیجہ جب نکلتا ہے تو عاشق فیل ہوتے ہیں

ایسے ہی ایک عاشق طالب علم کی داستان الم بھی سنیے جو اس شعر کی عملی تصویر ہے۔ موصوف رقم طراز ہے: ”میں ایف اے میں پڑھتا ہوں اور پڑھنے میں بہت کمزور ہوں۔ میں نے میٹرک تین سال میں کیا ہے اور وہ بھی انتہائی کم نمبروں سے۔ اب میں نے

① (اخبار جہاں 12 تا 18 مئی 2003)

② (شانو صادق، جھنگ، اخبار جہاں 12 تا 18 مئی 2003)

ایف اے کا امتحان دیا تو میں تین مضامین میں فیل ہو گیا۔ میرے پاس ایک چانس تھا کہ سینکڈ ایئر کے پیپرز کے ساتھ فیسٹ ایئر بھی دے دوں لہذا میں نے فرسٹ ایئر اور سینکڈ ایئر دونوں سال کے پیپرز ایک ساتھ دے دیے، نتیجہ آیا تو میں فیل تھا۔ پلیمنٹری امتحان دیا تو باقی مضامین میں کامیاب ہو گیا مگر دونوں سال کے انگلش کے پیپر میں پھر فیل ہو گیا۔ اب میں دونوں پرچوں کی تیاری کر رہا ہوں مگر پڑھائی میں بالکل دل نہیں لگتا۔ میرا مسئلہ یہ ہے کہ میں اپنی کزن سے محبت کرتا ہوں اور گھر والوں کی وجہ سے شادی ممکن نہیں اور میں اسے کھونا نہیں چاہتا۔^①

محبت کے نرالے کھیل!

ایک اور عاشق کی پیتائیں جو وکیل بننا چاہتا ہے۔ وکیل بنے نہ بنے البتہ فرہاد یا پنوں کا کردار احسن انداز سے نبھا رہا ہے۔ لکھتا ہے:

”میں پشاور میں لاء کالج سے ایل ایل بی کر رہا ہوں۔ کچھ عرصہ پہلے میری زندگی میں بربادی کا طوفان آیا، میں جس لڑکی سے پیار کرتا تھا اور ہم دونوں ایک جان دو قالب تھے وہ لڑکی اچانک کینسر کے مرض میں مبتلا ہو کر مجھ سے جدا ہو گئی۔ میں آرمی میں آنا چاہتا تھا مگر اس کی خواہش پر وکالت کا پیشہ اپنایا ہے۔^②

پشاور کے ہی ایک دوسرے عاشق کا حال دل سنیں جو عشق کے چکروں میں انجینئرنگ کے انٹری ٹیسٹ میں فیل ہو گیا۔ خرم شہزاد خان نامی اس طالب علم نے لکھا ہے کہ میں پشاور کا رہنے والا ہوں والد صاحب سرکاری ملازم ہیں۔ چند سال پہلے ان کا تبادلہ پشاور سے ہری پور ہو گیا۔ میں ہری پور کے ایک پرائیویٹ اسکول جا رہا تھا تو میری نظر گاڑی میں بیٹھی ایک لڑکی پر پڑی اور میں نے فیصلہ کر لیا کہ اسی لڑکی سے شادی کروں گا، پھر میں نے اس

① (جہانزیب خان، لاہور، اخبار جہاں 9 تا 15 جون 2003ء)

② (ساجد خان، کراچی، اخبار جہاں 9 تا 15 جون 2003ء)

کے گھر کا پتہ اور ٹیلی فون نمبر وغیرہ معلوم کر لیا۔ میں نے ٹیلی فون کیا مگر ہمیشہ اس کی والدہ یا بڑی بہنیں ٹیلی فون اٹھاتی تھیں وقت گزرتا گیا اور میں نے میٹرک پاس کر لیا والدین کا اکلوتا بیٹا ہوں۔ وہ مجھے بڑا آدمی بنانا چاہتے ہیں، میں بھی انجینئر بننا چاہتا ہوں مگر اس لڑکی کے خیالوں میں اتنا گم رہنے لگا کہ انجینئرنگ کے انٹری ٹیسٹ میں فیل ہو گیا۔ ❶

معماران قوم کو ہیرا بنجھا اور سکی پنوں کو ن بناتا ہے:

پاکستان کے معروف اشاعتی ادارے کے ایک میگزین میں شائع ہونے والے یہ چند خطوط ہیں اگر آپ اپنے ارد گرد ماحول پر نظر دوڑائیں یا اس مسئلے میں تھوڑی سی سوچ و بچار کریں تو نہ صرف آپ کا ماحول آپ کو مایوس کرے گا بلکہ بہت سے رسائل و جرائد میں ایسی ہی حیرت انگیز داستانیں پڑھنے کو ملیں گی۔ تعلیمی اداروں سے شروع ہونے والے عشق کی وجہ سے نہ صرف طلبہ کی زندگی برباد ہوتی ہے بلکہ ان طلباء کے خاندان کی رسوائی بھی زبان زد عام ہوتی ہے۔ کتنے ہی ایسے خاندان ہیں جن کی شریف زادیاں کالج میں قدم رکھتے ہی کسی لڑکے کے عشق میں گرفتار ہو گئیں اور پھر چند ماہ بعد گھر کا سارا قیمتی سامان لیے ماں باپ، بہن بھائیوں کو خیر باد کہہ کر خاندان کی رسوائی کا سبب بن گئیں۔ یہ سب کھیل ان غلط پالیسیوں، مغربی فکر کے حامل مخلوط نظام تعلیم، رسائل و جرائد میں عشق و محبت کی من گھڑت کہانیوں اور ٹی وی پر چلنے والے عشقیہ ڈراموں کی بدولت ہے جو طلبہ و طالبات کے اذہان بدلنے میں متقی کردار ادا کر رہے ہیں۔

پھول بننے کی توقع پر جئے بیٹھی ہے

ہر کلی جان کو مٹھی میں لیے بیٹھی ہے

سبق شاہین بچوں کو دے رہے ہیں خاک بازی کا!

مثال کے طور پر اخبار جہاں کے اسی کالم کو لے لیجئے! مقام افسوس ہے کہ معاشرے کی

بے راہ روی ٹیلی ویژن کے ڈراموں اور فلموں کی دیکھا دیکھی اور مخلوط تعلیم سے کج روی کا شکار ہوا ان معمارانِ قوم کو عشق کے چکروں میں جن نفسیاتی مسائل سے دوچار ہونے پر یہ پریشانیاں ہیں اس کالم میں ان پریشانیوں کو دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے۔ بجائے اس کہ طلبہ و طالبات کی حوصلہ شکنی کر کے انہیں تعلیم میں مگن رہنے اور محنت و لگن سے پڑھنے کی تلقین کی جائے اور عشق کے چکروں میں پڑ کر اپنے مستقبل کو تباہ کرنے اور زندگی کے قیمتی اوقات کی بربادی کی طرف توجہ دلائی جائے بلکہ ان کی الجھنوں کو دور کرنے کے لیے مشورے دیے جاتے ہیں۔ تعلیمی اداروں کے ان روشن چراغوں کو عملی زندگی میں قدم رکھنے کے غلط راستے بتائے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر کالم کی خاتون انچارج نے عشق کے چکروں میں پڑے انجینئرنگ یونیورسٹی، فائنل ایئر کے طالب علم حیدر علی کو مشورہ دیا:

”اگر آپ سمجھتے ہیں کہ لڑکی واقعی آپ سے محبت کرنے لگی ہے اور آپ بھی اس کو پسند کرتے ہیں تو پھر آپ اس تعلق کو آگے بڑھا سکتے ہیں۔“^①

اسی کالج میں انجینئرنگ یونیورسٹی کی طالبہ کو جب اس کے کلاس فیلو عاشق نے گھر فون کیا اور وہ فون اس کے ماموں نے سنا تو گھر سے ڈانٹ ڈپٹ پڑنے پر موصوفہ نے اپنی پریشانی ظاہر کی تو کمال ڈھٹائی سے تفکرات میں ڈوبی طالبہ کے غلط قدم پر یوں حوصلہ افزائی کی گئی: ”صرف ایک ٹیلی فون پر اتنا ہنگامہ نہیں ہونا چاہیے تھا کیونکہ آپ جب لڑکوں کے ساتھ تعلیم حاصل کر رہی ہیں تو لامحالہ کلاس کے لڑکوں سے سلام دعا بھی کرنا ہوگی۔“^②

اب اس مشورے کے بعد سادہ لوح طالبات تو ضرور رشہ پکڑیں گی، اپنے والدین اور گھریلو افراد سے نہ چاہتے ہوئے بھی بغاوت کریں گی اور اپنی منفی سوچوں کو کیوں ٹھیک نہ سمجھیں گی۔

① (اخبار جہاں، کالم نفسیاتی مسائل 7 تا 13 اکتوبر 2002ء)

② (اخبار جہاں 3 تا 9 فروری 2003ء)

اس نمونے کے جواب پریشان طلبہ و طالبات کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں، لوہا لہن قوم بجائے عشق و محبت کے نام نہاد سے سبق حاصل کرنے کے ان گم نام راہوں پر چل نکلتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ہم اس مرض کی تشخیص کے لیے کیوں تیار نہیں.....؟ کوئی وجوہات ہیں کہ ہم ملک و قوم کے اثاثے کو تباہی کے راستے پر گامزن دیکھنے کے باوجود بھی کبوتر کی طرح آنکھیں بند کیے بیٹھے ہیں؟

مخلوط تعلیمی ادارے:

اسلام دین فطرت ہے ”اسلام نے حصول تعلیم کو مرد و زن دونوں پر فرض قرار دیا ہے۔ مانا کہ علم حاصل کرنے کے لیے مرد و عورت میں تفریق نہیں برتنی چاہیے لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ مخلوط طرز تعلیم کے ذریعے معماران قوم کو ہیرا، نگہا، سکی پنوں اور مرزا صاحبان کے کردار اپنانے پر مجبور کر دیا جائے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ علم اندھیرے میں اجالا پیدا کرتا ہے لیکن اگر علم کے طالب کو مخلوط ماحول کے ذریعے صداقت و امانت کا سبق پڑھانے کی کوشش کی جائے تو لاکھ احتیاط کے باوجود بھی وہ علم اندھیرے میں اجالا نمودار کرنے کی بجائے اجالے میں اندھیرے پھیلا کرتا ہے۔ یہ خرابی، جس میں ان دنوں ہمارے طلبہ و طالبات بڑی تیزی سے مبتلا ہو رہے ہیں، اس کی ایک بڑی وجہ مخلوط تعلیمی ادارے ہیں۔ ملک میں قائم نوے فیصد سکولز جو صرف پرائمری اور میٹرک سسٹم پر کام کر رہے ہیں ان میں طرز تعلیم مخلوط ہے۔ اس ملے جلے ماحول سے آغاز تعلیم میں ہی بچوں کی وہ جھجک ختم ہو جاتی ہے جو عام طور پر مرد و زن کا فطری حصہ ہوتی ہے۔ بچے اور بچیاں ایک جگہ اکٹھا رہنے، ایک جگہ پڑھنے اور اکٹھے اٹھنے بیٹھنے کی وجہ سے آپس میں دوستیاں کرتے ہیں اور یہ دوستیاں ہی فطری شرم و حیا سے دوری کا سبب بنتی ہیں۔

میڈیا کا کردار:

ہمارا میڈیا اب بچوں کو بہت جلد بلوغت کو پہنچا رہا ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ گھر میں بچوں نے ٹیلی ویژن ڈرامے میں جو عشق کے مناظر دیکھے ہوتے ہیں، لڑکوں اور لڑکیوں کو دوستیوں میں مبتلا پایا ہوتا ہے وہ ان ہی مناظر کا عملی تجربہ سکول میں اپنی کلاس فیلوز کے ساتھ کرتے ہیں۔ یوں میٹرک تک پہنچنے والا طالب علم جسے ”عشق“ جیسے مرض کی آگاہی کالج اور یونیورسٹی کی سطح پر ہونی چاہیے تھی۔ ابتدائی تعلیمی ادارے کے مخلوط نظام اور ہمارے ٹی وی نے اسے مزید پیشگی آگاہ کر دیا ہے۔ ٹی وی ڈراموں میں اکثر لڑکیوں اور لڑکوں کے افیئرز دکھائے جاتے ہیں اور دوستی کے نام یا عشق کے بندھن میں بندھے ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں ان طلباء و طالبات کی ملاقات کے جو مناظر بھی پردہ سکرین سے نظر آتے ہیں وہ اکثر شہر کے کسی تفریحی مقامات کے ہوتے ہیں جن میں وہ دنیا سے بے نیاز باتوں میں مصروف دکھائے جاتے ہیں۔ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے چلتے ہیں یا پھر کسی درخت پر اپنے نام کندہ کرنے کی کوشش میں لگن ہوتے ہیں۔ ایسے سین مناظر کی عکس بندی کرتے ہوئے نہ صرف جگہ کا انتخاب رومانوی ہوتا ہے بلکہ عشق و محبت کے جذبات سے لبریز جملوں کا تبادلہ اور پھر لباس کی تراش و خراش تک پر بھی نظر رکھی جاتی ہے۔ لڑکیوں کو خاص کر مردانہ لباس اور جینز میں دکھایا جاتا ہے جو دوپٹے گلے میں ڈالے مغربی طرز پر کٹے بالوں کی نمائش میں تفاخر محسوس کر رہی ہوتی ہیں۔ یہی حال طالب علم مرد کا کردار ادا کرنے والے اداکار کا ہوتا ہے جو بلا خوف و خطر ہیر و رن کا ہاتھ تھامے اس کے ساتھ مرتے دم تک عیش سے زندگی گزارنے کے وعدے اور دلا سے دے رہا ہوتا ہے۔ ہمارا معاشرہ ان ٹی وی آرٹسٹوں کو ہیر و رن کے نام دیتا ہے اور اب ایسے ہی ہیر و اور ہیر و رن بننے کا خواب ہر بچہ اور بچی دیکھتی ہے اور جب اسے اسکول دکانچ میں ایسا ہی تصویراتی ماحول ملتا ہے تو وہ بے اختیار عشق و محبت کی اس ڈگر پر چلنے کی کوشش کرتا ہے۔

افسوس صد افسوس کہ شاہین نہ بنا تو
دیکھے نہ تیری آنکھ نے فطرت کے اشارات

ٹی وی کی ”کرم فرمائیاں“:

یہ ٹی وی کی کرم فرمائیاں ہیں کہ تعلیمی اداروں میں بھی اکثر اوقات اگر طلباء و طالبات محو گفتگو ملیں، تو ان میں زیر بحث عنوان کسی ڈرامے یا فلمی ہیرو یا ہیروئن ہوگی۔ پرائمی سے لے کر پوسٹ گریجویٹن تک سب مرد و زن اپنے اپنے پسندیدہ ڈرامے اور ہیرو ہیروئن کے کردار کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا رہے ہوں گے۔ یہ سب ان طلبہ و طالبات پر ڈراموں کا غیر شعوری طور پر اثر ہوتا ہے۔ اس سے ہی رفتہ رفتہ ان کے کردار و افعال میں تبدیلی پیدا ہوتی چلی جاتی ہے اور وہ برے سے برے کام بھی بلا جھجک اور بلا تردد کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہ سب آئیڈیل کی تلاش کا کارنامہ ہوتا ہے اور یونہی کبھی انہیں اپنا من پسند کردار یا اداکار ملتا ہے تو بڑے سے بڑا کام کرنے میں بھی چوکتے نہیں۔

کس کرب سے یارب دوچار ہیں ہم!

ایک دس سال بچی نے ایک فلم کے آخری سین میں اپنی پسندیدہ ہیروئن کی خودکشی سے متاثر ہو کر اسی انداز میں گلے میں پھندا ڈالا اور خودکشی کر لی۔ یہ کوئی باعث تعجب بات نہ تھی، نوہالان وطن کے فلموں اور ٹی وی پروگراموں سے تاثر لینے کے ایسے واقعات آئے دن اخبارات کی زینت بنتے رہتے ہیں۔ 80ء کی دہائی کی بات ہے ٹی وی پر ایک سیریز ”سکس ملین ڈالر مین“ (Six Milion Dollor Man) بہت معروف ہوئی جن دنوں یہ سیریز نشر ہو رہی تھی ان دنوں اکثر ایسے بچے ہسپتالوں میں لائے جاتے تھے جو کہ اس سیریز کے ہیرو کے انداز میں چھتوں سے کوو جاتے اور اپنے آپ کو فحشی کر لیتے۔^①

لڑکے اور لڑکیاں ابتدائی عمر میں ناپختہ ذہن کے مالک ہوتے ہیں۔ اس عمر میں جب وہ ٹی وی اور فلموں میں مرد و عورت کو آزادانہ عشق لڑاتے اور رومانس کرتے دیکھتے ہیں تو ان کا ذہن بگڑتا ہے۔ ان کے دل میں خواہش جڑ پکڑتی ہے کہ وہ بھی کسی سے عشق کریں۔ ان کی بھی ایک ایسی ہی خوب صورت محبوبہ ہو یا ایسا ہے خوب صورت محبوب ہو۔ یوں ان کے ذہن میں عاشقانہ جذبات ابھرتے ہیں اور وہ مقصد زندگی کو بھول کر خازن عشق کے مسافر بن جاتے ہیں۔ ٹی وی اور مخلوط طرز تعلیم کے ساتھ ساتھ اخبارات، ورسائل، ڈائجسٹ اور گلیوں بازاروں میں فلمی اشتہار طلبہ و طالبات کے اذہان کچلنے میں مؤثر کردار ادا کرتے ہیں اور پھر مخلوط تعلیمی ماحول ان کا کچھ مر کر دیتا ہے۔

حیران آئینہ دار ہیں ہم

کسی سے یارب دو چار ہیں ہم

عشقیہ خطوط کا مقابلہ:

جہاں تعلیمی اداروں میں ایسا ماحول ہوگا وہاں لامحالہ عشق پروان چڑھے گا اور اگر ویلنٹائن ڈے کو ایسے ہی اداروں میں بطور تقریب یا نصابی سرگرمی کے ایٹوز کے طور پر لیا جائے تو پھر یہ رنگ دو آشتہ ہوگا۔

ہندوستان میں کولکتہ کے تعلیمی ادارے میں چودہ فروری کو ویلنٹائن ڈے کے موقع پر کچھ طلبہ کا مابین عشقیہ خطوط لکھنے کا مقابلہ منعقد ہوا۔ اس کے اشتہار میں لکھتا تھا مقابلے کا سلسلہ چودہ فروری سے بائیس فروری تک جاری رہے گا۔ اس مدت میں خواہش مند اپنے عشقیہ خطوط، اسی میل کے ذریعے بھیج کر مقابلے میں شامل ہوں گے۔ سب سے اچھا خط لکھنے والے کو انعامات سے نواز جائے گا۔ اس انوکھے مقابلے کا مقصد طلبہ نے یہ بتایا کہ آج کے تیز رفتار زمانے میں لڑکے لڑکیوں کو ویسی فرصت میسر نہیں ہے جو لیلیٰ مجنوں اور ہیر رانجھا

کو تھی۔ جس کے سبب عشقیہ خطوط نویسی کی روایت اور فن ناپید ہوتا جا رہا ہے جو دنیا کے کلاسیکی ادب کا قیمتی سرمایہ ہے۔

موجودہ تیز رفتاری نے عام لوگوں کی طرح دور جدید کے عاشق و معشوق کو بھی حال دل بیان کرنے کے لیے جدید وسائل اختیار کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ چنانچہ آج کل محبوب اپنی محبوبہ سے ٹیلی فون، انٹرنیٹ اور ای میل کے ذریعے مختصر سے وقت میں لفظوں و جملوں میں کرنے پر مجبور ہے۔ طلبا اس مقابلے کے ذریعے عشقیہ خطوط نویسی کی روایت میں آئے جمود کو توڑنے کے ساتھ ویلنٹائن ڈے کو مقبول عام بنانا چاہتے ہیں تاکہ عشقیہ ادب کی توانائی برقرار رہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس مقابلے سے عشقیہ ادب کے چہرے پر کچھ سرخی آجائے۔ لیکن شرافت و عزت کے منہ پر کالا لک ضرور لگے گی۔

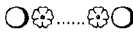
پاکستانی بچے ویلنٹائن کے روپ میں:

بھارت کو چھوڑیے ہم اپنے ملک کے تعلیمی اداروں کی بات کرتے ہیں۔
2004 کے ویلنٹائن ڈے کو پاکستان کے بہت سے تعلیمی اداروں میں فحاشی کے سین عام کرنے کے لیے اس روز مخصوص تقریبات ہوئیں۔

ایک ایسی ہی تقریب کا آنکھوں دیکھا حال ڈاکٹر اجمل نیازی صاحب نے یوں لکھا ہے:
”جو ہر ٹاؤن کے سینٹ ڈومینک کانونٹ سکول کے بچوں کا والہانہ پن نبھانے کس انجانی وابستگی کی یاد دلا رہا تھا۔ ان کی پرنسپل منفرد دانش ور شاعرہ سسٹر سمیڈہ رفعت نے کہا:
”بچوں پر غیر ضروری پابندیاں لگانے کا کچھ فائدہ نہیں۔ انہیں سچی آزادی دی جائے تو زندگی مسکرانے لگے۔“

ویلنٹائن ڈے اب ہر جگہ پر کامن ہے۔ اخبارات، ٹی وی کے علاوہ کمرشل اداروں میں بھی اس کا چرچا ہے۔ سٹکٹ اور چاکلیٹ پر ویلنٹائن ڈے مبارک لکھا ہوا ہے۔ پھول والوں کے لیے تو یہ روز عید ہے۔ جن کے ہاتھوں میں پھول نہیں ہوتے، ان کے دلوں میں پھول

ہوتے ہیں۔ شبیہ رفعت نے بتایا کہ صبح کی دعا کے بعد بچوں سے پوچھا گیا کہ تمہیں معلوم ہے کہ 14 فروری کیا ہے؟ تو سب بچوں نے یک زبان ہو کر کہا ہے ویلنٹائن ڈے۔ پچیس تیس بچے سٹیج پر آ گئے۔ اس سے پہلے کہ ٹیچر انہیں بتاتی انہوں نے بتایا کہ یہ محبت کرنے والوں کی یاد میں منایا جانے والا دن ہے۔ اس دن ہم ایک دوسرے کو تحائف دیتے ہیں۔ پھول اور چاکلیٹ۔ ایک دوسرے کے لیے Best-Wishes (نیک تمنائیں) شیئر کرتے ہیں۔ محبت ایک انسان کا دوسرے انسان سے ازلی، ابدی رشتہ ہے۔ اس سلسلے میں بچے بڑوں کو حیران کر دیتے ہیں۔ محبت کے جذبے کو پوری زندگی پر پھیلا یا جاسکتا ہے۔ محبت کے بغیر محنت بھی بے کار ہے۔ محبت کے بغیر تو پڑھائی بھی نہیں ہو سکتی۔ کسی کام پر پابندی اسی ٹیکٹو بنادیتی ہے۔ جب کہ اسے پازینو بنایا جاسکتا ہے۔ آخر ہم زندگی سے ڈرتے کیوں ہے؟ اسے بے خوف اور بے لوث ہو کر قبول کر لیا جائے تو یہ ہماری دوست بن جائے۔ مگر ہم زندگی کو اپنا دشمن بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ زندگی سے ڈرتے ہو، زندگی تو تم بھی ہو، زندگی تو ہم بھی ہیں۔^①



جی بھرلو

ہرمیں بیٹھ ویلنٹائن کو چڑیہ محبت نام کرنے کے جرم میں بدکاری کو فروغ دینے کے الزام میں مزائے موت دی گئی تھی۔
 یہ جوں سے پاکستان میں مکی ویلنٹائن ڈسے جوش و خروش سے منایا جانے لگا ہے وہی صلتوں کی جانب سے یوم محبت کی شدید مخالفت
 ویلنٹائن نے یہ جرم بھی ایجاد کی تھی کہ قرعہ اندازی کے ذریعے نام لکھنے والے لڑکیوں اور لڑکے سب کچھ کرنے کے ہاؤس

<p>کراچی (مرحمت، صلیف عابد) صیالی بزرگ لکھنؤ کی یاد میں آج کل ہر گھر میں محبت نام کا چارہ محبت کے لئے لکھنے کا سہلہ چاہتے ہیں کہ اور محبت کے پناہ دہندگان کے پاکستان میں مکی کے لئے ویلنٹائن ڈسے جوش و خروش سے منایا ہے اس موقع پر علی بھٹوں اور علی بھٹوں میں محبت کے لئے قادیان بھٹوں کی جالی ہیں جہاں جہاں کے بھڑا بھڑا اور بھڑا بھڑا کے مرد بھی شریک کر لی ہیں اور اسے چاہتے ہیں کہ کی طرف سے 2009 میں پناہ دہندگان کے اور اس کے لئے ہر گھر میں لکھنے کی ضرورت</p>	<p>دہلی کی لڑکیوں کے لئے ہر گھر میں مکی کا نام اس وقت کی حکومت نے محبت ویلنٹائن کی بھائی کے</p>	<p>فریخ کا الزام جرم کرنے کے لئے انہیں کرنا کرنا یہی صلحہ نمبر 3</p>
<p>بھڑا بھڑا بھڑا بھڑا بھڑا بھڑا بھڑا بھڑا بھڑا بھڑا بھڑا بھڑا بھڑا بھڑا بھڑا بھڑا یہی صلحہ نمبر 7</p>	<p>جی بھرلو محبت کے فریخ کا بھڑا بھڑا بھڑا بھڑا بھڑا بھڑا بھڑا بھڑا یہی صلحہ نمبر 7</p>	<p>فریخ کا الزام جرم کرنے کے لئے انہیں کرنا کرنا یہی صلحہ نمبر 3</p>

محبت کر لو جی بھرلو

صوبہ سندھ کے ایک بڑے اخبار کی نوجوانوں کو ترغیب دلاتی خبر جس نے
 ویلنٹائن کے کارنامے کو نمایاں شائع کر کے فرغ یوم فحاشی میں خود کو پیچھے نہ چھوڑا

اس عاشقی میں عزت سادات بھی گئی

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ اس کی زندگی کا ایک مقصد انسان کو اشرف المخلوقات بھی اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اس کی زندگی جانوروں کی طرح بے مہار نہیں گزرتی۔ وہ انسان کیسا جو دوسرے جانداروں کی طرح زندگی کے دن گزار کر دنیا سے چلا گیا۔

انسان زندگی میں اگر عزت اور وقار کی کمی ہو تو زندگی شرمندگی بن جاتی ہے لیکن ہمارے ہاں اس مقولے پر کوئی دھیان نہیں دیتا اُلٹا ہمارے نوجوان اپنی زندگی کا مقصد حیات ”عشق و محبت“ کو بنائے نظر آتے ہیں۔

ہمارے ہاں رائج ادب و ثقافت اور ٹی وی پر چلنے والے ڈراموں اور بھارتی فلموں میں پیش آنے والے عشقیہ مناظر نے پوری نوجوان نسل کو مریض عشق بنا دیا ہے۔ سکول اور کالجز میں عشق کے چکر اور گھروں سے بھاگنے والی لڑکیوں کے واقعات میں تیزی سے اضافہ اس کی دلیل ہیں۔ ویلنٹائن ڈے ایسے لوگوں کے لیے بہترین موقعہ ہوتا ہے کہ وہ اسی دن اپنی خواہش کا مظاہرہ کر سکیں اور کسی کی بہن یا بیٹی کو اپنی محبوبہ قرار دے کر اسے پھول، کارڈ یا کوئی تحفہ دے کر محبت کا پیغام دے سکیں۔ کچھ بھولے بھٹکے ایسی جگہ بھی ہاتھ ڈال بیٹھتے ہیں جہاں سے انہیں ”محبت“ کا جواب بڑے انوکھے انداز سے ملتا ہے۔ عاشق جب سر بازار ”محبوبہ“ سے جوتے کھا رہے ہوتے ہیں اور جی بھر کر پٹائی ہونے کے بعد بالآخر جب ان کی جان خلاصی ہوتی ہے تو یہ کہنے پر کہ ”تم تو میری بہن ہو“ چودہ فروری

کے روز پاکستان کے کئی شہروں میں بالخصوص ایسے واقعات رونما ہوئے ہیں۔ سال 2003ء کو ہمارے حیدرآباد قیام کے دوران خبریں آئیں:

”تم تو میری بہن ہو!“

حیدرآباد کے علاقے لال باغ میں چند منگلے لڑکوں نے لڑکیوں سے چھیڑ چھاڑ کی۔ ویلنٹائن ڈے کے حوالے سے آوازے کئے پر لڑکیوں نے مل کر ایک لڑکے کو پکڑ لیا اور اس کی زبردست چھتروں کی، لوگوں کے جمع ہونے پر اور مدافعت کرنے پر لڑکے نے نہ صرف لڑکیوں سے معافی مانگی بلکہ بہن کہہ کر اپنی جان بچائی..... ①

ناکام عاشق ہسپتال میں:

پاکستان کے تیسرے بڑے شہر حیدرآباد کے علاقے قاسم آباد میں ویلنٹائن ڈے کے موقع پر ملاقات کے لیے آنے والے دوست کے پاس ویلنٹائن ڈے کارڈ پر بہن کا نام دیکھ کر لڑکی کے بھائی نے دوست کی پٹائی کر ڈالی، لڑائی کی صورت میں ناکام عاشق کو زبردست چوٹیں آئیں اور اسے ہسپتال میں بھی رسوائی دیکھنا پڑی۔ ②

محبوبہ بہن بن گئی:

سال 2003ء کے ویلنٹائن ڈے کے موقع پر محبوبہ کو پھولوں کا تحفہ دینے والا محبوبہ کے بھائی کے ہتھے چڑھ گیا۔ اس نے ”محبوب“ صاحب کا مار مار کر بھر کس نکال دیا۔ تفصیلات کے مطابق جمعہ کے روز ویلنٹائن ڈے کے موقع پر سرگودھا کے نوجوان خرم شہزاد نے سیٹلائٹ ٹاؤن میں اپنی محبوبہ کو پھولوں کا تحفہ دیا تو اس کے بھائیوں نے دیکھ لیا اور خرم کو مار مار کر اس کا بھر کس نکال دیا۔ اس دوران محلہ داروں کے جمع ہو جانے پر نوجوان سے کہا گیا کہ وہ لڑکی کو بہن کہے پھر چھوڑا جائے گا ورنہ پولیس کے حوالے کر دیا جائے گا۔

① (روزنامہ ریاست کراچی ۱۵ فروری ۲۰۰۳)

② (روزنامہ ریاست ۱۵ فروری ۲۰۰۳)

نوجوان نے اپنی محبوبہ کو بہن کا خطاب دیا جس پر اس کی جان چھوٹی۔^① ایک دوسرے اخبار نے یہ دل چسپ خبریوں شائع کی کہ: ویلنٹائن ڈے کے موقع پر سرگودھا کے ایک نوجوان نے سٹیلائٹ ٹاؤن میں اپنی محبوبہ کو پھولوں کا تحفہ دیا تو اس کے بھائیوں نے دیکھ لیا اور اس نوخیز عاشق کو بے حد زد و کوب کیا۔ اس دوران محلہ داروں کے جمع ہونے پر نوجوان سے کہا گیا کہ وہ لڑکی کو بہن کہے پھر اسے چھوڑا جائے گا ورنہ پولیس کے حوالے کر دیا جائے گا۔ نوجوان نے اپنی محبوبہ کو بہن کا ”خطاب“ دیا اور کہا کہ اب بہن کو ہی پھول دے دیں جس پر اس کی جان چھوٹی۔^②

محبوب پر کتا چھوڑ دیا گیا:

خان گڑھ کے نواحی علاقے موضع مونڈ میں 97ء کے ویلنٹائن ڈے پر اس وقت دل چسپ صورت حال بن گئی جب لڑکی کے والدین نے محبوبہ کو پھول دینے کے لیے آنے والے عاشق پر کتا چھوڑ دیا۔

روزنامہ خبریں کے مطابق پورا ہی نامی ایک عاشق مزاج شخص ویلنٹائن ڈے کو اپنی مبینہ محبوبہ کے لیے پھول لے کر گیا تو لڑکی کے والد کو پتا چل گیا جس پر اس نے نام نہاد محبوب پر اپنا شکاری کتا چھوڑ دیا اور عاشق بیچارہ پھول پھینک کر بھاگ نکلا۔^③ منہ کالا، چھترول اور گدھے پر سواری:

بھائی پھیرو میں ویلنٹائن ڈے پر پھول دینے پر نوجوان دوشیزہ نے ”عاشق“ کی چھترول کردی۔ محلے والوں نے نامراد عاشق کو پکڑ کر اس کا منہ کالا کیا اور گدھے پر بٹھا کر ملتان روڈ پر اس کا جلوس نکالا، اس نامراد عاشق کی چھترول دیکھ کر کئی نوجوانوں نے

① (روزنامہ جنگ لاہور ۱۵ فروری ۲۰۰۳)

② (روزنامہ دن لاہور: ۲۰۰۳ء)

③ (رونامہ خبریں، 15 فروری 1997ء)

ویلنٹائن ڈے منانے سے توبہ کر لی۔

تفصیلات کے مطابق بھائی پھیرو وارڈ نمبر 2 کے نوجوان عکلیل نے ویلنٹائن ڈے پر اسی محلہ کی ایک لڑکی کو گلی سے گزرتے ہوئے گلاب کا پھول دے کر اپنی محبت کا اظہار کرنا چاہا مگر محبت کی بجائے اسے نوجوان دوشیزہ نے تھپڑ مار مار کر اس کا منہ لال کر دیا۔ اسی اثناء میں لڑکی کے بھائی اور محلے والے بھی آگئے جنہوں نے ”ویلنٹائن“ کو پکڑ کر اس کا منہ کالا کیا اور اسے گدھے پر بٹھا دیا اور ملتان روڈ نامراد عاشق کا چکر لگا اس گلی کے درجنوں بچے جلوس کے پیچھے تالیاں بجا کر ناپچتے رہے۔ اور اس پر پھبتیاں کستے رہے۔^①

تھانے میں چھترول:

خبر رساں انجینی این این آئی کے مطابق عارف والا میں ویلنٹائن ڈے پر نوجوان نے محبوبہ کی بجائے اس کی والدہ کو پھول تھما دیے۔ مقبول احمد صبح سویرے پھول دینے محبوبہ کے گھر گیا، گھنٹی بجائی تو اس کی والدہ سامنے آگئی جسے وہ کم روشنی کی وجہ سے پہچان نہ سکا اور پھول اس کے ہاتھ تھما آیا جس پر لڑکی کی والدہ نے تھانے میں شکایت کردی، جہاں نوجوان کی اچھی خاصی چھترول ہوئی اور تحریری معافی پر جان چھوٹی۔

خس کم جہاں پاک:

”ویلنٹائن ڈے“ کے موقع پر پیار کرنے والے نوجوان جوڑے کو لڑکی کے بھائی نے اندھا دھند فائرنگ کر کے موقع پر قتل کر دیا۔ تفصیلات کے مطابق پتوکی کے نواحی گاؤں پڈھانہ چک نمبر 45 کا شاہ محمد اور تصور نامی لڑکی ایک دوسرے سے ”محبت“ کرتے تھے۔ منگل کی رات جوڑا طے شدہ پروگرام کے مطابق محبت کے عالمی دن کے موقع پر ایک دوسرے سے اظہار محبت کر رہے تھے کہ لڑکی کے بھائی طارق کو علم ہو گیا جس پر اس نے طیش میں آکر اندھا دھند فائرنگ کر دی۔ طارق دونوں کو قتل کر کے فرار ہو گیا۔^②

سنگدل ”محبوب“ نے زندگی اجاڑ دی:

”میں پاگل نہیں، سنگدل محبوب کی بے وفائی میرے ضمیر کا بوجھ بن چکی ہے اور میرے اوسان خطا ہو چکے ہیں۔ خدا را مجھے اس دنیا میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیا جائے تاکہ میں اپنی بربادی کا کھلے بندوں ماتم تو کر سکوں۔“ اس خواہش کا اظہار گوجرانوالہ کے دارالامان میں مقیم زہیر النساء زارانے ”روزنامہ خبریں“ کے نام ایک پیغام میں کیا۔ زارانے کہا کہ وہ ایک باعزت گھرانے سے تعلق رکھنے والی تعلیم یافتہ لڑکی ہے۔ اس کی بربادی کا آغاز اس وقت ہوا جب وہ گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ میں تھرڈ ایئر کی طالبہ تھی کہ ایک نوجوان خرم نے اسے جھوٹی محبت کے پھندے میں پھانس لیا اور شادی کرنے کا جھانسنہ دے کر اس کی عزت سے کھیلتا رہا لیکن بعد ازاں اس نے اسے ٹھکرا دیا۔ جب زارا کے ”عشق“ کے بارے میں اس کے والدین کو علم ہوا تو انہوں نے اس کی نسبت ایک ڈاکٹر سے طے کر دی اور وہ پیا گھر سدھار گئی۔ زارا کے ڈاکٹر شوہر سردار احمد سے دو بچے بھی پیدا ہوئے لیکن اپنے عاشق سے رابطہ رکھنے پر اس کا ہنسا بستا گھر اجڑ گیا اور اس کے خاوند نے بیٹا بیٹی چھین کر اسے گھر سے نکال دیا لیکن اس کے عاشق خرم نے اسے یہ کہہ کر قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ ”تم اپنے بچوں کی سگی نہیں ہو تو میں تمہیں کیسے رکھ سکتا ہوں۔“ زارانے کہا کہ کچھ عرصہ بعد اس کے والدین نے اس کی چھوٹی بہن سے اس کے سابق خاوند سے شادی کر دی جو اپنے گھر ہنسی خوشی آباد ہیں لیکن زارا برباد ہو کر رہ گئی۔ والدین نے ایک مرتبہ پھر اس کا گھر بسانے کی کوشش کی اور گجرات کے موضع ساروکی میں اکرم نامی شخص سے اس کی دوسری شادی کر دی جو سلسلہ روزگار مسقط میں مقیم تھا اور بیوی کو ہمراہ مسقط لے گیا۔ زارا کے بقول وہاں وہ خوش و خرم زندگی گزار رہی تھی کہ خدا نے اسے ایک بیٹے اور بیٹی سے سرفراز کر دیا لیکن اس کے عاشق نے اسے مسقط خطوط لکھنے شروع کر دیے، چنانچہ اس کے خاوند نے یہ صورت حال دیکھ کر اسے طلاق دے دی اور بچہ چھین کر پاکستان واپس بھجوا دیا۔ زارا دوسری

مرتبہ برباد ہو کر پھر خرم کے پاس آئی لیکن خرم نے اسے اپنانے سے انکار کر دیا اور نکاح کے بغیر تعلقات قائم رکھنے کا مشورہ دیا۔ زارا بے وفا عاشق کی مسلسل بے وفائی سے ہوش و حواس کھو بیٹھی، جس پر اس کے گھر والوں نے اسے لاہور پاگل خانہ میں داخل کروادیا، جہاں 14 ماہ رہنے کے بعد وہ صحت یاب ہو کر گھر واپس آ گئی لیکن اکثر اوقات وہ پھر ہوش و حواس کھو بیٹھتی اور آپے سے باہر ہو کر اہل خانہ کو سخت پریشان کرتی چنانچہ اسے گوجرانوالہ کے دارالامان میں داخل کروادیا گیا۔ اب زارا گوجرانوالہ کے دارالامان میں مقید اپنی ناکام محبت اور برباد ازدواجی زندگی پر ماتم کتاں ہے۔ خبریں کے نام اپنے پیغام میں اس نے درخواست کی ہے اسے دارالامان سے رہائی دلائی جائے تاکہ وہ مسلسل ناکامیوں اور پچھتاوے کی آگ میں جل مرنے سے بچ سکے تاہم وہ کہیں نوکری کر کے اپنی باقی ماندہ زندگی باعزت طریقے سے گزارنے کی خواہش مند ہے۔ زارا نے اپیل کی ہے کہ اسے کسی دینی مدرسہ میں داخل کروادیا جائے تاکہ وہ دینی تعلیم حاصل کر کے اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کر سکے۔ ①

محبوبہ کی ٹھکانی:

قصور اڈا ٹھینگ موڑ میں سابق آشنائے اپنی ”محبوبہ“ کو سرعام تشدد کا نشانہ بنا کر بے ہوش کر دیا۔ موضع سوڈیوال کے ممتاز اور ”الف“ میں ایک عرصہ سے آشنائی چلی آرہی تھی، تاہم گزشتہ سال ”الف“ کی شادی ہوئی مگر ممتاز نے اپنی ”محبوبہ“ کی شادی کے باوجود بھی اس سے قطع تعلق گوارا نہ کیا اور موقع ملنے پر اپنی چاہت کا اظہار کرتا رہا۔ ایک روز ”الف“ اپنے خاوند کے ہمراہ جارہی تھی کہ ممتاز نے اس کا تعاقب شروع کر دیا اور متعدد اشارے کیے مگر ”الف“ نے کوئی جواب دینے کی بجائے اسے جھاڑ دیا جس پر مشتعل ہو کر ممتاز نے اڈا ٹھینگ موڑ سٹاپ پر ”الف“ کو پکڑ کر زبردست تشدد کا نشانہ بنایا جس کے نتیجے

میں وہ بے ہوش ہو گئی جب کہ ملزم فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ بیوی کو اس کے سابق آشنا کے ہاتھوں پٹا دیکھ کر شوہر کو اچانک ”الف“ کی پرانی آشنائی کا علم ہوا جس پر وہ اسے بیہوشی کی حالت میں چھوڑ کر چلا گیا۔^①

عاشق جوتے اتار کر بھاگ گیا:

سانگلہ ہل میں نہر کے کنارے ویلنٹائن ڈے کو ایک نوجوان نے طالبات کو سرخ گلاب پیش کیے تو طالبات نے کو گھیر کر اُس نوجوان شہزاد احمد کی سرعام چھتروں کر دی نوجوان منت سماجت پہ اتر آیا لیکن معافی نہ ملی، بالآخر بے چارہ جوتا اتار کر بھاگ نکلا۔^②

دیہاتی لڑکی نے چھتروں کر دی:

اسی سے ملتا جلتا ایک واقعہ کاموکی شہر میں پیش آیا۔ جہاں موٹر سائیکل سوار لڑکوں نے عبداللہ روڈ پر نواحی گاؤں سے آنے والی لڑکیوں نے کو پھول پیش کیے جس پر لڑکیوں جوتے اتار کر لڑکوں کے سروں پر مارنا شروع کر دیا، جب کہ جوتے کی ایزھی لگنے سے ایک لڑکے کا سر پھٹ کر خون سے چہرہ سرخ ہو گیا اور راگبیر اکٹھے ہونے پر لڑکے بھاگ گئے۔^③

پھول کے ساتھ کانٹے بھی.....:

”ویلنٹائن ڈے“ کو حافظ آباد، شہر میں تین لڑکیاں ٹیوشن سنٹر جارہی تھیں کہ ایک دورِ حاضر کے ویلنٹائن ادبائش نے ان کو سرخ گلاب پیش کیے تو انہوں نے اس نوجوان کو انتہائی پر اعتماد طریقے سے اپنے پاس بلایا۔ جونہی نوجوان ان کے پاس آیا تو انہوں نے جوتے اتار کر اس کی پٹائی شروع کر دی اور ساتھ یہ کہتی رہیں کہ پھول کے ساتھ کانٹے بھی ہوتے ہیں۔ تاہم عوام کے اکٹھا ہونے سے پہلے ہی ناکام عاشق بھاگ گیا۔^④

① (روزنامہ خبریں، 14 اپریل 1997ء)

② (روزنامہ انقلاب، لاہور، 15 فروری 2004)

③ (روزنامہ انقلاب، لاہور، 15 فروری 2004)

④ (روزنامہ نوائے وقت، لاہور، 15 فروری 2004)

محبوب کی خودکشی:

لاہور کے نواحی علاقے مرید کے میں ویلنٹائن ڈے پر عاشق نے محبوبہ کو گلاب کے پھول بھیجے تو اس نے واپس بھیج دیے جس پر محبوب نے زہریلی دوا کھالی اور حالت غیر ہونے پر ہسپتال جاتے ہوئے راستے میں دم توڑ دیا۔^①

عاشق 97ء:

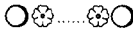
4 مارچ 1997ء کے روزنامہ جنگ میں ایک تین کالمی خبر شائع ہوئی جس میں اخبار نے ایک عاشق 97ء کو متعارف کروایا۔ یہ عاشق 97ء کا مونگی کا باسی ہے اور اس کی محبوبہ کی اس روز شادی تھی مگر کسی اور سے..... یہی عاشق صاحب کو رنج تھا کہ محبوبہ میری ہے وہ جملہ عروسی میں پہنچا اور بولا ”تم میری نہیں ہو سکتی تو کسی اور کی بھی نہ ہو سکوگی“ اس نے فائرنگ کی اور محبوبہ کو موت کی میٹھی نیند سلا دیا۔ بقیہ خبر پڑھیں اور دیکھیں کہ اس ”محبت و عشق“ کے نتائج کیا ہیں۔

کامونگی کے نواحی گاؤں بھاکراں اور گوجرانوالہ سے بارائیں آئی ہوئی تھیں۔ ایک دلہن کا مبینہ عاشق محمد یوسف اپنی محبوبہ کو کسی اور ہوتے نہ دیکھ سکا اور نکاح کی رسم سے پہلے ہی عاشق نے کمرے میں پہنچ کر بڑھکیں لگاتے ہوئے کہا ”تم میری نہیں ہو سکتی تو کسی دوسرے کی بھی نہیں ہو سکوگی۔“ ساتھ ہی اندھا دھند فائرنگ کر دی جس سے دلہنوں کے نزدیک میٹھی ہوئی ان کی سہیلی صائمہ موقعہ پر ہی ہلاک ہو گئی جبکہ دلہنیں جانیں بچانے کے لیے بھاگ پڑیں۔ اس واقعہ کے بعد شادی والے گھر میں افراتفری مچ گئی اور مہمانوں نے ملزم کو پکڑنے کی کوشش کی لیکن وہ اسلحہ لہراتے ہوئے فرار ہو گیا۔ بعد ازاں شادی کی رسومات سادگی سے ادا کر کے دلہنوں کو رخصت کر دیا گیا۔ تتلے عالی پولیس نے مقدمہ درج کر کے

مقتولہ کی نعش پوسٹمارٹم کے بعد ورثاء کے حوالے کر دی ہے۔ ❶
ایک لڑکی دو عاشق:

جامعہ کراچی (گلشن اقبال کیمپس) میں 14 فروری پیر کی صبح دونوں تنظیموں کے کارکن کی جانب سے ایک ہی لڑکی کو ویلنٹائن ڈے پر پھول پیش کرنے پر تصادم کا واقعہ پیش آیا گیا۔ صبح پختون اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے ایک کارکن نے ویلنٹائن ڈے پر ایک لڑکی کو پھول پیش کیا جبکہ پی ایم ایس او کے کارکن کی جانب سے بھی اس لڑکی کو پھول پیش کرنے پر دونوں تنظیموں کے کارکن آپس میں الجھ گئے۔ جس پر دونوں تنظیموں اے پی ایم ایس او اور پختون اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے کارکنان نے ڈنڈوں، سریوں اور بوتلوں سے مسلح ایک دوسرے پر حملہ کر دیا۔ جس کے نتیجے میں دونوں جانب سے درجنوں طلبہ زخمی ہو گئے۔

یہ ہماری نسل نو کے اخلاقی جنازے کی چند جھلکیاں ہیں جنہیں جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ تلخ حقیقت یہ ہے کہ سب سے زیادہ ایسے اخلاق باختہ واقعات طالب علموں کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ پریشان کن بات یہ ہے کہ اگر مغرب کی پیروی کی روش ختم نہ ہوئی اور حیا باخستگی کے ان واقعات کا سد باب نہ کیا گیا تو ہم دین، تہذیب و ثقافت سے عاری ہوں گے ہی کل کلاں ایسے واقعات ہماری بیٹی یا بہن سے بھی پیش آئیں گے۔





اس عاشقی میں عزت سادات بھی گئی!

پاکستان میں تیزی سے ویلنٹائن ڈے کے فروغ پانے سے معاشرے میں تیزی سے جنم لیتی ہوئی بے راہروی کی چند جھلکیاں

محبت کیا ہے؟

محبت ایک پاکیزہ جذبے کا نام ہے۔ یہ ایک فطری عمل ہے جو ہر انسان میں موجود ہوتا ہے۔ انسان میں اس جذبے کی موجودگی اصل میں معاشرے میں اتحاد اتفاق کے قائم ہونے کا سبب ہے۔ محبت ہی انسان میں باہمی تعلق پیدا کرتی ہے، اس سے ہی معاشرہ قائم و دائم ہے اور اسی جذبے کے تحت انسان میں دل چسپی و نفرت کے آثار جنم لیتے ہیں۔

انسان میں محبت و انسیت کا جذبہ کئی وجوہات کی بناء پر ہوتا ہے۔ محبت و اخوت نسب کی بنا پر بھی ہوتی ہے، دین کی بنا پر بھی اور وطن بھی اس کا سبب ہو سکتا ہے۔ صفات کی مماثلت بھی موجب محبت ہے۔ معاملات اور لین دین کی بنا پر بھی محبت ہو جاتی ہے۔ سفلی جذبات، جنسی خواہشات بھی محبت پیدا کر دیتی ہیں لیکن سب کے اسباب، جوہات اور خواہشات الگ ہیں۔

ان سب محبتوں میں سے مضبوط، قابل اعتماد اور دیرپا دینی محبت ہے جو کبھی نہیں ٹوٹ سکتی اور حالات و حوادث اس میں کوئی تبدیلی نہیں لا سکتے۔ محبت کی یہ قسم زمانے کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ تاریخ اسلام اپنے اندر ہر ادوار میں اسلام کی بنا پر قائم محبت اور بھائی چارے کی لازوال مثالیں سموئے ہوئے ہے جو انسان کی اسلام کی بنا پر پیدا ہونے والی حقیقی محبتوں کی عکاس ہیں۔ شخصی محبت کے علاوہ اللہ کی ذات ہے محبت بھی ان گنت واقعات رکھتی ہے۔ محبت ہی وجود کا راز ہے:

یوں اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہیں ہوگا کہ محبت ہی وجود کا راز ہے، کیوں کہ انسان کا اپنے پروردگار سے تعلق محبت کی بنیاد پر ہی قائم ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ﴾ (البقرة)

”اور اہل ایمان اللہ تعالیٰ سے شدید ترین محبت کرتے ہیں۔“

اور انسانوں کا اپنا گرد و پیش کے ماحول سے ربط و تعلق بھی محبت کی اساس پر استوار ہے۔ اگر اللہ کی ذات کے حوالے سے انسان اور پروردگار کی محبت کو دیکھا جائے تو پھر یہ کہا جاسکتا ہے کہ محبت کی حدت اللہ تعالیٰ کی عبادت کا جذبہ پیدا کرتی ہے اس کے نتیجے میں ہم اللہ کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں۔ اس کی نافرمانی سے بچتے ہیں اور اس کا پیغام پھیلاتے ہیں۔ اسی جذبے کے تحت ہم اپنے بھائی بندوں سے اللہ کے لیے تعلق قائم کرتے ہیں، اسی بناء پر ”انانیت“ دب جاتی ہے اور ”ایثار“ نمایاں ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں تواضع اور بھائی چارے کی فضا پیدا ہو جاتی ہے۔

محبت ہی سے زندگی رواں دواں ہے، کیوں کہ کسی بھی کام سے محبت انسان کو مجبور کرتی ہے کہ وہ اسے خوبی اور خلوص سے سرانجام دے اور علم سے محبت اس کو علم کے ابلاغ اور اس کی حمایت و تائید کا خوگر بناتی ہے۔

اسلام نے بھی محبت کے فروغ اور اس کے فیض و فضیلت کے بیان کی طرف خصوصی توجہ فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کئی مقامات پر اپنے محبوب بندوں کا تذکرہ کیا۔ ان کے اوصاف بیان کیے، محبت پیدا کرنے کے طریقے اور وہ کس قدر بندوں کو محبوب رکھتا ہے۔ قرآن میں جگہ بہ جگہ محبت کے تذکرے ہیں۔

فضیلۃ الشیخ سمیر حلبی کی تحقیق کے مطابق قرآن کریم میں مادہ ”حب“ اپنے مختلف مشتقات کی صورت میں بانوے مقامات پر مذکور ہے، اسی طرح بہت سی احادیث سے عیاں ہوتا ہے کہ مومنین کے دل محبت ہی سے شاد و آباد رہتے ہیں۔ اور ان کی انانیت پر محبت ہی کی مضبوط گرفت ہوتی ہے اور اپنے خالق و مالک سے اس قدر قلبی لگاؤ رکھتے ہیں کہ اس کی ہر پسندیدہ چیز سے محبت کرتے ہیں اور اس کی ہر ناپسندیدہ چیز سے نفرت کرتے ہیں۔

محبت کیا ہے؟ اس کا صحیح مطلب کیا ہے؟ محبت کی کتنی قسمیں ہیں؟ اس کی کیا کیا

نشانیاں ہیں آئندہ سطور میں ہم اس کے متعلق آگاہی حاصل کرتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ کی محبت:

انسان کو سب سے زیادہ محبت اس پروردگار سے ہونی چاہیے جس نے اس کو پیدا کیا اور اس کے لیے زمین و آسمان میں اس قدر نعمتیں پیدا کیں کہ ان کا شمار ہی ممکن نہیں یوں انسان کے نزدیک سب سے بڑھ کر محبت اللہ کی ہونی چاہیے۔

اس کے تحت رسول اللہ ﷺ کی محبت، فرشتوں کی محبت، اللہ تعالیٰ کا تقرب، وتوبہ واستغفار، عدل، صدق اور امانت، کسر نفسی، نرم دلی، حیاء، انفاق فی سبیل اللہ، مصائب میں صبر و حوصلہ مندی اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق۔ یہ سب اللہ سے محبت کی علامات ہیں، اس کے بعد نبی اکرم ﷺ کی محبت پھر فرشتوں سے محبت اور اس کے بعد اللہ کے بندوں سے محبت۔

بندوں سے محبت کے حوالے سے پر خلوص دوستی، محبت کا اظہار اور اس کے عملی مظاہر، سلام و آداب، باہمی ملاقات، بیماروں کی مزاج پرسی، خندہ پیشانی سے ملنا، خوش دلی، مہمان نوازی، قبول دعوت، مدد و تعاون، پریشانی کا ازالہ، خیر خواہی اور صحیح مشورہ یہ سب بندوں سے محبت کے اظہار کے طریقے اور علامتیں ہیں۔

اس کے بعد ہم اس رسوا کن محبت کا تذکرہ بھی کر سکتے ہیں جو موجودہ معاشرے میں رائج ہے جیسے ویلنٹائن ڈے کے موقع پر استعمال کیا جاتا ہے اور جو خصوصاً الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے الا ماشاء اللہ ہر گھر میں اپنے بچے گاڑ چکی ہے۔ اس کے خطرناک نتائج ہماری مٹی ہوئی اخلاقی اقدار کا نوحہ ثابت ہو رہے ہیں۔

ہاں محبت کا انداز اور انتہا ہر نفس کا الگ معاملہ ہے۔ اس کے محبوب پر منحصر ہے کہ فریق ثانی اس کو کس قدر محبوب ہے۔

فضیلۃ الشیخ سمیر حلبی نے اپنی کتاب ”محبت کی حقیقت“ میں محبت کے چار درجے بیان کیے ہیں:

محبت کے درجات:

- ① پہلا درجہ: استحسان ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دیکھنے والا کسی صورت کو خوب صورت سمجھے اور اس کے اخلاق و عادات کو اچھا سمجھے۔ اسے تضادِ حق بھی کہا جاتا ہے۔
- ② دوسرا درجہ: انجباب ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ دیکھنے والا اس خوب صورت چیز یا شخص کے قرب کا آرزو مند ہو۔
- ③ تیسرا درجہ: کُلف ہے، یعنی اکثر اوقات دل میں اس کا تصور رہے۔ اسے غزل میں عشق کہا جاتا ہے۔
- ④ چوتھا درجہ: شغف ہے۔ گویا کھانا پینا اور سونا تقریباً ختم ہو جائیں۔ بسا اوقات اس کے نتیجہ میں بیماری، جنون، بلکہ موت تک بھی نوبت پہنچ جاتی ہے۔ یہ محبت کا انتہائی درجہ ہے اس سے آگے کچھ نہیں۔

مراتبِ محبت:

محبت کے 13 مراتب ہیں:

- ① مُحَبَّت، ② مَوَدَّت، ③ مِقَّة، ④ حُلَّت، ⑤ مُصَافَاة، ⑥ مُصَادَقَة، ⑦ إِخْلَاص، ⑧ خِدَانَة، ⑨ أَلْفَت، ⑩ مُسَامَرَة، ⑪ أُنْس، ⑫ خِلْط، ⑬ عِشْرَت
- مندرجہ بالا ترتیب کے مطابق محبت کرنے والے کو:
- ① حبیب، ② وَدِيد، ③ وَمِيق، ④ خَلِيل، ⑤ صَفِي، ⑥ صَدِيق، ⑦ خَلِص، ⑧ خَدِین، ⑨ أَلِیف، ⑩ سَمِیر، ⑪ أُنِيس، ⑫ خَلِيط، اور ⑬ عَشِير کہا جاتا ہے۔

محبت کے انداز:

محبت کے تمام انداز ایک ہی جنس سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ محبوب

سے رغبت ہوتی ہے اور اس کی مخالفت بُری محسوس ہوتی ہے۔ محبت کے عوض محبوب سے بدلے کی خواہش ہوتی ہے اور وہ خواہش ہر شخص کے اغراض و مقاصد کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے۔ اغراض و مقاصد طلب کی کمی بیشی کی وجہ سے مختلف ہوتے ہیں۔ ایک محبت ایسی بھی ہوتی ہے۔ جس کا واحد مقصد اللہ رب العزت کی رضا اور خوش نودی کا حصول ہے۔

دینی مفہوم:

فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ محبت عبادت کا خلاصہ اور عبودیت کا مغز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا محبت وہی ہو سکتا ہے جو اس کے رسول حضرت محمد ﷺ کی پیروی کرے اور آپ ﷺ کی پیروی اور اطاعت عبودیت کے بغیر ممکن نہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ ”العبودية“ میں محبت کا مفہوم تفصیل سے بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ امت مسلمہ کی اللہ تعالیٰ سے محبت پہلی امتوں کے مقابلے میں بہت کامل ہے اور ان کی عبودیت بھی اُن کے مقابلہ میں مکمل ترین ہے۔

ان کا خیال ہے کہ لفظ عبودیت انتہا درجے کی عاجزی اور محبت کو کہا جاتا ہے، کیوں کہ عربی میں قلبِ متیم اس دل کو کہا جاتا ہے جو محبوب کا غلام ہو۔ ”متیم“ غلام کو اور ”تیم اللہ“ اللہ کے بندے کو کہا جاتا ہے۔

انھوں نے ایک اور جگہ فرمایا ہے کہ جس عبادت کا ہمیں حکم دیا گیا ہے اس میں ذلت، یعنی عاجزی اور محبت کے معنی پائے جاتے ہیں، لہذا عبادت کا مفہوم یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور انتہا درجے کی محبت کے اظہار کے ساتھ غایت درجہ عاجزی بھی ظاہر کی جائے کیونکہ محبت کا آخری درجہ تقیم ہے اور ابتدائی درجہ علاقہ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ دل محبوب سے متعلق ہو جاتا ہے دوسرا درجہ صباہ ہے، کیوں کہ دل اس کی طرف مائل ہو جاتا ہے اس کے بعد غرام کا مرتبہ ہے، یعنی ایسی محبت جو دل کے اندر جا گزیر ہو گئی ہو۔

✽ امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”عبادت کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی محبت ہے بلکہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی سے

محبت ہے۔ اس کے علاوہ کسی سے محبت نہ ہو۔ اگر کسی سے ہو تو محض اللہ تعالیٰ کی وجہ سے صرف اسی کی خاطر ہو۔“

✽ امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”کامل محبت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دل کی گہرائیوں سے محبت کی جائے کیوں کہ جب تک کسی اور کی طرف توجہ رہے گی، دل کا کوئی نہ کوئی گوشہ غیر اللہ کی طرف ضرور متوجہ رہے گا اور جس قدر غیر اللہ میں مصروفیت ہوگی اسی قدر اللہ تعالیٰ کی محبت میں کمی ہو جائے گی۔“ ❶

محبت کا جہاں بھی تذکرہ ہوگا تو مفہوم یہی بیان ہوگا جو امام غزالی رحمہ اللہ فرما گئے۔ لایعنی خواہشات کی بنا پر ہمارے ہاں مروجہ عشق و محبت حقیقی محبت سے کوئی معنی نہیں رکھتا بقول امام غزالیؒ:

”محبت میں سب سے افضل بات یہ ہے کہ انسان پاک باز رہے، گناہ کے ارتکاب سے بچے، اپنے خالق و مالک کی طرف سے ملنے والی جنت کی جزا سے محروم نہ رہے، بے پناہ احسان کرنے والے پروردگار کی نافرمانی نہ کرے، یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم عنایت اور احسان ہے کہ اُس نے اُسے اوامر و نواہی پر مشتمل اپنی ہدایت کا اہل سمجھا، اس کی طرف اپنے رسول بھیجے اور اپنے مقدس کلام سے اُسے نوازا۔“

نہ کہ جنسی خواہشات من کی لذتوں، دل کی چاہتوں کے پیچھے اپنی زندگی و آخرت برباد کر بیٹھے اور دنیا و آخرت میں رسوائی کا بھی موجب بنے اور معاشرتی بے راہرو کا بھی شکار بنے۔

کہتے ہیں کسی نے ابن الجوزی رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ اگر کسی شخص کو بہت خوب صورت و شیرازہ سے عشق ہو جائے تو کیا وہ اس کے منہ، آنکھوں یا رخسار کو بوسہ دے سکتا ہے؟ یا اس

❶ ”محبت کی حقیقت“ از سیر حلبی، مطبوعہ دارالسلام، صفحہ ۲۳

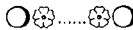
سے نکلے مل سکتا ہے، جب کہ اس کے دل میں بدکاری وغیرہ کا تصور موجود نہ ہو؟ امام صاحب رحمہ اللہ نے جواب دیا:

”یہ تمام چیزیں ہماری شرع میں حرام ہیں کیوں کہ ان کی بنیاد شہوت ہے، لہذا اسے چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بلائے عشق سے شفا کی دعا کرے تاکہ عذاب عشق سے بچ سکے، نیز صبر سے کام لے، اپنے عشق کا اظہار بھی نہ کرے۔ اس کے ساتھ ساتھ پاک باز بھی رہے، اگر پاک بازی اور صبر کی حالت میں اُسے موت آگئی تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادے گا اور اسی طرح کی نعمتیں اسے جنت میں عطا فرمائے گا۔“

یہ ہے حقیقی محبت اور اس کے مظاہر، اس کے برعکس ہم جسے محبت و عشق کا نام دیتے ہیں وہ جنسی مقاصد کی تکمیل کے لیے بے حیائی و فحاشی کے عملی مظاہر تو ہیں ”محبت“ نہیں اصلی محبت وہی ہے جس کے بارے میں صحابی رسول ﷺ نے فرمایا:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ، نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں:

”تین صفات جب کسی شخص میں پیدا ہو جائیں تو وہ ایمان کی مٹھاس محسوس کرنے لگتا ہے: ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اسے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہو جائیں، دوسرے یہ کہ وہ جس سے بھی محبت کرے خالص اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لیے کرے اور تیسرے یہ کہ اسے آگ میں چھلانگ لگا دینا کفر کی طرف منہ کرنے سے زیادہ پسند ہو۔“ ①



محبت کے دیوتا کا تہوار

تاریخ انسان کے ہر دور میں ویلنٹائن جیسے جنسی جذبات کے حامل لوگ محبت کی آڑ لے کر اپنے سفلی جذبات پورے کرتے رہے، اس لیے تاریخ میں کئی ایسے راسپیوٹین کا تذکرہ ملتا ہے جو ایسے ہی طور طریقے اپنا کا اپنا کھیل کھیلے رہے۔ ویلنٹائن کے علاوہ ایک شخصیت ایڈولف کی بھی ہے جسے محبت کا دیوتا بھی کہا جاتا ہے اور ویلنٹائن کی یاد کی طرح اس کی یاد میں بھی تہوار منائے جاتے رہے۔

ایڈولف کی یاد میں مغربی ایشیا اور یونانی علاقوں میں تہوار منایا جاتا۔ دیوتا کی موت کے سوگ میں عورتیں آہ و زاری کرے ایڈولف کی لاش کی شبیہ تیار کی جاتی، کفن پہنایا جاتا، خود عورتیں بھی کفن پہن کر بین کرتیں پھر اس پتلے کو سمندر یا چشمے کے پانی میں پھینک دیا جاتا مختلف علاقوں کے لوگ اپنے موسمی حالات کی مناسبت سے تہوار کے دن کا تعین کرتے۔ اسی طرح تہوار بھی ہر علاقے میں مختلف انداز میں منایا جاتا۔

مصر میں اسکندریہ کے لوگ محبت کی دیوی اور دیوتا کے تہوار کے موقع پر دو گازیوں کو سجاتے ان پر ہر قسم کے پختہ میوے، پھل سبزیاں رکھی جاتیں اور اس کے کناروں پر سونف کے تازہ پودے باندھے جاتے، تہوار کے دنوں میں ہی عشاق کو رشتہ ازدواج میں باندھا جاتا اگلی صبح عورتیں ماتمی جلوس نکالتیں۔ جلوس میں شامل عورتیں اپنے بال بکھیرے برہنہ سینہ ساحل سمندر پر جا کر سوگ مناتیں تاہم ان کے سوگ میں اُمید کا رنگ غالب ہوتا انھیں یقین ہوتا کہ ایک نہ ایک دن مرنے والا ضرور واپس آئے گا۔ یہ تہوار فصل پکنے کے بعد

گرمیوں کے موسم کے آخری ایام میں منایا جاتا۔
عصمت کی قربانی:

فونیسیا کے عظیم شہر بابل کے مقدس معبد میں ہر سال بانسری کی لئے پروتے، چیتے چلاتے ہوئے یہ سوگ کا تہوار منایا جاتا۔ سوگوار سینہ کو بی کرتے ہوئے محبت کے دیوتا کے پتلے کو دریا میں پھینکتے انھیں اس بات کا مکمل یقین ہوتا کہ اگلے دن محبت کا دیوتا دوبارہ شہر میں زندہ موجود ہوگا اور اپنے چاہنے والوں کو جنت میں بھیجے گا زمین پر باقی بچ جانے والے عقیدت مند اس غم میں اپنے سر بالکل اسی طرح منڈوا لیتے جیسے قدیم مصری مقدس بیل (Apis) کے سوگ میں منڈواتے تھے۔ اس موقع پر عورتیں اپنی زلفیں دیوتا کے سوگ میں کنوانے کی بجائے اپنی عصمت اجنبی زائرین کو پیش کرنا زیادہ مناسب سمجھتیں اور اس قربانی کے عوض حاصل ہونے والی دولت کو معبد میں جمع کروادیتیں۔

فونیسیائی لوگوں کے اس تہوار کو بیسا کھی جیسا تہوار سمجھ سکتے ہیں کیوں کہ اس موقع پر بھی فصل پک جاتی تھی۔ اس کے علاوہ ہمارے ہاں موجود ایک روایت کی طرح ان ایام میں محبت کے دیوتا کے سوگ میں دریائے ایڈونس کا رنگ بھی تبدیل ہو جاتا تھا۔ لہذا جس دن دریا کے پانی کا رنگ تبدیل ہوتا اس دن تہوار کا آغاز ہو جاتا۔ آج بھی جو سیاح اس علاقے میں جاتے ہیں، دریا کے پانی کی رنگت کی تبدیلی کی گواہی دیتے ہیں۔

گلاب کا رنگ سرخ کیوں؟

اسی طرح جب کوہ لبنان کے سرخ رنگ کے ناقص پتھر لیلے پہاڑوں پر بارش برستی تو دریاؤں اور ندی نالوں کا پانی سرخ رنگ اختیار کر جاتا اور تو ہم پرست لوگ کہتے کہ محبت کے دیوتا کے سوگ میں اس کی موت کے دن پانی کا رنگ سرخ ہو جاتا ہے۔ شام کی طرف بہنے والے ندی نالوں کا پانی بھی سرخ ہو جاتا ہے۔ لہذا شام کے عیسائی انہی ایام میں ایسٹر بھی مناتے ہیں۔ اس موقع پر کھٹنے والے ایک پھول کا نام بھی محبت کے دیوتا کی نسبت سے

گل نعمان رکھا گیا ہے۔ عرب معاشرہ آج بھی اس پھول کو ”شائق النعمان“ ہی پکارتا ہے ”نعمان کے زخم“ گلاب کے سرخ پھولوں کے بارے میں روایت ہے کہ جب محبت کا دیوتا زخمی ہوا تو محبت کی دیوی نے اسے سفید گلاب کے پودوں پر لٹا دیا لیکن گلاب کے کانٹوں سے محبت کے دیوتا کا جسم مزید زخمی ہو گیا اور اس کا مقدس خون جب ان سفید پھولوں پر گرا تو ان کا رنگ سرخ کر گیا اور یہ سرخ رنگت تا قیامت اس واقعے کی یاد دلاتی رہے گی۔ تاہم یہ روایت اتنی ہی کم زور ہے جتنی پھول کی ٹہنی۔ یہ سب اندھی عقیدت اور توہم پرستی ہے، دیے بھی دمشق گلاب موسم بہار اور گرمیوں میں کھلتا ہے۔ سچ بھی یہی ہے کہ یہ تہوار یونان قبرص اور شام میں گرمی کے موسم میں منایا جاتا تھا۔ جن گلیوں سے جلوس گزر کر محبت کے دیوتا کا پتلا سمندر کے حوالے کرنے جاتا راستے کی تمام گلیاں اور سڑکیں مصنوعی لاشوں سے اٹ جاتیں اور فضا عورتوں کی آہ و بکا سے سوغوار ہو جاتی۔ کئی صدیاں گزرنے کے بعد شہنشاہ جولین انتوخ (Antioch) نے اپنے کانوں سے ماضی کے ان تمام جلوہوں کی آواز سنی ہوگی۔

محبت کے دیوتا کی ماں:

بھارتی اور یورپی تہوار میں بھی اسی بہت زیادہ مماثلت پائی جاتی ہے اسی طرح اسکندریہ (مصر) اور بھارت دونوں میں دیوی دیوتا کی شادی کا تہوار منانے کے لیے پتلے بنائے جاتے ہیں۔ فلوٹ تیار کیے جاتے ہیں اور یہ تہوار فصل کٹنے کے بعد منائے جاتے ہیں۔ میری رائے کے مطابق محبت کی دیوی اور دیوتا کے کردار فرضی ہیں اصل خوشی فصل گھر آنے کی ہوتی ہے۔ فرضی کرداروں کو مر (Myrrh) کے اگنے اور پھل دار ہونے کے ساتھ نتھی کر دیا گیا ہے کیوں کہ اس پودے کو پھل دس مہینوں کے بعد لگتا ہے۔ کہانی کچھ یوں بنائی گئی ہے کہ محبت کے دیوتا کی ماں حاملہ ہونے کے بعد ”مر“ کی شکل اختیار کر گئی اس کی یاد میں آج بھی تہوار کے موقع پر ”مر“ کو لوہان کی دھونی دی جاتی ہے یادو خان دہکائے جاتے ہیں۔ بائبل کے علاوہ یہودی بھی جنت کی ملکہ

”اسٹریٹ“ کی یاد میں لوہان کا بخور جلاتے ہیں۔ آگے چل کر کہانی میں بیان کیا گیا ہے کہ محبت کا دیوتا نصف یا تہائی حصہ زیر زمین رہتا ہے اور باقی وقت زمین کے اوپر گزارتا ہے ہر صاحب شعور انسان اس سے بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ سال کا ایک تہائی حصہ زمین سبزے سے خالی رہتی ہے اور دو تہائی حصہ میں زمین کا سینہ سرسبز و شاداب نظر آتا ہے، چوں کہ یورپ میں سردیوں کے موسم میں سورج نظر نہیں آتا اور ہر وقت دھند چھائی رہتی ہے لہذا ان لوگوں نے سورج کو زندگی کا دیوتا قرار دے دیا لیکن گرم اور گرم مرطوب خطوں میں ایسا نہیں ہوتا تاہم ان خطوں میں سردیوں میں دھوپ کی تمازت میں کافی کمی آجاتی ہے لہذا موسموں کا یہ قدرتی فرق بھی اس مفروضے کو غلط قرار دیتا ہے۔ بد قسمتی سے بیلی (Baily) نامی ماہر فلکیات نے قطبین کے موسم سے جہاں سال میں چھ مہینے تک سورج بالکل نظر نہیں آتا اور بعض مقامات پر پورے سال میں صرف چند گھنٹے نظر آتا ہے، لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ محبت یا زندگی کے دیوتا کی کہانی قطبین کے ممالک سے آئی ہے، کیوں کہ انہی علاقوں کے رہنے والے لوگ سورج کو زندگی کا دیوتا مان کر اس کی پرستش کیا کرتے تھے لیکن گرم خطوں کے لوگوں نے بھی دوسروں کی دیکھا دیکھی ان تہواروں کو منانا شروع کر دیا۔

اشک بہائی دیوی:

تاموز (Adonis) یا فصل کے دیوتا کی یاد میں منائے جانے والے ایک تہوار کا ذکر دسویں صدی کے ایک عرب مصنف نے بھی کیا لیکن اس نے مختلف علاقوں میں اس تہوار کو منانے کے مختلف ایام بیان کیے ہیں۔ ہاران کے طہر شامی اس تہوار کو وسط جولائی میں ”البغات“ نامی دیوی کی یاد میں مناتے تھے یہ دیوی ایک اشک بار عورت تھی، جو ”تاموز“ دیوتا کی یاد میں ہر وقت آنسو بہاتی رہتی۔ کیوں کہ اس کے آقا نے انتہائی قساوت قلبی سے تاموز کو چکی میں پسوا کر اس کی ہڈیاں کا چورا فضا میں بکھیر دیا تھا۔ اس تہوار کے موقع پر چکی کی پسپی ہوئی اشیاء کھانے کی بجائے کھجور، گوند اور نشاستہ سے بنی اشیا

کھائی جاتیں۔ ان لوگوں کا تاغوذ دیوتا دراصل تاموز ہی تھا جسے بعد میں یورپ نے جان (John) کا نام دیا۔

تاریخ کے مطالعے سے یہ بات علم میں آتی ہے کہ محبت یا زندگی کے دیوتا کا تہوار (دال) فصل پکنے کے زمانہ میں منایا جاتا تھا۔ انسان کو خانہ بدوشی ترک کئے صدیاں بیت چکی ہیں اور اب وہ زمین کا بیٹا کہلانے میں فخر محسوس کرتا ہے۔ دھرتی ماں کے سینے سے پھوٹنے والے اناج اور پانی کے چشموں سے پیٹ کے دوزخ کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ فصلوں کی زندگی کو وہ محبت کی دیوی کا مرہون منت سمجھتا ہے اور اپنے اباؤ واجداد سے ملنے والی محبت کی دیوی اور دیوتا کی پوجا اس کے مذہب کا حصہ بن چکی ہے، کیوں کہ سورج سے دھوپ اور زمین سے غلہ حاصل ہوتا ہے لہذا کم عقل اور جاہل انسان نے خدا کو بھول کر مظاہر فطرت کو خدائی کا درجہ دے دیا یا خدا کی خدائی میں حصہ دار سمجھ لیا۔ انسان کی اس کج فہمی کو پنجنگی بھوک اور خوف کے جن نے دی اور وہ گم راہیوں میں گرتا ہی چلا گیا۔

دیوتا کی یاد میں عورتوں کے آنسو:

فادر لاگرانج (Lagrange) کے خیال کے مطابق دہقانوں کا فصلی کی گہائی کے بعد رونا اس لیے ضروری ہے کہ فصل کی گہائی کے دوران زندگی کا دیوتا بیلوں کے پاؤں تلے روندنا جاتا ہے اور پھر تقریباً 6 ماہ تک اس کی شکل نظر نہیں آتی۔ مرد اس کی یاد میں ٹنڈیں کراتے جب کہ عورتیں مگر چھ کے آنسو بہاتی ہیں۔ جن علاقوں میں محبت کے دیوتا کی پوجا ہوتی تھی اور لوگ اس کی یاد میں تہوار مناتے تھے بعینہ یہ وہی ایام ہوتے جن میں جو اور گندم کی فصل پک کر گھروں کو آ جاتی تھی، بالعموم یہ تہوار بہار اور گرمی کے موسم میں منائے جاتے، اسی طرح مصری لوگ مکئی کی فصل کو درانتی لگتے ہی آئسیس (Isis) دیوتا کی یاد میں آنسو بہانا شروع کر دیتے نیز یہ قبائل اپنے پالتوں جانوروں کو اس موقع پر ذبح کر کے آنسو بہانے کا سامان کرتے۔

محبت یا زندگی کے دیوتا کی موت سے یہ اخذ نہ کیا جائے کہ واقعی اس کا مطلب اس

کی موت تھا بلکہ یہ موقع تو خوشی کا تھا کہ فصل کھیت سے کٹنے کے بعد گھر آن پہنچتی ہے، اس کے بعد اسے چکی میں پیس کر آنا حاصل کیا جاتا ہے، جس پر انسانی گزر اوقات کا انحصار ہے۔ لیونٹ (Levant) کے عوام فصل آنے کے موقع پر خوشی کا اظہار بھی کرتے اور گرمیوں کے آخر میں یا خزاں کے آغاز پر ہریالی ختم ہونے، سبز چارہ ختم ہونے پر اپنے دکھ کا اظہار بھی کرتے۔ کیوں کہ زمانہ قدیم میں جب انسان صرف گلہ بانی کرتا تھا، سبزہ ختم ہونے پر اسے اپنی اور جانوروں کی بھوک مٹانے کا کوئی سامان نظر نہ آتا۔ اس زمانے میں انسان مختلف قسم کے خشک میوے جمع کر کے اپنے اور اپنے جانوروں کے لیے سردیوں کی خوراک کا بندوبست کرتا۔ اس کے علاوہ سردیوں کا سارا وقت وہ محبت اور زندگی کے دیوتا کی عبادت کرتے گزرتا اور جب موسم تبدیل ہونے پر اس کے ہوش ٹھکانے آتے تو اسے ہر طرف عورتوں کے بڑھے ہوئے پیٹ کھیتوں میں لہلہاتی فصلیں، اولاد اور تازہ پھلوں کی آمد کی چغلی کھاتی نظر آتیں تو پھر ایسے وقت میں انسان اپنے محسن کے کھو جانے کا غم کیوں نہ منائے۔ کون ایسا شخص ہے جو خزاں کی آمد پر چنار کے گرتے سرخ پتوں کو دیکھ کر غمگین نہیں ہو جاتا۔ فرق یہ تھا کہ ان لوگوں نے مظاہر قدرت کی کثرت کو الوہی اختیارات کا مل سمجھا لیا تھا اور آج کا انسان انبیاء کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق مظاہر کو وحدت کے مظہر سے زیادہ کوئی مقام نہیں دیتا۔

انسان کی بھینٹ:

یوں لگتا ہے جیسے از منہ اولیٰ میں ایڈونس نام کا کوئی شخص تھا، جس کی موت بھرپور جوانی میں واقع ہوئی۔ اس کی گواہی اس سے بھی ملتی ہے کہ ادیقانوس کے مشرقی علاقوں میں مکئی کے کھیت میں ہر سال ایک انسان کو فصل کی دیوی کے نام پر قربان کیا جاتا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے وہ لوگ انسانی بھینٹ کے ذریعے ایڈونس کی خوش نودی حاصل کرتے تھے۔ یہ لوگ مرنے والے کا مقدس خون مکئی کی بالیوں کو لگاتے اور خیال کرتے تھے کہ اس طرح بانی میں زیادہ دانے پڑیں گے اور سٹے موٹا ہوگا۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ اس طرح کرنے سے

مرنے والا ان کی دنیا میں واپس لوٹ آتا ہے اور اس کی حقیقی موت اس وقت واقع ہوتی ہے جب اگلے برس اس کے خون سے پیدا ہونے والی بالی کے دانوں کو زمین میں بویا جاتا۔ تو ہم پرستوں میں یہ عقیدہ ہمیشہ سے برقرار چلا آ رہا ہے کہ مرنے والوں کے بھوت یا بدروحیں زندہ لوگوں کو ضرور تنگ کرتی ہیں۔ ان لوگوں کے ہاں بھی مرنے والوں کے بھوت فصل پکنے کے موسم میں آدھمکتے۔ ان کے آنے کا علم انھیں پودوں میں برگ و بار آنے سے ہوتا۔ مرنے سے برگ و بار آنے تک کا عرصہ ان لوگوں کو زیر زمین گزارنا پڑتا۔ انہی لوگوں کے خون سے کھیتوں میں ہریالی، گلوں میں خوش بو، کوئل کی گوگو اور بلبل کے نغموں میں موسیقی آتی ہے۔ گلاب کے پھولوں کی سرخ رنگت بھی دراصل انہی کے خون کی لالی ہوتی ہے۔ گل لالہ میں ان کا خون جھلکتا ہے۔

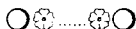
جشن بہاراں:

سترہویں صدی میں یورپ میں لائنڈن (Landen) کی خون ریز جنگ کے بعد زمین خون سے سیراب ہو گئی، اس جنگ میں بیس ہزار جانیں ضائع ہوئیں، ان مقتولین کے زمین سے خون سے زمین سرخ رنگ ہو گئی اور اس زمین میں جب آئندہ فصل بوئی گئی تو یوں لگتا تھا جیسے پودوں پر پھولوں کی بجائے مرنے والوں کے سر لہلہا رہے ہیں۔ اس جنگ میں مرنے والوں کی یاد میں اتھنٹر میں ہر سال مارچ کے وسط میں تہوار منایا جاتا ہے۔ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ مرنے والوں کی ارواح پھولوں کی شکل میں ہمارے سامنے عیاں ہو جاتی ہیں۔ اس تہوار کو ”جشن بہاراں“ یا ”جشن گل“ کا نام دیا جاتا ہے۔ اس موقع پر رینن (Renan) کی کہانی بھی سچ معلوم ہوتی ہے جس میں ایڈونس کی پوجا کے دوران عشرت کے کیسے کیسے سامان مہیا کر کے تسکین دل و جان حاصل کی جاتی ہے۔

لبنان میں تہوار کے ایام میں شیطان کی کھلی حکومت ہوتی ہے اور شرم و حیا منہ چھپائے پھرتی ہیں لیکن شامی کسان اس موقع پر ساری توجہ محبت کے دیوتا کی جدائی کے غم پر مرکوز

رکھتے ہیں ان کی تمام تر توجہ مرنے والوں کے بھوتوں کو پھولوں میں تلاش کرنے میں صرف ہوتی ہے جو فصل گل میں وہاں نمودار ہو جاتے ہیں۔

”محبت کے دیوتا“ کے تہوار منانے اور اس تہواروں میں ہونے والی مستیوں کی چند جھلکیاں ان لوگوں کی ہیں جنہیں آج کا انسان پتھر کے زمانے کے لوگ کہتا ہے اور ساتھ ہی انہیں دقیانوسی باتیں خیال کرتا ہے لیکن حیرت ہے کہ ”ویلنٹائن ڈے“ یہ وہ یہی کام خود کرتا ہے اور جو صدیوں قبل کے کم عقل لوگ کرتے تھے۔



ویلنٹائنی محبتوں کا انجام

✽ عشق کا بھوت نفرت میں بدل گیا، محبت کی شادی کا دردناک انجام، خاوند کے ہاتھوں محبوبہ قتل۔

✽ عشق کی خاطر بہن نے بھائی کو قتل کر دیا۔ محبوبہ، محبوب سمیت حوالات میں بند۔

✽ ناکام عاشق نے لڑکی کو والدین چچا اور ایک بچی سمیت قتل کر دیا۔

✽ محبت میں ناکامی پر دو بھائیوں نے خودکشی کر لی، ماں صدمے سے چل بسی۔

✽ محبت میں ناکامی نو جوان ترین کے آگے کود گیا، جسم دو ٹکڑے۔

یہ وہ اخباری سرخیاں ہیں جو نام نہاد ”محبت“ کی بنا پر معاشرتی المیہ بنی آئے روز اخبارات کی زینت بنتی ہیں نسل نو اسے محبت کہتی ہے جو ہمارے معاشرے اور خاندانی نظام حیات میں تیزی سے بگاڑ پیدا کر رہی ہے بھارتی فلموں، کیبل اور عشقیہ ڈراموں سے پھیلنے والے اس زہر نے تیزی سے نسل نو میں سرایت کیا ہے اور اس کا نتیجہ آئے روز کسی نہ کسی حادثے کی صورت میں سامنے آتا رہتا ہے کیا یہ محبت ہے؟ اگر ہے تو کس درجے کی، اس حوالے سے اگر دیکھا جائے تو اسے جذباتی یا جنسی محبت کے سوا کچھ نہیں کہا جاسکتا جو بلاشبہ ایک قبیح بیماری ہے اور کہا جاتا ہے کہ جذباتی محبت (عشق) کا سب سے برا نتیجہ یہ ہے کہ اس سے انسان کی توجہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی سے ہٹ جاتی ہے اور مخلوقات ہی اس کا محور و مرکز بن کر رہ جاتی ہیں۔ علمائے سلف نے جذباتی عشق و محبت کے تباہ کن اسباب و نتائج کا بخوبی تجزیہ کیا ہے اور اس پر تنبیہ فرمائی ہے۔

امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

”شکل و صورت کا عشق انہی دلوں میں جاگزیں ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت سے خالی ہوتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ سے اعراض کرتے ہوئے ادھر ادھر منہ مارتے پھرتے ہیں۔ جب کوئی دل اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی ملاقات کے شوق سے بھر جاتا ہے تو اسے کسی صورت کے عشق کی بیماری نہیں لگتی، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿كَذَلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ ۚ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ﴾ (یوسف: ۲۴/۱۲)

”ہم نے یہ سب کچھ اس لیے کیا کہ اُس سے برائی اور بے حیائی کو دور رکھیں، یقیناً وہ ہمارے مخلص بندوں میں شامل تھا۔“

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ عشق اور اس کے آثار و نتائج، گناہ اور بے حیائی کو دور کرنے کا ذریعہ صرف اخلاص ہی ہے، چنانچہ بعض علما نے فرمایا ہے:

”عشق اس دل کی بیماری ہے جو اپنے اصلی محب، یعنی اللہ تعالیٰ کے جمال بے مثال سے خالی ہے۔“ ❶

پس ثابت ہوا کہ نفسانی عشق درحقیقت دل کی بیماری ہے، جسے اللہ تعالیٰ کی خالص محبت سے ہی دور کیا جاسکتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت، اس کے احکام کی پابندی، اور ہمہ وقت اس کی یاد اس بیماری کے خاتمے کا موثر ذریعہ ہے۔۔۔۔۔ یہ سب اس وقت ہے جب دل کسی جائز صورت کا عاشق ہو۔ اگر کسی کا دل حرام صورت پر عاشق ہو، چاہے وہ کوئی عورت ہو یا بچہ، تو یہ ایک ایسا عذاب ہے جس سے بڑے کسی عذاب کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

خطرناک بیماری:

شکل و صورت کا عاشق دراصل وہم کا شکار ہوتا ہے اور اپنے حواس کے دھوکے

میں رہتا ہے وہ اپنے جنون عشق میں اطاعت اور ایمان کے میدان سے دور بھاگتا ہے۔ ایسا کچا عاشق جب کسی صورت کا غلام بن جاتا ہے تو ہر قسم کا شر و فساد اسے گھیر لیتا ہے جس کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جان سکتا۔ ایسا شخص اگر بدکاری سے بچ بھی جائے تب بھی اُس کے دل کا ہر وقت شکل و صورت کے تصور میں مگن رہنا کیا کچھ کم نقصان دہ ہے؟ گناہ کرنے والا تو ممکن ہے توبہ کر لے اور گناہ کے اثرات سے بچ جائے مگر یہ شکل و صورت کا سودائی تو ہر آن، ہر گھڑی بتلائے معصیت ہے اور یہ عذاب صرف اس بنا پر ہے کہ اس کا دل اللہ تعالیٰ سے غافل ہے اور وہ خود عبادت سے لا پروا ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

”اس (عشق نامی) بیماری کا سب سے بڑا سبب دل کا اللہ تعالیٰ سے غافل ہونا ہے، کیوں کہ دل جب اللہ تعالیٰ کی عبادت کا مزہ چکھ لے تو اُسے کوئی چیز اس سے بڑھ کر لذت بخش محسوس نہیں ہوتی۔“ ❶

پھر یہ محبت، یعنی نفسانی عشق صرف ایک شخص ہی کے لیے بدبختی اور مصیبت کا باعث نہیں بلکہ اس کا اثر پورے معاشرے میں پھیل جاتا ہے، کیوں کہ اس قسم کی محبت معاشرے میں بد نظمی اور فضولیات کو جنم دیتی اور پورے معاشرے سے بتلائے عشق کا پتا کاٹ دیتی ہے اس طرح وہ اس شخص کو اس کے باطنی خول میں بند کر دیتی ہے۔

پروفیسر رفاعی سرور ایسی صورت حال کا تجزیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”چوں کہ جاہل انسان فراغت پسند ہوتا ہے اور نفسانی محبت کے خفیہ احساسات کے ذریعے سے وہ اپنے محبوب کے قریب ہوتا رہتا ہے، کیوں کہ اس کا کوئی اور مقصد تو ہوتا نہیں، اس لیے وہ اسی محبت کو اپنی زندگی کا مقصد سمجھ لیتا ہے۔ جب جہالت کا مارا ایک شخص ناروا محبت کا شکار ہوتا ہے تو وہ عبودیت کی حد تک محبت کرتا ہے اور جب وہ اپنی محبت میں ناکام ہو جاتا ہے تو پاگل ہو

جاتا ہے یا خود کشی کر لیتا ہے، کیوں کہ وہ زندگی کو صرف اپنی ناکام محبت تک ہی محدود سمجھتا ہے، لہذا جب کوئی انسان فاسقانہ محبت کا شکار ہوتا ہے تو سب سے بڑا خطرہ یہی ہوتا ہے کہ اب وہ ہر کام سے عاجز آ جائے گا، چہ جائیکہ وہ کسی عظیم پیغام کا علم بردار ہو۔“ ❶

پس جذبہ محبت کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس بلند پایہ پیغام سے ہم آہنگ ہو جس کی خاطر انسان پیدا کیا گیا ہے۔ اگر جذبہ محبت صرف طبیعت اور شہوت کے زور پر پروان چڑھے گا تو انسان انسانی درجے سے گر جائے گا اور حیوانات کی طبیعت کے زیادہ قریب ہو جائے گا، جب کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو انسان بنا کر عزت بخشی ہے اور اپنی مقدس امانت اس کے سپرد کی ہے۔ محبت کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ جذبہ محبت کو عفت و پاکیزگی سے آراستہ رکھے اور شریعت کے مطابق عمل کرے۔

درحقیقت اصل اعتبار اس طریق کار کا ہے جو ایک محبت کرنے والا اختیار کرتا ہے۔ بہت ممکن ہے کوئی محبت کرنے والا اپنی کم عقلی کی بنا پر محبت میں ایسا راستہ اختیار کر لے جس سے مطلوب حاصل نہ ہو۔ پس قابل تعریف محبت وہی ہوگی جو نیک ہو نہ کہ وہ جو فاسد ہو اور اس کا راستہ بھی بندگی کو جاتا ہو جیسا کہ آج کل مال و دولت سرداری اور خوب صورتی کے دیوانے عاشق کرتے ہیں۔ اس سے ان کو نقصان بھی ہوتا ہے اور مطلوب بھی حاصل نہیں ہوتا۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی رائے:

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ بھی اسی نتیجے پر پہنچے ہیں کہ جذبہ عشق دلوں کو غلام بنا لیتا ہے، روح کو قید کر لیتا ہے اور اسے ذلت و رسوائی کی گہرے کھڈے میں گر ادیتا ہے۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”جب کسی آدمی کا دل کسی عورت کی محبت میں انک جائے، چاہے وہ اس کے

لیے مباح ہی ہو تو اس کا دل اس عورت کا قیدی بن جائے گا اور وہ عورت اس کی شخصیت میں اپنی مرضی و منشا کے مطابق تصرف کرے گی۔ وہ دیکھنے میں تو اس کا سردار، خاوند اور مالک معلوم ہوگا مگر درحقیقت وہ اس کا قیدی اور غلام ہوگا۔ بالخصوص اس وقت جب عورت کو علم بھی ہو کہ وہ میرا محتاج اور عاشق ہے اور میرے علاوہ گزارا نہیں کر سکتا۔ اس وقت وہ عورت اس پر ایسے حکم چلائے گی جیسے ایک ظالم سردار اپنے مجبور غلام پر حکم چلاتا ہے بلکہ عورت کا ظلم اس سے بھی کچھ بڑھ کر ہوگا۔ کیوں کہ دل کی اسیری جسمانی قید سے بدتر ہوتی ہے اور دل کی غلامی بدن کی غلامی سے فروتر۔ جس شخص کا بدن غلام ہے مگر دل مطمئن اور خوش ہے تو اُسے کسی کی کوئی پرواہ نہیں ہوگی بلکہ ممکن ہے وہ آزادی کا کوئی حیلہ کرے لیکن جب جسم کا بادشاہ، دل ہی غلام بن جائے اور غیر اللہ کا قیدی تو یہ حقیقی ذلت اور قید کا آخری درجہ ہے۔“ ①

ہمارے ہاں جو ہندی فلموں کے ذریعے در آنے والی محبت معاشرے میں فروغ پا رہی ہے یا جسے ہم ”محبت“ کہنے لگے ہیں وہ اس سے مختلف نہیں یہ محبت نہیں تباہی، ہلاکت اور بربادی ہے۔ جس کی چند جھلکیاں یہ ہیں:

جنونی عاشق نے محبوب زندہ جلا کر خود کو آگ لگالی:

گوجرانوالہ کے لطیف نے رشتہ سے انکار پر شبانہ کو گھر بلا کر آگ لگا دی، موقع پر ہلاک۔ لطیف بھی خود سوزی کی کوشش میں جھلس گیا، ہسپتال داخل، پولیس نے مقدمہ درج کر لیا۔ گوجراں والا کے محلہ رحمان پورہ گلی نمبر ۲ کے نوجوان محمد لطیف کا اپنی جواں سالہ ہمسائی شبانہ کوثر سے معاشقہ چل رہا تھا۔ گھر والوں نے رشتہ مانگا لیکن انھوں نے انکار کر دیا۔ مشتعل ہو کر جنونی لطیف نے شبانہ کو اپنے گھر بلایا اور اس پر پٹرول چھڑک کر آگ

لگا دی جس سے شبانہ موقع پر ہی ہلاک ہو گئی۔ جب کہ لطیف خود بھی جھک گیا جس کو ہسپتال داخل کروا دیا گیا۔

عزت بھی گئی اور ناک بھی کٹ گئی:

لاہور کے علاقے باغبان پورہ کی ایک لڑکی راولپنڈی کے ایک ہوٹل ڈی مال سے برآمد ہوئی۔ لڑکی کی حالت انتہائی خراب تھی اس کی ناک کٹ چکی تھی اور عزت برباد ہو چکی تھی یہ لڑکی ۷ روز اجتماعی زیادتی کا نشانہ بنتی رہی، سات روز بعد اس کی ”محبت“ ختم ہو گئی محبوب بھاگ گیا۔ عزت لٹ گئی ماں باپ کی ناک کٹی ہی خود لڑکی کے چہرے سے بھی ناک کاٹ دی گئی بقول لڑکی کے اس کا نام صائمہ عرف شازیہ، وہ لاہور کے علاقے باغبان پورہ کی رہائشی ہے وہاں اس کی آشنائی ڈھڈیال کے ایک نوجوان ملک جہانگیر سے ہو گئی۔ ملک جہانگیر نے اسے مستقبل کے بڑے سہانے سچنے دکھائے اور بالآخر اسے شادی کا چکمہ دے کر راولپنڈی کے ہوٹل ڈی مال میں لے آیا۔ ملک جہانگیر چار پانچ دنوں تک صائمہ کو اپنی ہوس کا نشانہ بناتا رہا۔ اس دوران ہوٹل کا بل ۳۰ ہزار روپے بن گیا تو ملک جہانگیر صائمہ کو اکیلا چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ ہوٹل والوں نے صائمہ کو ہوٹل میں پابند کر دیا کہ بل ادا کرو۔ دو دن بعد ملک جہانگیر کا دوست عمران شاہ ہوٹل آیا، اس نے جہانگیر سے ۱۸ ہزار روپے لینے تھے صائمہ کے مطابق اس نے اسے کہا کہ ملک جہانگیر نہیں ہے تو کیا ہوا رقم تم دو۔ صائمہ نے اسے کہا کہ وہ تو پہلے ہی تمیں ۳۰ ہزار روپے کے عوض ہوٹل میں بند ہے۔ عمران شاہ نے اسے اس شرط پر رقم نہ دینے کا کہا کہ وہ اس کی ناپاک خواہش پوری کرے۔ صائمہ کے انکار پر بقول اس کے عمران شاہ نے خنجر نکالا اور اس کی ناک کاٹ دی اور دو دنوں تک اسے اپنی ہوس کا نشانہ بناتا رہا۔ جب اس کی حالت نازک ہو گئی تو وہ بھی چپکے سے فرار ہو گیا۔ صائمہ نے کہا کہ اسے کمرے میں خبریں اخبار نظر آیا تو اس نے فون کر دیا۔ نمائندہ خبریں نے اس فون کال بارے ڈی ایس پی سول لائن رانا شاہد کو اطلاع کی۔ جنھوں نے

ایس ایچ اوسول لائن انسپکٹر کریم اور انچارج طارق آباد چوکی ملک کوثر کو فوری کارروائی پر مامور کیا۔

جنہوں نے خبریں ٹیم کے ہمراہ بلا توقف ہوٹل پر چھاپہ مارا اور زخمی صائمہ کو برآمد کر لیا۔ اس کی حالت کے پیش نظر اسے فوری طور پر ہسپتال لے جایا گیا، جہاں طبی امداد ملنے اور ہوش میں آنے پر اس نے متذکرہ تمام حالات واقعات بتائے۔ پولیس نے ہوٹل کے کمرے سے صائمہ کا تمام سامان حاصل کر لیا اور اس کے ”محبوب“ ملک جہانگیر اور عمران شاہ کی تلاش شروع کر دی۔ ❶

زندگی برباد، محبت میں اندھی ہو گئی تھی:

میں نے زندگی میں سب سے بڑا دھوکا کھایا۔ نہ صرف ایک ایسے شخص پر اعتماد کر لیا جو دھوکے باز تھا بلکہ وہ قاتل بھی نکلا۔ میں اس کی محبت میں اندھی ہو گئی تھی۔ اس سنگ دل نے مجھے محبت کے راستے پر ہاتھ سے ہاتھ پکڑ کر چلنے کا وعدہ کیا۔ اس طرح وہ دو سال تک عزت سے کھیلتا رہا۔ یہ الفاظ مغل پورہ کی اکیڈمی میں نوجوان شاگرد کو قتل کرنے والے پرنسپل اصغر علی ظفر کی محبوبہ ایم اے کی طالبہ نے روزنامہ ”جناح“ سے گفتگو کرتے ہوئے کہے۔ صدف اکرم نے بتایا کہ پانچ سال قبل جب میں اس اکیڈمی میں بطور طالبہ آئی تو میری اس کے ساتھ دوستی کا آغاز ہوا۔ شاگردی کے دوران ہماری محبت پروان چڑھی۔ صدف نے بتایا کہ گزشتہ پانچ سالوں میں مجھے کبھی احساس نہیں ہونے دیا کہ یہ شخص ایک سفاک قاتل کا روپ دھارے گا۔ صدف نے کہا کہ میری زندگی تو برباد ہو گئی مجھے اس کا افسوس بھی ہے قتل کا کیس ہے، میرے ساتھ کیا بنتا ہے مگر مجھے سب سے زیادہ دکھ اس بات کا ہے کہ میرا چاہنے والا ایک ایسا درندہ نکلا جسے شاید دنیا میں رہنے کا حق حاصل نہیں۔ اس شخص نے ایک معصوم کا خون کیا۔ صدف نے بتایا کہ ہم لوگ آپس میں شادی کرنا

چاہتے تھے میرے والدین رضا مند تھے۔ صدف نے روتے ہوئے کہ آپ میرا ایک پیغام ضرور شائع کر دیں کہ کوئی لڑکی اپنے والدین کی مرضی کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھائے اور آنکھیں بند کر کے کسی پر اعتماد نہ کرے ورنہ اسے بُرے حالات سے دوچار ہونا پڑے گا۔

میرا مستقبل کیا ہے؟ میں کہاں جاؤں گی؟ ہر شخص مجھے غلط نظروں سے دیکھتا ہے۔

میرے عزت دار والدین کا کیا قصور ہے، غلطی میں نے کی اور بھگت وہ رہے ہیں۔ ملزم پرنسپل اصغر علی ظفر نے کہا کہ میں صدف سے اب بھی محبت کرتا ہوں مگر میں شاید اس کے قابل نہیں رہا۔ میں نے واقعی پاکیزہ محبت کو گندگی میں بدل دیا۔ میں نے صدف کے اعتماد کو خنص پینچائی۔ میں نے اس کی معصومیت سے فائدہ اٹھایا۔ تاہم میں اس جرم میں اکیلا شریک نہیں تھا۔ دونوں طرف آگ برابر لگی ہوئی تھی۔ ملزم نے بتایا کہ میں نے ایم بی اے کیا ہوا ہے۔ مقتول آصف کا کالج آنے کا کوئی وقت مقرر نہیں تھا میں اور صدف اکیڈمی کے ایک کمرے میں قابل اعتراض حالت میں موجود تھے۔ آصف اچانک اندر آ گیا اور اس نے دونوں کو دیکھ لیا۔ مجھے بڑی شرمندگی ہوئی جس کے بعد میں نے آصف کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ ملزم نے کہا کہ میں واقعی درندہ ہوں، میں نے والدین کی گود اجاڑ دی۔ مجھے جو بھی سزا ملے کم ہے۔ ملزم اصغر علی ظفر کا کہنا ہے کہ صدف سے کہیں وہ مجھے معاف کر دے۔ میں نے اس کی زندگی برباد کی ہے۔ جب صدف سے کہا گیا کہ اس کا محبوب اس سے معافی کا خواہست گار ہے تو اس نے نفرت سے کہا کہ میں اس کی شکل دیکھنا گوارا نہیں کرتی وہ مر بھی جائے تو مجھے کوئی افسوس نہیں ہے۔ معافی تو دور کی بات ہے۔

کمن طالبہ کا عشق:

بھارت کے شہر پٹیلہ کے قریبی گاؤں میں نویں کلاس کی کمن طالبہ نے اپنے عاشق سے مل کر اپنے ہی کاندان کے ۵ افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ہر جند کو عرف رانو نامی

لڑکی جو اپنے والدین کے ساتھ نانی کے گھر رہائش پذیر تھی کے لبا سنگھ کے ساتھ تعلقات تھے۔ بعد میں اس نے ایک اور شخص گر جنت سنگھ عرف جنتی سے بھی تعلقات قائم کر لیے ایف آئی آر کی رپورٹ کے مطابق رانو نے اپنے خاندان جو اسے لبا سنگھ اور گر جنت سنگھ سے ملنے پر روکتے تھے کو راستے سے ہٹانے کے لیے ایک رات کھانے میں زہر دے دیا۔ جس سے اس کا بھائی، والد اور والدہ ہلاک ہو گئے لیکن نانی، بھائی اور بہن کو بچا لیا گیا۔ پولیس نے رانو کو حراست میں لے لیا لیکن لبا سنگھ نے اسے ضمانت پر رہا کر لیا۔ بعد میں اس نے اپنے عاشق سے مل کر اپنی نانی کو چھت سے گرا کر ہلاک کر دیا اور اپنے ایک عزیز کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا جو اس کی نانی سے ملنے آیا تھا۔ پولیس نے دوبارہ ۵ افراد کی قاتل لڑکی کو حراست میں لے لیا ہے۔^①

عشق کا بھوت نفرت میں بدل گیا:

دنیا میں زن، زر اور زمین کی وجہ سے خون کی ہولی کھیلنے کا سلسلہ تو شاید قیامت تک جاری رہے گا مگر محبت کی شادی کا بھیانک انجام دیکھ کر ہر آنکھ اشک بار ہو جاتی ہے، ایسی ہی ایک گھناؤنی واردات ضلع وہاڑی اور ضلع پاک پتن کی حدود پر واقع چک نمبر 41/EB تھانہ قبولہ شریف تحصیل عارف والا ضلع پاک پتن میں 14 اور 15 ستمبر کی درمیانی رات 12 بجے ہوئی جہاں پر محمد حفیظ نامی 20 سالہ نوجوان نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے فائرنگ اور ٹوکے کے وار کر کے اپنی بیوی 18 سالہ فوزیہ اس کے والد ریاض احمد، والد حمیدی بی بی اور 9 سالہ بہن رخسانہ اور دو معصوم بچوں 7 سالہ کاشف، 3 سالہ ظہیر کو ہلاک کر دیا اور موقع سے فرار ہو گئے۔ 41/EB کے رہائشی محمد حفیظ، محمد عبدالجید کا اسی گاؤں کے ریاض احمد کی بیٹی فوزیہ سے معاشقہ ہو گیا، جس پر فوزیہ محمد حفیظ کے ساتھ گھر سے بھاگ گئی جس کی بذریعہ پتھانیت واپس ہوئی جس کے چند ماہ بعد فوزیہ اور محمد حفیظ نے والدین کی مرضی کے

خلاف شادی رچالی جس پر فوزیہ کے والدین نے محمد حفیظ سے مہنہ طور پر 50 ہزار روپے اور ایک لڑکی کا رشتہ لینا طے کر کے صلح کر لی اور فوزیہ کی رخصتی اپنے گھر سے کر دی۔ شادی کے تقریباً ایک سال بعد فوزیہ اور محمد حفیظ میں پروان چڑھنے والی محبت نفرت میں بدلنا شروع ہو گئی حتیٰ کہ ایک رشتہ دار یونس کی شادی پر اچانک فوزیہ اور اس کے شوہر محمد حفیظ میں تلخ کلامی ہو گئی جس پر فوزیہ نے محمد حفیظ کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ وہ اپنے ایک رشتہ دار قمر عباس سے شادی کرنا چاہتی ہے لہذا وہ اسے طلاق دے دے۔ اس طرح فوزیہ اپنے ماں باپ کے گھر آ گئی جس پر محمد حفیظ نے صلح کے لیے متعدد بار کوششیں کیں مگر بار آور ثابت نہ ہوئیں۔ بالاخر محمد حفیظ اپنے دادا محمد خان کے ساتھ اپنے سسرال گیا جہاں پر اس کے دادا نے فوزیہ اور اس کے ماں باپ سے کہا کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ چلے مگر فوزیہ کے والدین نے اپنے داماد محمد حفیظ اور اس دادا محمد خان کو بے عزت کر کے گھر سے نکال دیا اور فوزیہ نے اپنے شوہر محمد حفیظ سے کہا کہ وہ اسے جیل کی سیر کرائے گی جس پر محمد حفیظ اپنے دادا کے ہمراہ بغیر دہن لیے واپس گھر آ گئے۔ ملزم محمد حفیظ نے اسی رنج کی بنا پر اپنے دوست اور ماموں زاد محمد ارشد اور نور محمد کے ساتھ پلاننگ کر کے 14 اور 15 ستمبر کی درمیانی رات 12 بجے فوزیہ کے والدین کے گھر پر ہلہ بول دیا اور فائرنگ اور کلہاڑی کے وار کر کے محمد حفیظ کی بیوی فوزیہ سر ریاض احمد، ساس حمیداں بی بی، سالی 9 سالہ رخسانہ 2 سالے 7 سالہ کاشف، 3 سالہ ظہیر عباس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

ایک ہی گھر کے 6 افراد کے بہیمانہ قتل کی سنگین واردات لاشبہ ہمارے بگڑے معاشرے اور بالخصوص والدین کی رضا مندی کے بغیر محض عشق میں مبتلا ہو کر شادی رچانے والی لڑکیوں اور لڑکوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ خاندانی روایات کے برعکس لڑکے اور لڑکی کے خاندان کا پس منظر دریافت کیے بغیر پسند کی شادی کر لیتے ہیں، جن کا انجام بہت جلد طلاق یا قتل و غارت کی صورت میں سامنے آتا ہے جو معاشرے میں بگاڑ کی صورت اختیار

کرتا جا رہا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمارے بچے اور بچیوں کو چاہیے کہ دین اسلام کے عین مطابق اپنے والدین کی طرف سے قائم کیے گئے رشتوں کی بنا پر شادی کریں تو ایسے سانحہات رونما نہ ہوں گے۔

عشق کی خاطر بہن نے بھائی مار دیا:

موجودہ دور میں معاشرے کے اندر بڑھتی ہوئی بے راہ روی نے اخلاقی اقدار کو اس حد تک کھوکھلا کر دیا ہے کہ انسان رشتوں کے تقدس کو بھلا کر مادہ پرستی اور بے حسی کی اتھاہ گہرائیوں میں دھنستا چلا جا رہا ہے۔ لاہور میں مال و زر کی ہوس میں انسان کے ہاتھوں انسان کا قتل کوئی نئی بات نہیں ہیں، یہاں ہر روز دیرینہ عداوت، غیرت، خاندانی تنازعات، جائیداد کے جھگڑوں اور دورانِ ذمہ داری مزاحمت پر بے گناہ افراد موت کی وادیوں میں اتر جاتے ہیں مگر 15 ستمبر کے دن شہر لاہور میں ایک ایسا افسوس ناک واقعہ رونما ہوا جس نے ثابت کر دیا کہ خونی رشتوں کی موجودہ دور میں کوئی اہمیت نہیں رہی۔ قلعہ گوہر سنگھ کے علاقہ منگمری پارک، عبدالکریم روڈ پر ہمسائے کے عشق میں ڈوبی بد بخت بہن نے جوان بھائی کو رکاوٹ سمجھتے ہوئے لائسنسی پمپ سے قتل کر دیا اور خود ایک نئی دنیا بسانے کی خاطر گھر سے زیورات اور نقدی لے کر فرار ہونے کی کوشش میں پولیس کے ہتھے چڑھ گئی۔

کیبل کے اثرات:

یہ افسوس ناک واقعہ کیسے رونما ہوا، اس کے پیچھے کیا محرکات تھے اور کس وجہ سے بہن نے اپنے جوان بھائی کو قتل کیا۔

منگمری پارک عبدالکریم روڈ کے رہائشی شیخ عبدالوحید کی بیوہ الماس بی بی اپنے شوہر کی وفات کے بعد 3 بیٹوں اور 2 بیٹیوں کے ہمراہ رہ رہی تھیں۔ کچھ عرصہ قبل اس کے 2 بیٹے قضائے الہی سے وفات پا گئے جس کے بعد اس نے اپنی بیٹی ثناء کی شادی کر دی جب کہ ایک بیٹا عباس وحید علاقہ میں دودھ دہی بیچ کے گھر کے اخراجات پورے کرتا تھا۔

زندگی حسب معمول ایک ڈگر پر چلتی رہی یہ چھوٹا سا گھرانہ مطمئن زندگی گزار رہا تھا کہ اچانک بد قسمتی نے ان کے گھر کا راستہ دیکھ لیا عباس کی چھوٹی بہن سدرہ نے کیبل پر چلنے والے ڈراموں اور پروگراموں سے متاثر ہو کر محلے کے آوارہ لڑکے عثمان سے ناجائز مراسم قائم کر لیے اور دونوں ایک دوسرے سے چھپ چھپ کر ملنا شروع ہو گئے۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے محلے کے چند افراد نے عباس وحید کو اس کی بہن کی کرتوتوں کے بارے میں بتایا جس پر عباس اور اس کی والدہ الماس نے سدرہ کو ان حرکتوں سے باز رکھنا چاہا تو گھر میں لڑائی جھگڑے شروع ہو گئے مگر اس کے باوجود سدرہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئی۔ اسی دوران عثمان کے گھر میں بجلی کے شارٹ سرکٹ سے آگے لگنے سے ہزاروں روپے کا سامان جل گیا۔ سدرہ یہ سمجھی کہ یہ آگ اس کے بھائی عباس نے لگائی ہے اس واقعے کے بعد دونوں میں اختلافات مزید شدت اختیار کر گئے۔

15 ستمبر کی صبح بد قسمت عباس اپنی موت سے بے خبر گھر کی بیٹھک میں سو رہا تھا کہ اس کے ساتھ جنم لینے والی بہن سدرہ کمرے میں داخل ہوئی اور بھائی کے لائنسی پمفل سے سیدھا فائر عباس کے ماتھے پر کیا جس سے وہ موقع پر ہی دم توڑ گیا۔ بھائی کو قتل کرنے کے بعد سدرہ نے گھر سے 10 تو لے کے قریب زیورات اور لاکھوں روپے کی نقدی کے ساتھ ساتھ پمفل بیگ میں ڈالا اور خاموشی سے گھر سے نکل پڑی۔ عباس کی موت کا پتہ اس وقت چلا جب الماس بی بی گھر میں پانی کی موٹر چلانے کے لیے نیچے بیٹھک میں آئی جہاں اس نے جوان بیٹے کی خون میں لت پت نعش کو دیکھا اور اپنے حواس کھو بیٹھی۔ الماس بی بی کی چیخ و پکار سن کر اہل محلہ اکٹھے ہو گئے۔ پولیس کو اس وقوعہ کی اطلاع دی گئی جس پر ایس پی سول لائن ڈویژن سہیل، ایس پی انویسٹی گیشن سول لائن ڈویژن ڈاکٹر حیدر اشرف ڈی ایس پی ملک اولیس اور ایس ایچ او قلعہ گوجر سنگھ محمد علی بٹ بھاری نفری کے ہمراہ موقع پر پہنچ گئے جہاں پولیس افسران کی اس ٹیم نے جائے وقوعہ کا مکمل طور پر جائزہ لیا اس

دوران گھر سے سدرہ کی غیر موجودگی کے بارے میں پولیس نے الماس بی بی سے پوچھا تو وہ کوئی قابل ذکر جواب نہ دے سکی تاہم ایس ایچ اوقلعہ گوجر سنگھ محمد علی بٹ نے اپنے ذرائع سے محلہ سے معلومات اکٹھی کرنا شروع کر دی۔

ابتدائی طور پر ملنے والی معلومات کی روشنی میں ایس پی انویسٹی گیشن ڈاکٹر حیدر اشرف اور ایس پی آپریشنز نے سدرہ کے عاشق عثمان کو سب انسپکٹر حافظ طارق اور ماتحت اہلکاروں کی مدد سے گھر سے پکڑ لیا اور اس کو موبائل پر آخری ریسیو ہونے والی کال کا ریکارڈ چیک کیا تو پتہ چلا کہ وہ کال سدرہ نے کی تھی۔ پولیس ٹیم نے فوری طور پر عثمان کے ذریعے سدرہ کو کال کر کے اس کی لوکیشن معلوم کی اور وقوعہ کے تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد ملزمہ سدرہ وحید کو چلڈرن ہسپتال فیروز پور روڈ کے قریب سے حراست میں لے لیے۔ پولیس نے اس کے قبضہ سے پستل، زیورات اور نقد رقم برآمد کر لی۔ پولیس ملزمہ کو تھانہ میں لے آئی جہاں اس نے ابتدائی تفتیش میں اعتراف کیا وہ عثمان سے بے تحاشا محبت کرتی ہے اور اس سے شادی کرنا چاہتی ہے مگر اس میں میرا بھائی عباس رکاوٹ تھا اس نے ہم دونوں کو قتل کرنے کے لیے پستل بھی لے رکھا تھا اس تمام صورت حال کے بعد پولیس نے الماس بی بی کے بیان پر سدرہ اور اس کے آشنا کے خلاف مقدمہ درج کر کے دونوں کو انویسٹی گیشن پولیس کے حوالے کر دیا جہاں دونوں کا چالان مکمل کر کے انھیں جیل روانہ کر دیا۔ یوں عشق و محبت کے سیلاب میں ایک پورا گھر تباہ ہو کر رہ گیا۔ ①

اخلاقی زوال:

جسے ہم ”محبت“ کا نام دے بیٹھے ہیں اس کی یہ چند مثالیں درنہ ہر روز ہر جگہ ایسا ہی کوئی نہ کوئی روح فرسا واقعہ جنم لے رہا ہے اب تو غیر مسلم تہوار کے فروغ اور اس کی حکومتی سرپرستی نے بھی اس بے حیائی و بے راہ روی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ہم اسے ترقی کہتے

ہیں اور یہ ترقی اب کیا سین دیکھا رہی ہے اب ایک جھلک اس کی بھی..... اور لاتی کے نام پر پھیلنے والی تباہی اور ہمارا اخلاقی زوال کسی قدر تیزی سے ہمارے دروازے پر دستک دے رہی ہے اس آئینے میں اس کی صاف جھلک نظر آ رہی ہے ملاحظہ ہوں چند مناظر:

محبوبہ ہوگی تو تیری!

بیکرز فیلڈ امریکا میں ایک شخص نے ویلنٹائن ڈے کے موقع پر اپنی محبوبہ کو دینے کے لیے چند تحائف چرائے اور پکڑے جانے پر پولیس والوں کے دل نہ بگھلا سکا۔ یہ شخص ایک دکان سے قیمتی تحائف کا ایک پورا کبس چرا کر بھاگ رہا تھا کہ پکڑا گیا۔ پکڑے جانے پر اس نے دہائی دی کہ وہ اپنی محبوبہ کو ویلنٹائن ڈے کا تحفہ دینا چاہتا ہے مگر پولیس نے اس کی ایک نہ سنی اور تحائف ضبط کر کے اسے لاک اپ کر دیا۔ ❶

یہ سوچنے کی بات ہے کہ ”عاشق“ صاحب کو آخر ان حرکات پر کس نے ابھارا..... کس نے مجبور کیا.....؟ کہ یہ نوجوان عزت و ناموس کو بھی داؤ پر لگا کر یہ سب کچھ کر گزرا۔

بوس و کنار کا عالمی ریکارڈ:

نیپلا میں پانچ ہزار ایک سو بائیس جوڑے سمندر کے کنارے رات کے بارہ بجے اکٹھے ہوئے اور عین بارہ بجے انہوں نے بوس و کنار شروع کیا اور یوں چلی کے شہر سانٹیاگو میں چار ہزار چار سو پینتالیس افراد کے بیک وقت ہم بوسہ ہونے کا ریکارڈ توڑ دیا۔

یہ نظارہ کرنے والے لوگوں نے تالیاں بجا کر ان جوڑوں کو داد دی جو شادی کے بندھن سے یا تو حال ہی میں وابستہ ہوئے تھے یا وابستہ ہونے والے تھے۔

نیپلا کے میسر اور ان کی بیوی نے ان جوڑوں سے ان کے ساتھ اس اجتماعی بوسے میں شریک ہونے کی اپیل کی تھی۔ نیپلا کی میسر نے کہا کہ زندگی کی پریشانیوں کو بھلا کر ان کے ساتھ اس مقابلہ بوس و کنار میں شریک ہوں۔ بوسہ بازی میں شریک ہونے والے ایک

جوڑے نے کہا: ”فلپائن کے لوگوں کے لیے مئی میں ہونے والے انتخابات کی بجائے پائی جانے والی سیاسی کشمکش سے ہر آدمی فرار چاہتا ہے۔“ اس مقابلے کے بعد منتظمین نے سرتش بازی کا اہتمام کا کر رکھا تھا جس سے اس تقریب کو چار چاند لگ گئے۔

”خصوصی پروگرام“:

2003ء کے ویلنٹائن کے احوال کا تذکرہ کرتے ہوئے کراچی کے روزنامہ امت کے ایک رپورٹر نے اپنی ایک رپورٹ میں حیرت انگیز واقعہ پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک فائیو اسٹار ہوٹل کے ملازم نے نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر بتایا کہ ”ویلنٹائن دیوانوں“ کا رشتہ اتنا ہے کہ شہر کے مختلف فائیو اسٹار ہوٹلوں کے کمرے تین دن پہلے ہی بک ہو گئے۔ اپنے ہوٹل کا ذکر کرتے ہوئے اس کا کہنا تھا ”ہوٹل میں ویلنٹائن ڈے کے موقع پر عام دنوں کے مقابلے میں 100 فی صد آمدنی بڑھ جاتی ہے۔“ اس کا یہ بھی کہنا تھا کہ ہال وغیرہ میں تقریب کا وقت رات 12 بجے ختم ہو جاتا ہے پھر اصل ”پروگرام“ ہوٹل کے کمروں میں ہوتے ہیں۔ ان پروگراموں میں مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والی بعض اہم شخصیات بھی حصہ لیتی ہیں اور شراب و شباب سے لطف اندوز ہوتی ہیں۔ شباب کے انتظام کے حوالے سے اس کا کہنا تھا ”سب کے ساتھ اپنا اپنا ”ساتھی“ ہوتا ہے لیکن پھر بھی عجیب لوگ ہیں“..... وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا..... پھر بولا ”اب کیا بتاؤں گزشتہ روز ایک جانے والے کا فون آیا اور اس نے ویلنٹائن ڈے کی رات ہوٹل میں کمرہ بک کرانے کی خواہش ظاہر کی۔ میں نے کہا کہ کمرے تو تقریباً سب بک ہیں پھر بھی کوئی نہ کوئی گنجائش نکالنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اس پر ان صاحب کا کہنا تھا۔ ”یا خصوصی پروگرام“ کے لیے کوئی انتظام کر دو گے۔“ جس پر میں نے اسے باور کرایا اپنے پروگرام کے لیے تمہیں خود بندوبست کرنا ہوگا لیکن اس کا پھر بھی اصرار تھا کہ یہ انتظام میں ہی کروں کیوں کہ بقول اس کے اس نے سن رکھا تھا کہ بعض ہوٹلوں میں یہ بندوبست میزبانوں کی طرف سے ہی کیا جاتا ہے تنگ

آکر مجھے فون ہی رکھنا پڑا۔^①

اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ویلنٹائن ڈے منانے والے یہ بے حیا افراد کس قدر گری اخلاقی اقدار اور مردہ ضمیری کے مالک ہوتے ہیں۔ یہ کراچی کے ایک ہوٹل کی بات ہے ورنہ بہروں کی اس دنیا میں اس روز نہ جانے حیا باختگی کے کتنے واقعات کتنے ہوٹلوں اور تفریحی مقامات پر ہوتے ہوں گے۔

ایسی ہی ایک تقریب لاہور میں مین بلیوارڈ گلبرگ میں رات ایک پلازہ کے فورتھ فلور پر ویلنٹائن ڈے کے سلسلہ میں ہوئی۔ جس میں معززین اور امیر گھرانوں کے افراد نے شرکت کی۔ انتظامیہ نے صرف جوڑوں کے داخلے کی اجازت دی، جب کہ تقریب میں شرکت کے لیے ہزاروں روپے کا کارڈ فروخت کیا گیا۔ رات گئے متعدد نوجوان کارڈ لے کر آئے مگر سیورٹی کارڈ اور انتظامیہ نے انہیں اکیلے داخلے کی اجازت نہیں دی۔^②

بت کدے میں برہمن کی پختہ زناری بھی دیکھی!

مقام افسوس ہے کہ مسلمان کس قدر تیزی سے مغربی تہذیب کے دلدادہ ہوتے جا رہے ہیں۔ اپنی اعلیٰ و ارفع تہذیب و ثقافت کو بھول کر یہود و ہنود کی تہذیب و تمدن کو اوڑھنا بچھونا بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ جن ہندوؤں کی فلمیں، ہمارے گھروں میں چلتی ہیں اور ہماری نوجوان نسل ان کے تہوار، ان کی عبادت اور ان کے رہن سہن کو اپنا رہی ہے، وہ ہندو نہ صرف مسلمانوں کے سخت دشمن ہیں بلکہ جہاں وہ مسلمانوں کی عبادت گاہوں، ان کے تمدن اور سوچ فکر کے بھی سخت مخالف ہیں وہاں مغربی افکار کو بھی سختی سے رد کرتے ہیں۔ ویلنٹائن ڈے کے موقع پر پاکستان کی عوام سے جوش و خروش سے منانے کی تیاریاں کرتی ہے جب کہ ہندوستان میں اس کی زبردست مخالفت کی جاتی ہے۔

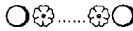
① (روزنامہ امت کراچی 14 فروری 2004)

② (روزنامہ خبریں لاہور)

سال 2002 کے 14 فروری کے موقع پر بھارت میں ویلنٹائن ڈے منانے والوں کی زبردست حوصلہ شکنی کی گئی۔ بعض تنظیموں کے کارکنوں نے سرعام سڑکوں پر ویلنٹائن ڈے نذر آتش کر کے اس کی نفی کی۔^①
محبت کی علامتیں آگ میں:

2004ء کے ویلنٹائن ڈے پر بھارتی انتہا پسند ہندو تنظیم شیو سینا نے دہلی کے چوک چوراہوں میں محبت کی علامتیں آگ میں جلا کر اس دن کی قباحت سے اپنی عوام کو خبردار کیا۔ ایک طرف ویلنٹائن ڈے سے سخت نفرت کی یہ مثال ہے اور دوسری طرف مسلمان ہیں جو ویلنٹائن ڈے کی محبت میں سب کچھ بھول جاتے ہیں۔

دیکھ مسجد میں شکست رشتہ تسبیح شیخ
بت کدے میں برہمن کی پختہ زناری بھی دیکھ
چاک کردی ترک ناداں نے خلافت کی قبا
سادگی مسلم کی دیکھ اوروں کی عیاری بھی دیکھ



روزنامہ نوائے وقت NAWAZ WAQI KARACHI ایڈیٹر مظفری کراچی بانی مظفری لاہور کراچی ایڈیٹر لالہ بی بی اسلم آباد ملتان سے ایک دن شائع ہوتا ہے

پتہ: 1424، 1425، 1426، 15 فروری 2004 - 3 مارچ 2004 پ 46

24 25

9-26-5843720-UAN 111-222-007

ایک بڑی کوپلنشر نے 2 کروڑ پین تصادم

وفاقی ادارہ کا جج میاں سہیل ایس ڈی اور پختون سٹوڈنٹس کے درمیان لڑائی کا آرڈر استعصال

لاہور کی ایک بڑی کوپلنشر نے 2 کروڑ پین تصادم وفاقی ادارہ کا جج میاں سہیل ایس ڈی اور پختون سٹوڈنٹس کے درمیان لڑائی کا آرڈر استعصال

24 مارچ

پتہ: 1424، 1425، 1426، 15 فروری 2004 - 3 مارچ 2004 پ 46

24 25

9-26-5843720-UAN 111-222-007

ملی ویلنٹائن ڈے پر لڑکیوں میں پھول باندھنے والے نوجوان کی پٹائی

پٹائی کے ساتھ ایک لڑکی کو ہاروں کا تھوڑا سا ٹکڑا دینے والے نوجوان کو سٹیشن لڑکیوں نے ہار کر لیا

لاہور کی ایک بڑی گزراؤ گاہ کے کنارے ایک لڑکی کو ہاروں کا تھوڑا سا ٹکڑا دینے والے نوجوان کو سٹیشن لڑکیوں نے ہار کر لیا

کیا یہ محبت ہے؟

ویلنٹائن ڈے کی محبت رکھنے والے عاشقوں کی محبت کی جھلک

محبت کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر

اللہ رب العزت نے اپنی مقدس کتاب قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ (الذاریات: ۵۶)

”ہم نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے۔“

اگر محبت اور انسان کے مقصد حیات (عبادت) کو دیکھا جائے تو بلاشبہ یہ کہنے میں مضائقہ نہیں کہ محبت ہی عبادت کی جان ہے۔ انسان اپنے پروردگار کی محبت طلب، چاہت اور اس کے انعامات کے حصول کے لیے جب اسی محبت کے جذبے سے اس کی عبادت کرتا ہے، اس کی طرف راغب ہوتا ہے اور اسے پکارتا ہے تو اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندے کو محبوب سمجھنے لگتا ہے۔

جب انسان اس بات پر غور و فکر کرتا ہے کہ اگر شریعت کسی چیز کا حکم دے یا کسی کام سے روکے تو اس میں لازماً کوئی دنیوی مفاد یا اخروی فائدہ ہوتا ہے، کیوں کہ عقل طبعی طور پر مفید چیز کی طرف مائل ہوتی ہے تو وہ شریعت کی پابندی کا عادی بن جاتا ہے حتیٰ کہ اس کی خواہش شریعت کے تابع ہو جاتی ہے اور اس سے وہ بے پناہ ذہنی تسکین محسوس کرتا ہے۔

اللہ کا محبوب:

جب کوئی انسان اپنے رب تعالیٰ سے محبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے محبوب بنا لیتا ہے اور اس کی محبت دیگر انسانوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے اور ذہن میں اس کی قبولیت پیدا کر دیتا ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا أَحَبَّ اللَّهُ الْعَبْدَ نَادَىٰ جِبْرِيلُ: إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأُحِبُّهُ،
فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ، فَيُنَادِي جِبْرِيلُ فِي أَهْلِ السَّمَاءِ: إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ
فُلَانًا، فَأُحِبُّوهُ، فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ، ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي أَهْلِ
الْأَرْضِ)) ❶

”جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرنے لگتا ہے تو حضرت جبریل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت کرتا ہے تو بھی اس سے محبت کر، چناں چہ جبریل علیہ السلام اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور آسمان والوں میں اعلان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت فرماتا ہے تم بھی اس سے محبت رکھو۔ آسمان والے اس سے محبت شروع کر دیتے ہیں، پھر زمین والوں میں بھی اس کی مقبولیت پھیلا دی جاتی ہے۔“

اللہ تعالیٰ کی محبت نفس کو مہذب بناتی ہے، روح کو بلند کرتی ہے، عزم کو قوت بخشتی ہے خصائل کو پاکیزہ بناتی ہے، اس لیے انسان ہر ایسے عمل کا خواہش مند ہوتا ہے جو اسے اللہ تعالیٰ سے قریب کرے اور ہر اس کام سے دور ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا موجب ہے اس طرح وہ دنیا سے بے رغبت ہو جاتا ہے، آخرت پر اس کا یقین بڑھ جاتا ہے اور فانی دنیا کے عوض آخرت کے ثواب کا طلب گار بن جاتا ہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا: ”اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسا کام بتائیے جسے کرنے سے اللہ تعالیٰ اور لوگ مجھے محبت کرنے لگیں۔“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

❶ (صحیح البخاری، الأدب، باب: المقعة من اللہ، حدیث: ۶۰۴۰، و مسند أحمد:

((اَرْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبَّكَ اللَّهُ، وَارْهَدْ فِيمَا فِي أَيْدِي النَّاسِ يُحِبُّوكَ)) ❶

”دنیا سے بے رغبت ہو جا، اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت کرنے لگے گا اور لوگوں کے مال سے بے رغبت ہو جا، لوگ تجھ سے محبت کرنے لگیں گے۔“

جب بندہ اپنے رب تعالیٰ سے محبت کرتا ہے تو اس کے ذکر سے بھی محبت کرتا ہے اس کی عبادت باقاعدگی کے ساتھ کرتا ہے اس کی نافرمانی سے منہ موڑ لیتا ہے۔ ہمہ وقت اس کی فرماں برداری کرتا ہے۔ صدق کا متلاشی رہتا ہے اور ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ سے مخلص ہو جاتا ہے۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ کے لیے کسی سے غصہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے کسی سے ناراض ہوتا ہے۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ، الْحُبُّ فِي اللَّهِ وَالْبُغْضُ فِي اللَّهِ)) ❷

”سب سے افضل کام یہ ہے کہ محبت کی جائے تو اللہ تعالیٰ کے لیے اور ناراضی ہو تو اللہ تعالیٰ کے لیے۔“

اس وقت اس کی اپنی ذات اللہ تعالیٰ کی عظمت کے مقابلے میں بے وقعت ہو جاتی ہے اور نفس کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت میں بدل جاتی ہے، پھر وہ اللہ کی محبت ہی کی وجہ سے کسی چیز سے محبت کرتا ہے یا کسی چیز سے بغض رکھتا ہے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَحَبَّ لِلَّهِ ، وَ أَبْغَضَ لِلَّهِ ، وَ أَعْطَى لِلَّهِ ، وَ مَنَعَ لِلَّهِ فَقَدْ

اِسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ)) ❸

❶ (سنن ابن ماجہ، الزہد، باب الزہد فی الدنیا، ح: ۴۱۰۲)

❷ (سنن ابی داؤد، السنۃ، باب معانہ اہل الأہوا و بغضہم، ح: ۴۵۹۹)

❸ (سنن ابی داؤد، السنۃ، الدلیل علی زیادۃ الایمان ونقصانہ، ح: ۴۶۸۱)

”جو شخص محبت کرے تو اللہ کے لیے، بغض رکھے تو اللہ کے لیے، دے گا اللہ کے نام پر نہ دے تو اللہ کی رضا مندی کے لیے، اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔“

اصلی مسلمان:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تین چیزیں جس شخص میں پائی جائیں وہ ایمان کی مٹھاس محسوس کرنے لگتا ہے، ایک یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اسے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہوں، دوسرے یہ کہ جس سے بھی محبت کرے اللہ تعالیٰ کے لیے کرے، تیسرے یہ کہ کفر اختیار کرنے کو آگ میں کود پڑنے سے بھی زیادہ برا خیال کرے۔“^①

ڈاکٹر عزت علی عطیہ رقم طراز ہیں:

”اللہ تعالیٰ کی محبت ہر بندے پر واجب ہے، اس کے کئی اسباب ہیں۔ جس قدر اللہ کی محبت کسی شخص میں زیادہ ہو اس کا ایمانی مرتبہ بلند ہوتا ہے اور بالآخر اسے ایمان کی مٹھاس محسوس ہونے لگتی ہے۔“

استاذ عبدالسلام شاذلی نے یہی بات یوں بیان کی ہے:

”جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ کی محبت ہر مومن اور مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے، اس دل میں ایمان نفوذ نہیں کر سکتا جو ان ہستیوں کی محبت سے خالی ہو اور جو شخص ان سے محبت نہ رکھے وہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے میدان میں قدم نہیں رکھ سکتا، چنانچہ ضروری ہے کہ وہ ان کی محبت میں فنا ہو جائے اور کسی دوسری چیز کو ان پر ترجیح نہ دے۔“

① (صحیح البخاری، الإیمان، باب حلاوة الإیمان، ح: ۱۶، و صحیح مسلم، الإیمان،

باب بیان خصال.....، ح: ۴۳)

سات خوش نصیب:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے عرش کے سامنے میں رکھے گا جس دن اللہ کے عرش کے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔“

① عادل بادشاہ

② وہ نوجوان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں پھلا پھولا ہو۔

③ وہ شخص جس کا دل مسجدوں میں لگا رہا ہو

④ وہ دوسرے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے محبت رکھی اس پر قائم رہے اور محبت پر ہی جدا ہوئے۔

⑤ وہ مرد جس کو ایک اعلیٰ خاندان والی خوب صورت عورت نے (برے کام کے لیے) بلایا وہ کہنے لگا: ”میں اللہ رب العزت سے ڈرتا ہوں“

⑥ وہ مرد جس نے دائیں ہاتھ سے ایسا چھپا کر صدقہ دیا کہ بائیں ہاتھ کو اس کی خبر بھی نہ ہوئی ہو۔

⑦ وہ مرد جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا تو اس کے آنسو بہہ نکلے ہوں۔

اس مستند حدیث میں رسول پاک ﷺ نے سات افراد کا ذکر فرمایا ہے جنہیں روز محشر اللہ تعالیٰ جل شانہ اپنی پناہ میں عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا، جب کہ اس دن اس کی پناہ کے سوا کوئی پناہ نہ ہوگی۔ ان افراد میں وہ دوسرے بھی شامل ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہوں گے۔ وہ آپس میں اسی تعلق کی بنیاد پر ایک دوسرے سے ملنے اور جدا ہوتے ہوں گے۔ ایک اور حدیث پاک میں رسول اقدس ﷺ نے ایک شخص کا ذکر فرمایا جو کسی سے ملنے کے لیے جا رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے حکم پر ایک فرشتے نے انسانی روپ میں آکر اس شخص کو راستے میں روکا اور دریافت کیا کہ وہ کہاں جا رہا ہے۔ اس شخص نے بتایا کہ وہ اپنے بھائی سے ملنے کے لیے قریبی گاؤں جا رہا ہے۔

اس پر فرشتے نے پوچھا کہ کیا تمہارا اپنے بھائی کے ساتھ کوئی کاروبار یا کوئی اور کام ہے۔ اس پر تمہارا کوئی قرضہ ہے یا اس سے کوئی مدد چاہتے ہو یا ماضی میں اس نے کوئی مدد کی تھی، جس کا صلہ دیتا ہے۔ ان تمام سوالوں کا اس شخص نے نفی میں جواب دیا۔ تب فرشتے نے پوچھا کہ پھر تم اس سے ملنے کیوں جا رہے ہو؟ اس شخص نے جواب دیا میں اس کے پاس اس لیے جا رہا ہوں کیوں کہ میں اس سے اللہ تبارک و تعالیٰ کی خاطر محبت کرتا ہوں۔ تب فرشتے نے بتایا۔ ”میں اللہ تعالیٰ جل شانہ کی جانب سے بھیجا ہوا فرشتہ ہوں اور میں تم کو بتاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت فرماتا ہے، کیوں کہ تم اپنے بھائیوں سے محبت کرتے ہو۔“ ①

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((رَأَيْتُ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرِحُوا بِشَيْءٍ لَمْ أَرَهُمْ فَرِحُوا بِشَيْءٍ أَشَدَّ مِنْهُ ، قَالَ رَجُلٌ ، يَا رَسُولَ اللَّهِ! الرَّجُلُ يُحِبُّ الرَّجُلَ عَلَى الْعَمَلِ مِنَ الْخَيْرِ يَعْمَلُ بِهِ ، وَلَا يَعْمَلُ بِمِثْلِهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ))

”میں نے دیکھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک بات سن کر اس قدر خوش ہوئے کہ کبھی کسی اور چیز سے اس قدر خوش نہیں ہوئے، وہ بات یہ تھی کہ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! ایک شخص کسی کی نیکی کی وجہ سے دوسرے سے محبت کرتا ہے مگر اس جیسے عمل نہیں کرتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”آدمی اس شخص کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص قریب سے گزرا۔ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! میں اس سے محبت رکھتا ہوں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((اَعْلَمْتَهُ؟)) قَالَ: لَا، قَالَ ((اَعْلِمُهُ)) قَالَ: فَلَحِقَهُ فَقَالَ: إِنِّي

أَحْبَبْتُكَ فِي اللَّهِ، فَقَالَ: أَحَبَّكَ الَّذِي أَحْبَبْتَنِي لَكَ۔^❶

”کیا تو نے اسے بتلایا ہے؟“ اس نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جا، اس کو بھی آگاہ کر دے۔“ وہ شخص اس سے ملا اور کہا: ”میں تجھ سے اللہ کے لیے محبت کرتا ہوں۔ اس نے جواب دیا: تجھ سے بھی وہ ذات محبت کرنے جس کی خاطر تو نے مجھ سے محبت کی۔“

مسلمان بھائیوں سے محبت کے دلائل اور ان کے حقوق:

مسلمان بھائیوں سے محبت ان دلوں کی روشنی ہوتی ہے جو ایمان کی بدولت مطمئن ہوتے ہیں، اللہ کے خوف سے آباد ہوتے ہیں۔ اللہ کو راضی کرنے کے آرزو مند ہوتے ہیں، ہر وقت اس کی محبت کے پیاسے رہتے ہیں، جب دل محبت سے بھر جاتے ہیں تو تمام اعضا بھی اس محبت میں شریک ہو جاتے ہیں اور اس محبت کے دلائل و آثار تمام حرکات و سکنات سے عیاں ہوتے ہیں۔

دینی بھائیوں سے محبت کی چند علامات ہیں، مثلاً:

❶ خالص محبت: سچی محبت ایمان کی پختگی کی دلیل ہوتی ہے، اس سے عقیدہ سلامت دہتا ہے اور باطن صاف ستھرا ہو جاتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ))

”تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا، جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔“^①

پس دوسروں کا بھلا چاہنا، ان کی خوش نصیبی کا خواہش مند رہنا اور انھیں ہر قسم کے شر اور بدبختی کے اسباب سے بچانا سچی محبت کی نشانیاں ہیں۔

❁ علانیہ محبت اور دوستی: اسلام ہمیں یہ ہدایت دیتا ہے کہ جس شخص سے ہم خالص اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کریں، علانیہ کریں اور اس جذبہ محبت کو اپنے قول اور عمل سے ظاہر کریں، مناسب ہے کہ مومن اپنے بھائی سے صریح الفاظ میں محبت کا اظہار کرے۔ اس اظہار سے وہ خوش اور نیک بختی محسوس کرے گا اور باہمی محبت اور اخوت کے تعلقات پروان چڑھیں گے جب مسلمان کے دل و دماغ میں یہ بات جاگزیں ہوگی کہ یہاں ایسے لوگ بھی ہیں جو مجھ سے خالص اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرتے ہیں اور ان کی یہ محبت دنیوی اغراض و مقاصد سے پاک ہے۔ اس طرح وہ معاشرے میں تنہائی اور گھبراہٹ محسوس نہیں کرے گا بلکہ محبت و اخوت کے جذبات سے معمور ہو جائے گا اور معاشرے میں اس کے اثرات لامحالہ امن اور باہمی تعاون کی صورت میں ظاہر ہوں گے۔ حضرت مقدم بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا أَحَبَّ الرَّجُلُ أَخَاهُ فَلْيُخْبِرْهُ أَنَّهُ يُحِبُّهُ))^②

”جب کسی شخص کو اپنی (دینی) بھائی سے محبت ہو تو وہ اسے بتا دے کہ مجھے تم سے محبت ہے۔“

① (صحیح البخاری، الإیمان، باب من الإیمان أن یحب لأخیه، حدیث: ۱۳، وصحیح

مسلم، الإیمان، باب الدلیل علی أن من خصال الإیمان، ح: ۴۵)

② (سنن ابی داؤد، الأدب، باب الرجل یحب الرجل، ح: ۵۱۲۴، و جامع الترمذی،

الزہد، باب ما جاء فی إعلان الحب، ح: ۲۳۹۲)

دو مرد یا دو عورتیں:

ان احادیث میں محبت کے ایک خالص رشتے اور تعلق کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے جو کسی ایسے مفاد کی بنیاد پر وجود میں نہیں آیا جس کا تعلق سچے عقیدے سے نہ ہو۔ ہمیں غور کرنا چاہیے کہ پہلی حدیث مبارکہ میں رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ”دو مرد“ انہوں نے یہ نہیں فرمایا: ”دو افراد“ تاہم ہمیں معلوم ہے کہ تمام اسلامی تعلیمات مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے بھیجی گئی ہیں سوائے اس کے کہ کہیں پر وضاحت کر دی گئی ہو۔

دوسرے الفاظ میں یہی الفاظ ان دو عورتوں کے لیے بھی استعمال کیے جاسکتے ہیں جو ایک دوسرے سے اللہ کی خاطر محبت کرتی ہوں۔ تاہم یہ ممکن نہیں کہ اس قسم کا تعلق ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان پیدا ہو۔ اس کی سب سے پہلی وجہ یہ ہے کہ مرد اور عورت کے درمیان فطری کشش اتنی طاقت ور ہے کہ وہ اس قسم کے پاکیزہ تعلق کو قائم ہونے ہی نہ دے گی۔ یہی امید کی جاسکتی ہے کہ ایک بار ایک مرد اور ایک عورت میں قلبی لگاؤ پیدا ہو جائے جو محبت یا پسند کرنے کی وجہ سے پیدا ہو سکتا ہے تو فطری خواہشات اپنا رنگ دکھائیں گی۔ مزید یہ کہ اگر فریقین میں سے کوئی ایک یا دونوں شادی شدہ ہیں تو یہ تعلق نہ ختم ہونے والے مسائل کو جنم دے گا۔

قبل از نکاح ایک مرد اور عورت کی محبت ممکن ہے؟

ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان اللہ تعالیٰ کی خاطر خالص تعلق قائم ہونے کا امکان نہیں ہے، کیونکہ اس قسم کی محبت جذباتی اور قلبی تعلقات تک لے جاتی ہے اور اسلام ایک مرد اور عورت کے درمیان ایسے تعلقات کی اجازت نہیں دیتا۔ یہی اس سوال کا جواب ہے کہ کسی کی محبت میں گرفتار ہونے کے بارے میں اسلام کا کیا نقطہ نظر ہے؟ مزید اس پر یہ کہا جاسکتا ہے:

اگر ہم اس جذبہ کی بات کریں جسے محبت کہا جاتا ہے تو ہم سیدھے سادے طریقے پر

ایک احساس کی بات کر رہے ہیں۔ ہم کسی فرد کے بارے میں جو بھی محسوس کرتے ہیں اس کی اہمیت اس وقت تک سامنے نہیں آتی جب تک کہ وہ احساس کسی مخصوص فعل کے ذریعے ظاہر نہ ہو۔ اب اگر وہ فعل جائز ہے تب تو بڑی اچھی بات ہے اور اگر وہ فعل ناجائز ہے تو ہم ایسا عمل کر رہے ہیں جس کی اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اجازت نہیں دی ہے۔ اگر آپ کسی سے محبت کرتے ہیں تو آپ اپنے جذبات و احساسات کو روک نہیں سکتے لیکن اگر یہ محبت آپ کو مجبور کرتی ہے کہ آپ اس خاتون کو چپکے سے دیکھیں یا پھر اس سے محبت کے احساس کے نتیجے میں کوئی ایسا عمل کریں جو صرف نکاح کی صورت میں جائز ہو سکتا ہے تو پھر آپ جو کچھ کریں گے وہ ناجائز ہوگا۔

فطری خواہش کا علاج:

یہ درست ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مخالف صنف کے لیے کشش ہماری فطرت میں رکھ دی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو نوع انسانی باقی نہ رہ سکتی تھی۔ تاہم اللہ تبارک و تعالیٰ چاہتے ہیں کہ ہم اپنی اس فطری خواہش کو ایک صاف ستھرے، اور جائز طریقے سے پورا کریں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دو جنسوں کے درمیان تعلق کے لیے نکاح کا قاعدہ مقرر فرمایا ہے۔ اس اصول کا اطلاق انسان کی ہر فطری خواہش پر ہوتا ہے۔

ہمیں زندہ رہنے کے لیے خوراک کی ضرورت پڑتی ہے اور تمام انسانوں میں کھانے پینے کی خواہش ایک فطری خواہش ہے۔ جانور اپنی بھوک، اپنی جبلت کے تحت ایک میکانیکی انداز سے پورا کرتے ہیں لیکن انسان نے خوراک تک اپنی رسائی کے طریقوں میں نفاست پیدا کر لی ہے تاکہ وہ انسانی تہذیب کا حصہ بن سکیں۔ خوش ذائقہ اشیاء کھانا، انسان کی فطری خواہش ہے۔ اب فرض کیجئے کہ آپ کسی دیہات کی کسی سڑک پر جا رہے ہوں اور آپ درخت کو دیکھتے ہیں جس پر پکے ہوئے پھل لگے ہوں۔ دیکھنے سے ہی وہ

بہت لذیذ محسوس ہوتے ہوں لیکن آپ کے لیے یہ جائز نہیں ہوگا کہ آپ اس درخت کے مالک کی اجازت کے بغیر اس درخت کا پھل خواہ ایک ہی سہی توڑیں اور کھالیں۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو آپ محض اپنی ایک فطری خواہش پوری کر رہے ہیں لیکن تمام انسان اس بات پر متفق ہیں کہ صرف جائز طریقے سے حاصل شدہ اشیاء کھانے کی اجازت ہے۔ جو شے آپ کی ملکیت نہیں، یا تو آپ اسے خریدیں یا وہ آپ کو تحفہ پیش کی جائے۔ بصورت دیگر اگر آپ اسے ناجائز طریقے حاصل کریں گے تو آپ گناہ کریں گے۔ اسی اصول کا اطلاق مخالف جنس کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کی فطری خواہش پر ہوتا ہے۔ یہ تعلقات اسی صورت میں جائز ہوں گے جب انہیں شادی کے ذریعہ قائم کیا جائے گا۔ مخالف جنسوں کے درمیان فطری کشش پائے جانے کا مطلب یہ نہیں ہوگا کہ ہم اپنی خواہشات کی تسکین غیر منصفانہ اور غیر منظم انداز سے کرنا شروع کر دیں۔ یہ تسکین صرف شادی کی صورت میں حاصل کی جاسکتی ہے اور اس طرح اسلامی معاشرے میں صاف ستھرا اور صحت مندانہ تعلق واضح ہو جاتا ہے۔

غیر محرم کے ساتھ تنہائی حرام ہے:

اسلام میں کسی مرد کے لیے ایسی عورت کے ساتھ تنہا رہنے کی مخالفت ہے جو اس کی بیوی نہ ہو، یا ایسی رشتہ دار ہو جس سے اس کی شادی جائز ہو۔ اس مرد کے لیے یہ بھی جائز نہیں کہ ایسی کسی غیر محرم عورت کے ساتھ تنہائی میں کچھ وقت گزارے۔ یہ حکم اس لیے نہیں دیا گیا کہ مرد یا عورت قابل بھروسہ نہیں بلکہ اس لیے کہ دونوں اصناف کے درمیان کسی قسم کی ترغیب پیدا نہ ہونے پائے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اقدس ﷺ سے روایت فرماتے ہیں: تم میں سے کوئی کسی خاتون کے ساتھ تنہا نہ ہو، سوائے اس کے کہ اس خاتون کا کوئی ایسا عزیز موجود

ہو جس سے اس خاتون کی شادی کی اجازت نہیں ہے۔ ایسی صورت میں ان کے درمیان تیسرا شیطان ہوگا۔ ❶

مسند احمد میں بھی ایک حدیث بیان کی گئی ہے جس میں رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں: ”جو اللہ تبارک و تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ کسی عورت کے ساتھ اس کے کسی ایسے عزیز کی موجودگی کے بغیر تنہائی میں نہ ملے جس سے اس عورت کی شادی جائز نہیں ہے۔ دوسری صورت میں ان دونوں کے ساتھ تیسرا شیطان ہوگا۔“ اس حکم کا اطلاق کسی ایسے قریبی رشتہ دار پر بھی ہوتا ہے جس سے کسی خاتون کی شادی جائز ہو مثلاً عم زاد وغیرہ (کزن)۔ ایک عورت کو چاہیے کہ وہ ایسے کسی بھی مرد سے تنہائی میں ایسی جگہ وقت نہ گزارے جہاں ان دونوں کو دیکھا نہ جاسکتا ہو۔ لہذا اگر کسی بھی مرد و عورت کا علیحدگی میں ملنا منع ہے تو پھر انہیں پھول پیش کرنا ان کا ہاتھ تھامنا، انہیں ویلنٹائن ڈے پر کارڈ دینا کیسے جائز ہے؟ احادیث رسول کا بغور مطالعہ کیا جائے تو پھر کوئی بھی ایسی روایت نہیں ملتی کہ کسی سے کوئی جواز ملتا ہو کہ اسلام نے دونوں جنسوں کا اختلاط بغیر شادی کے جائز قرار دیا ہو۔

رسول اکرم ﷺ نے کبھی کسی ایسی خاتون سے ہاتھ نہیں ملایا جو آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ یا قریبی عزیزہ (محرم) نہ ہوں۔ ہمیں ایسے معاملے میں نبی اکرم ﷺ کی مثال کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ ہمیں صنف مخالف سے تعلق رکھنے والے کسی بھی ایسے فرد سے ہاتھ نہیں ملانا چاہیے جو ہمارا ازدواجی رفیق نہ ہو یا اس سے شادی ہمارے لیے جائز ہو۔

ایمان کی کسوٹی:

ہماری محبت ہمارے ایمان کی کسوٹی ہے۔ کیا ہماری محبت میں اتنی گہرائی ہے کہ ہم

اس ذات واحد کو پہچان سکیں جس کو ہم دیکھ نہیں سکتے مگر اس کی محبت کی نشانیاں ہمارے ارد گرد بکھری ہوئی ہیں؟ یا ہماری محبت اتنی سطحی ہے کہ اس کی ابتدا اور انتہا فقط انسانوں تک محدود ہے جو عین اس وقت بے وفا ثابت ہوتے ہیں جب ہمیں ان کی سب سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور اس طرح ہماری دل آزاری کرتے ہیں، جن کی محبتیں دل شکنی اور غم کا سبب ہوتی ہیں اور..... جب ہم اس دنیا سے جاتے ہیں تو سب سے پہلے ساتھ چھوڑتے ہیں؟

اپنے آپ سے پوچھیے.....! ”کیا ہم رسول ﷺ سے محبت کرتے ہیں جنہوں نے فرمایا: ”قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم میں سے کوئی ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک وہ مجھ سے اپنے ماں باپ، اپنی اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ محبت نہ کرے۔“ (بخاری) کیا آپ نے کبھی سوچا کہ اللہ تعالیٰ کی خوش نودی اور محبت حاصل کرنے کے لیے مجھے کیا کرنا چاہیے؟

ایمانداری سے اپنے آپ کو ہی پوچھیے..... کیا ویلفئائن ڈے اپنی پست درجے کی خواہشات اور شہوانیت کی پیروی کے علاوہ بھی کچھ ہے؟ کیا ہم حیوانوں کی طرح بے سوچے سمجھے فقط اپنے وقتی جذبات اور رواج کی پیروی نہیں کر رہے؟ بحیثیت مسلمان لڑکے اور لڑکی کی دوستی بالکل منع ہے۔ سورۃ النسا میں ایک اچھی عورتوں کے اوصاف یہ بیان کیے گئے ہیں کہ: ”پاکیزہ، نہ شہوت پرست، نہ خفیہ دوست بنانے والیاں۔“

حقیقی محبت اور اس کا دن:

ایک مسلمان کو ”حقیقی محبت“ بس ایک دفعہ اور ہمیشہ کے لیے ہوتی ہے، وہ اپنے ”رب“ اور مالک سے ہوتی ہے۔ جو ذات پاک اور ازل سے ابد تک قائم ہے۔ مسلمانوں کے لیے اس رب کی محبت ایک معنی رکھتی ہے اور اس کو تمام مخلوق سے محبت کرنا سکھاتی ہے نہ کہ صرف ”کسی خاص“ سے۔

مسلمانوں کے پاس محبت کے اظہار کے لیے ایک دن پہلے سے موجود ہے اور وہ ہے ”عید الاضحیٰ“ جب مسلمان ایک جانور کی قربانی دے کر اس جذبے کا اظہار کرتے ہیں کہ وہ اللہ کے لیے اپنی ہر چیز قربان کر سکتے ہیں یہاں تک کہ اپنی جان بھی۔ وہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام (خلیل اللہ) کی سنت دہراتے ہیں جنہوں نے اللہ کے حکم پر اپنی محبوب ترین چیز اپنے نوجوان بیٹے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو قربان کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

آئیے ہم حقیقی محبت یاد کریں:

محبت قربانی چاہتی ہے۔ کیا ہماری زندگی میں ایسی خالص اور مضبوط محبت ہے؟ ہم سب سے زیادہ کس سے محبت کرتے ہیں اپنی ذات اور خواہشات سے یا اپنے رب سے؟ اگر ہم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں تو ایک مشرکانہ تہوار کیسے مناسکتے ہیں! جب کہ ہمارا پیارا رب شرک کو سب سے زیادہ ناپسند کرتا ہے؟

ایک مسلمان کے اعمال نہ بے مقصد ہوتے ہیں اور نہ ہی بے معنی، یہاں تک کہ اس کی محبت بامعنی اور اظہار محبت کا راہ ہوتا ہے۔ عید الاضحیٰ پر ہزاروں روپے پھولوں پر خرچ کرنے کے بجائے غریبوں میں گوشت تقسیم کیا جاتا ہے اور جانوروں کی کھال تک ضائع نہیں کی جاتی۔

آئیے.....! ہم حقیقی محبت پانے کی کوشش کریں۔

✿ حقیقی محبت قربانی چاہتی ہے اور اس بات کا تقاضا ہے کہ بندہ اپنے رب کو سب کچھ دے دے۔ یہی سچی محبت کی خالص ترین صورت ہے۔

✿ اب میں اپنا چہرہ تیری طرف کرتا ہوں۔

✿ میری دنیا اور تمام آسمانوں کے مالک!!

✿ میں تیرا اور صرف تیرا ہوں۔

❁ میری نماز اور میری قربانی صرف تیرے لیے ہے۔

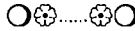
❁ میرا جینا اور میرا مرنا صرف تیرے لیے۔

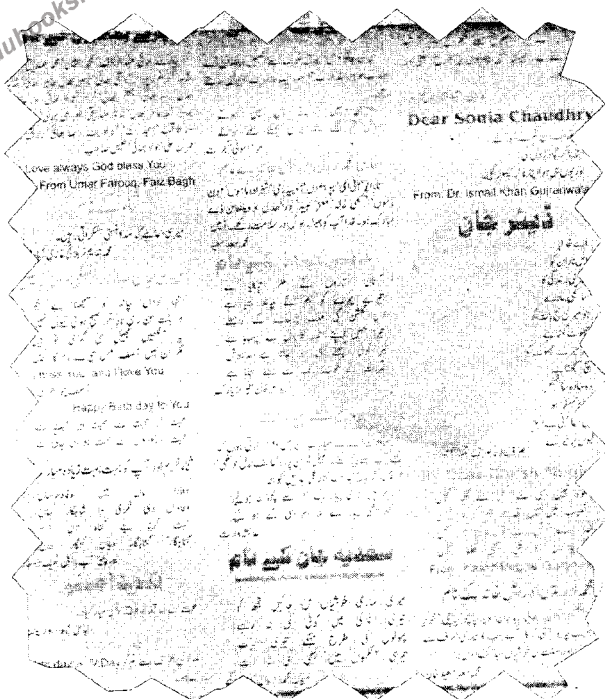
❁ ایک وعدہ میرا ہے۔

❁ کہ اپنی جان دوں گا تیرے لیے۔

❁ ایک عہد میرا ہے کہ میری عبادت صرف اور صرف تیرے لیے۔

(یہ الفاظ رسول اللہ ﷺ کی اس دعا پڑھنی ہیں جو وہ قربانی کے موقع پر کہا کرتے تھے۔)





شرم و حیا سے عاری پیغامات سے مزین لاہور کے ایک بڑے اخبار کے صفحہ کا عکس جو ویلنٹائن کی گندی سوچ نوجوانوں میں پروان چڑھانے میں پیش پیش ہے

ویلنٹائن ڈے کی شرعی حیثیت

اسلام صرف ایک مذہبی ہی نہیں بلکہ کامل اور مکمل طرز حیات ہے، ہمیں اس بات کا احساس ہونے کے ساتھ یہ اعتراف بھی ہے کہ اسلام کے ماننے والے اپنی اصل شناخت کھو بیٹھے ہیں۔ ہمارا میڈیا سیکولر تہذیب کا پرچار کر رہا ہے۔ ہماری نوجوان نسل کی اکثریت دین کی بنیادی تعلیمات، آداب و شعائر سے نا آشنا ہے۔ ہم نے اپنے دستور حیات کو بھول کر مغرب کا کے باطل نظریات کو قبول کر لیا ہے جو محض دنیا کی ہوس و حرص کے سوا کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خوشیاں منانے کے لیے سال میں دو تہوار عطا کیے ہیں اور ان کی ادائیگی کا طریقہ کار بھی بتا دیا ہے مگر ہم نے اپنی زندہ تہذیب کو چھوڑ کر اس قوم کی دم توڑتی تہذیب کو سینے سے لگالیا ہے جو ”مہذب“ ہونے کی دعویدار ضرور ہے لیکن سائنس کی عصر ان میں نہیں۔ جس نے انسداد دہشت گردی کے نام پر افغانستان و عراق کی اینٹ سے اینٹ بجا کر وہاں کے قیدیوں کے ساتھ حیوانوں سے بھی بدتر سلوک روا رکھا ہے۔ بحیثیت مسلمان ہمارا اپنا تشخص اور پہچان ہے جو ہم مغرب کی اندھا دھند تقلید میں بھول بیٹھے ہیں، ہمارے ہاں بسنت اور ویلنٹائن ڈے اس طرح منائے جانے لگے ہیں کہ شاید ہندوؤں اور انگریزوں کے ہاں بھی نہ منائے جاتے ہوں۔ آج جب کہ ہماری اکثریت بھی اس بات سے ناواقف ہے کہ ان تہواروں کو منائے جانے کی کیا وجوہات ہیں؟

ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم ﷺ کی محبت کے زبانی دعویدار یہ تک نہیں جانتے کہ لاعلمی میں ہم کتنے بڑے گناہ کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ ویلنٹائن ڈے پر لاکھوں

روپیہ پانی کی طرح بہا کر Celebrate کرتے ہیں۔ ایک ایسے ملک میں جہاں نصف سے زائد آبادی کے پاس تن ڈھانپنے کے لیے کپڑا، بھوک مٹانے کے لیے روٹی اور سر سر چھپانے کے لیے رہائش بھی پوری طرح میسر نہیں ہے۔ کیا پاکستان جیسے افلاس زدہ اور قرضوں میں جکڑے ملک کو یہ فضول خرچیاں زیب دیتی ہیں؟..... پھر زیب و آرائش میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش..... آخر یہ کس تہذیب اور کون سی ثقافت کی نمائندگی ہے۔!.....!!

”ویلنٹائن ڈے.....“ چند سال قبل ہمارے ملک کی اکثریت اس نام سے ناواقف تھی۔ یہ عیاشیوں کا واہیات دن صرف لبرل طبقے میں منایا جاتا تھا جو اسلام سے ناواقف اور مغرب و ہندو تہذیب کی دلدادہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دن صرف اور صرف نوجوان نسل کو ناجائز تعلقات پر راغب کرنے کے لیے منایا جاتا ہے۔ جس کا ہمارا میڈیا پر چار کر کے اسلامی تہذیب و اقدار کا جنازہ نکال رہا ہے۔ فضول لغو قسم کے اشتہارات، ذومعنی جملے، اشتہارات کے ذریعے ہونٹک و دیگر لغو کاموں پر اکسانا انتہائی گھناؤنا فعل ہے، جس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے..... ہم آخر کس قسم کی قوم ہیں؟ جو بغیر سوچے سمجھے ہر جائز و ناجائز چیز قبول کر لیتے ہیں حقائق جانے اور پرکھے بغیر؟؟

یا ان کے دلوں پر تالے پڑ گئے ہیں!

یقیناً مالک عظیم اللہ جل جلالہ نے سچ فرمایا، اگر ہماری بصیرت کام کرتی ہو تو اللہ سبحانہ تعالیٰ کے کلام کی سچائی روزمرہ کے واقعات سے ہم پر منکشف ہو سکتی ہے۔ ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہم بھی قرآن مجید میں مذکور گزشتہ اقوام کے واقعات کو اساطیر الاولین یعنی اگلوں کے قصے کہانیاں ہی سمجھتے ہیں، کہ جو کچھ ان اقوام کے ساتھ گزر چکا وہ ہمارے ساتھ ہونے سے رہا۔ مثلاً سورہ بنی اسرائیل میں وارد اس آیت ہی کو لے لیجئے جس کا مفہوم یہ کہ ”جب ہم

(اللہ تعالیٰ) کسی بستی کی ہلاکت کا ارادہ کرتے ہیں تو صاحب ثروت اور اثر و رسوخ کے حامل طبقہ کو اس کی چھوٹ دے دیتے ہیں کہ وہ زمین میں فساد پھیلانے تو پھر اس کے بالائے میں قول حق بن کر سامنے آتا ہے اور وہ بستی تباہ برباد کر دی جاتی ہے۔“

اگر غور کیا جائے تو اس تہوار کو منانے میں طبقہ اشرافیہ (Elite Class) پیش پیش ہے۔ کیا کبھی ہمارا دھیان اس طرف بھی گیا ہے کہ ہم بھی اسی طرح ہلاکت سے دوچار ہو سکتے ہیں جس کا گزشتہ اقوام کو سامنا کرنا پڑا تھا۔ ہم تو سمجھ بیٹھے ہیں کہ ہم امت محمدی کے افراد ہیں، ہم تو بخشے بخشائے ہیں، اللہ کا عذاب ہم پر کس طرح نازل ہو سکتا ہے.....! ہمارا رویہ ٹھیک اس یہود قوم کی طرح ہے جس کا دعویٰ تھا کہ ہم اللہ کے چہیتے اور اس کے بیٹوں کی مانند ہیں۔ آگ ہمیں چھوئے گی بھی نہیں مگر محض چند دن۔ اس پر انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے چیلنج دیا گیا تھا کہ اگر واقعی ایسا ہے تو اپنے مرنے کی تمنا تو کر کے دکھاؤ۔ قرآن مجید میں اس پر تبصرہ موجود ہے کہ وہ ہرگز ایسا نہیں کریں گے، کیوں کہ انہیں حیات دنیوی بہت عزیز ہے شاید ہم سمجھتے ہیں کہ اب تو کوئی وحی آتی نہیں ہے لہذا ہمیں اس قسم کے کسی چیلنج کا کوئی خطرہ نہیں۔ نتیجتاً ہمارا حال یہ ہو گیا ہے کہ ”بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن“ یعنی بے حیائی پر کمر بستہ ہو جا اور پھر جو بھی چاہے کرتا پھر۔

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

”جب تم میں حیا ختم ہو جائے پھر جو چاہے کر۔“ ہم اسی حدیث کے مصداق ٹھہرے ہیں، کیوں کہ ہم قرآن و حدیث نہیں بلکہ نفسانی خواہش کی پیروی کرتے ہیں اور جب عقلیں مسخ ہو جائیں..... معذہ روح پر غالب آجائے..... نفسانی خواہشیں انسانی قدروں کو پامال کر دیں..... شہوتوں کی بندگی ہونے لگے..... سفلی مقاصد اور کھیل کود کو مقصد زندگی بنالیا جائے..... انسان خود ہی اپنی تباہی پر کمر بستہ ہو جائے تو.....!! پھر حلال و حرام کے

پیانے ٹوٹ جاتے ہیں!! جائز اور ناجائز کی تمیز اٹھ جاتی ہے!! سمجھانے والوں سے چڑ آتی ہے!! ان کی درد مندانہ التجائیں وقت کی راگنی معلوم ہوتی ہیں!! حرمت رسول ﷺ کا واسطہ دینے میں ذاتی مفاد اور دقیانوسیت کے طعنے دیئے جانے لگتے ہیں۔

یہود و ہنود کے تہوار میں ہماری دل چسپی شاہد ہے کہ ہم اسلام سے منہ موڑ چکے ہیں قیام پاکستان کے مقصد اور نظریے سے بالکل عاری ہو چکے ہیں اور بھول چکے ہیں کہ ہمارے بڑوں نے اپنے گھر بار جائیدادزراور زمین کیوں چھوڑے تھے.....؟ وقت بیتنے کے ساتھ ساتھ جیسے ہم قیام پاکستان کے مقصد کو بھولتے جا رہے ہیں۔ ایسے ہی آہستہ آہستہ اسلام کی تعلیمات سے بھی عاری ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اسلام میں کسی بھی اجنبی اور غیر محرم عورت کے ساتھ تنہائی اختیار کرنا حرام ہے۔ شیطان لوگوں کو فتنے میں ڈالنے اور حرام میں مبتلا کرنے کا بڑا خواہش مند ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچنے کا حکم ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوتِ الشَّيْطَانِ وَمَنْ يَتَّبِعْ خُطُوتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ (النور: ۲۱)

”اے ایمان والو! شیطان کے قدم بقدم نہ چلو۔ جو شخص شیطانی قدموں کی پیروی کرتا ہے تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ وہ اسے بے حیائی اور برے کاموں کا ہی حکم دے گا۔“

شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح گردش کرتا ہے۔ شیطان جن ہتھکنڈوں کے ذریعے آدمی کو برائی میں مبتلا کرتا ہے، ان میں سے غیر محرم عورت کے ساتھ خلوت اختیار کرنا بھی ہے۔ اس لیے شریعت نے اس راستہ کو ہی بند کر دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((لَا يَحُلُونَ رَجُلٌ بِأَمْرَآةٍ إِلَّا كَانَ ثَالِثُهُمَا الشَّيْطَانُ))^①

”جب بھی آدمی کسی غیر محرم عورت کے ساتھ تنہائی اختیار کرتا ہے تو ان کے ساتھ تیسرا شیطان ضرور ہوتا ہے۔“

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَدْخُلَنَّ رَجُلٌ بَعْدَ يَوْمِي هَذَا عَلَى مُغَيَّبَةٍ إِلَّا أَوْمَعَهُ رَجُلٌ

أَوْ اِثْنَانِ))^②

”آج کے بعد کوئی آدمی خاندن کی غیر حاضری میں اس کی عورت کے پاس اکیلا نہ جائے بلکہ اس کے ساتھ ایک یا دو آدمی ہونے چاہئیں۔“

گناہ سے روکنا ”قدامت پرستی“

یوں اس حدیث کی رو سے کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ گھر میں، کمرے میں یا گاڑی وغیرہ میں کسی غیر محرم عورت کے ساتھ علیحدگی میں بیٹھے یہاں تک کہ بھابی یا خادمہ کے ساتھ یا مریضہ کا ڈاکٹر کے ساتھ بیٹھنا بھی حرام ہے، پھر ایسے میں کسی اجنبی عورت کو یا کسی بھی مسلمان کی بہن اور بیٹی کو اپنی محبوبہ قرار دیتے ہوئے پھول یا کارڈ دینا کیا اسلام کی روایات سے بغاوت نہیں.....؟ لیکن باوجود منفی نتائج کے ہم اس غیر اخلاقی اور حیاء باختہ تہذیب کے تعاقب میں یوں سرپٹ دوڑے چلے جا رہے ہیں کہ ہمیں اسلامی روایات کا پاس ہے نہ گزشتہ عبرت ناک مناظر کی طرف ہماری نظر ہے۔ ویلنٹائن ڈے کے موقع پر کسی بھی لڑکی کا الگ لڑکے سے ملنا، اسے پھول پیش کرنا، یا پھر کسی لڑکے کا کسی لڑکی سے ملاقات کرنا اسے کارڈ یا دیگر تحائف دینا، اس کا تبادلہ کرنا، مل جل کر بیٹھنا، باہم مصافحہ کرنا،

① (ترمذی: ۴/۷۴۴- مشکوٰۃ/البانی: ۳۱۱۸)

② (صحیح مسلم ۴/۱۷۱۱)

یہ سب کچھ اسلام کی کھلم کھلا بغاوت پر مبنی ہے۔ اسلام میں غیر محرم عورتوں سے ہاتھ ملانا حرام ہے۔ ویلنٹائن ڈے بعض ان معاشرتی عادات اور رسوم و رواج میں سے ہے جو شریعت اسلامیہ سے تجاوز کر گئی ہیں اور سراسر بغاوت پر مبنی ہیں اور بعض باطل رسم و رواج تو اللہ کے حکم پر اس قدر غالب ہیں کہ اگر آپ کسی کو شرعی احکام بتائیں اور اس کے سامنے اتمام حجت کے طور پر دلیل بھی پیش کر دیں تو وہ آپ پر قدامت پرستی، شرپسندی، قطع رحمی اور لوگوں کی صاف ستھری نیوٹوں پر شک وغیرہ کرنے کا الزام لگائے گا۔

ویلنٹائن ڈے کے موقع پر کسی کو بھی آپ منع کریں کہ بھی! یہ مغربی اور خالص عیسائی تہوار ہے، کسی مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ عیسائی تہوار منائے اور کسی کی ماں، بہن یا بیٹی کو یوں محبت کے اظہار کرنے کے لیے پھول پیش کرے تو یقیناً آپ ”قدامت پرست“ کی پھبتی کسی جائے گی.....!

وہ تو کزن ہے:

علاوہ ازیں موجودہ معاشرے میں ایک بیماری کزن کے روپ میں سرایت کر چکی ہے ایسے موقع پر یا دیگر کسی غیر شرعی امور میں آپ کسی کو منع کریں تو جواب ہوگا: ”لو جی! وہ تو میرا کزن ہے یا میری کزن ہے۔ اب تو کزن سے محبت کرنا اور چچا کی بیٹی، پھوپھی، کی بیٹی، خالہ زاد، ماموں زاد، بھائی، چچا کی بیوی اور خالو کی بیوی سے مصافحہ کرنا ان کے ساتھ الگ، تھلک بیٹھک کرنا ہمارے ہاں تو پانی پینے سے زیادہ آسان اور عام ہو گیا ہے۔ اگر یہ لوگ بصیرت کی نگاہ سے دیکھیں تو شریعت میں یہ معاملہ اس قدر خطرناک ہے کہ لوگ اس سے پیدا ہونے والے سنگین معاشرتی حادثات سے آگاہ ہوں تو کبھی اس کا ارتکاب نہ کریں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((لَا يُطْعَنُ فِي رَأْسِ أَحَدِكُمْ بِمُخِيطٍ مِّنْ حَدِيدٍ خَيْرَ لَهُ مِنْ أَنْ يَمَسَّ

۱ ((اِمْرَاَةٌ لَا يَحِلُّ لَهَا))

”تم میں سے کسی کے سر پر لوہے کی سلاح نشانہ باندھ کر ماری جائے یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی ایسی عورت کو ہاتھ لگائے جو اس کے لیے حلال نہیں ہے۔“

بلاشبہ یہ ہاتھ کا زنا شمار ہوتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:
((الْعَيْنَانِ تَزْنِيَانِ وَالْيَدَانِ تَزْنِيَانِ وَالرِّجْلَانِ تَزْنِيَانِ وَالْفَرْجُ يَزْنِي)) ②

”آنکھیں زنا کرتی ہیں، ہاتھ بھی زنا کرتے ہیں، پاؤں بھی زنا کرتے ہیں اور شرم گاہ بھی زنا کرتی ہے۔“

کیا کسی کا دل محمد ﷺ سے زیادہ پاک ہو سکتا ہے؟ اس کے باوجود آپ ﷺ فرماتے ہیں:

③ ((إِنِّي لَا أَصَافُحُ النِّسَاءَ))

”میں غیر محرم عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔“

اسی طرح آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

④ ((إِنِّي لَا أَمْسُ أُيْدِي النِّسَاءِ))

”میں اجنبی عورتوں کے ہاتھ نہیں چھوتا۔“

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

((وَلَا وَاللَّهِ مَا مَسَّتْ يَدُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَدَ امْرَأَةٍ قَطُّ غَيْرَ أَنَّهُ

يُبَايِعُهُنَّ بِالْكَلامِ)) ⑤

① (الطبرانی: ۲/۲۱۲-صحیح الجامع/البانی: ۴۹۲۱)

② (مسند احمد: ۱/۴۱۲-صحیح الجامع/البانی: ۴۱۲۶)

③ (مسند احمد: ۶/۳۵۷-صحیح الجامع/البانی: ۲۵۰۹)

④ (الطبرانی: ۲۴/۳۴۲-صحیح الجامع: ۷۰۵۴)

⑤ (صحیح مسلم ۱۴۸۹/۳)

”اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کے مبارک ہاتھ نے کبھی کسی غیر محرم عورت کا ہاتھ نہیں چھوا تھا بلکہ آپ ﷺ زبانی ہی عورتوں سے بیعت لے لیتے تھے۔“

باغی اور دیوث:

ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے جو اسلام کی کھلم کھلا بغاوت پر اترے ہوئے ہیں۔ غیر محرم عورتوں سے یوں سرعام ملتے ہیں یا پھر اپنی اولاد (بچوں یا بچیوں) کو ایسے مواقع فراہم کرتے ہیں۔ اسلام نے ایسے تمام راستوں کو مسدود کیا ہے جن کے ذریعے کسی بھی قسم کی کوئی فحاشی و عریانی پھیلنے کا خدشہ ہو۔ سفر و حضر..... خوشی و غمی..... لیل و نہار میں ملنے کا طریقہ و سلیقہ اسلام نے واضح کیا ہے۔ شیطان کی یہ کوشش ہے کہ دنیا میں عریانی و فحاشی عام ہو جائے اور یہ دنیا فساد کا مرکز بن جائے۔ اس کے لیے وہ ہر حربہ آزماتا ہے اپنے چیلوں چانٹوں کے ذریعے فحاشی و عریانی پھیلانے کے مواقع فراہم کرتا ہے لیکن شیطان فحاشی و عریانی کے فروغ کے لیے جتنی تگ و دو کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس سے بھی بڑھ کر باریک بینی سے اس سے باز آنے کی تلقین کرتا ہے کہ کہیں اس کے ماننے والے ابلیس کے پُر فریب جال میں نہ پھنس جائیں۔ مثال کے طور پر شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار صنف نازک ہی بنتی ہے۔ وہ عورت کو اس روپ میں لاتا ہے کہ وہ فحاشی کے فروغ کا سبب بنتی ہے لیکن کمال بات یہ ہے کہ اسلام جیسے سچے اور خالص مذہب نے عورت کو ایسے تمام افعال و اقوال سے باز رہنے کی پہلے سے ہی تلقین فرمائی ہے جس کے ذریعے سے کسی بھی قسم کی فحاشی و عریانی پھیل جانے کا خدشہ پیدا ہوتا ہے۔

اسلام نے عورت کو چادر اور چادر یواری کی صورت میں تحفظ دیتے ہوئے حکم دیا کہ کوئی عورت جب بھی اپنے گھر سے باہر قدم رکھے تو اس کے ساتھ اس کا محرم ہوتا کہ کسی بھی وقت وہ راہ راست سے پھسل کر شیطان کے دام فریب میں نہ چلی جائے۔

محرم کے بغیر عورت کا سفر کرنا:

اسلام نے تو برائی کے ہر راستے پر بند باندھ دیا تا کہ معاشرے میں برائی اور فحاشی کا ممکن نہ ہو یہاں تک کہ مسلمان عورت کو اپنے محرم کے بغیر سفر کرنا بھی ممنوع قرار دیا ہے۔ صحیحین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ)) ①

”کوئی عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔“

یہ حدیث ہر قسم کے سفر حتیٰ کہ سفر حج کو بھی اپنی عمومیت کے اعتبار سے شامل ہے۔ عورت کا بغیر محرم کے سفر کرنا فاسق و فاجر قسم کے لوگوں کو اس کے متعلق شک و شبہ میں مبتلا کر دیتا ہے اور وہ اس کی عزت کے درپے ہو جاتے ہیں۔ آخر کار نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عورت فطری طور پر کم زور ہونے کے سبب بے آبرو ہو جاتی ہے بصورت دیگر کم از کم طور پر اس کی عزت اور شرف پر دھبہ ضرور آتا ہے۔

اسی طرح محرم کے بغیر ہوائی جہاز کا سفر کرنا بھی جائز نہیں، اگرچہ اسے الوداع کرنے اور وصول کرنے والا محرم موجود ہی کیوں نہ ہو۔ کیوں کہ اس میں کئی قباحتیں ہیں کہ جہاز میں اس کے ساتھ والی سیٹ پر کون بیٹھے گا؟ اسی طرح اگر کسی خرابی کے سبب جہاز کو اگر دوسرے ایئر پورٹ پر اترنا پڑے یا اس کی پرواز اور وقت روانگی میں تاخیر ہو جائے تو پھر اکیلی عورت کا کیا حال ہوگا؟ اس طرح کی اکثر قباحتیں رونما ہوتی رہتی ہیں۔ یہاں سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام نے اس معاملے میں کس قدر احتیاط برتی ہے، پھر یہ کیسے ممکن ہے ویلنٹائن ڈے کی خرافات کو ہم اپنے عقلی دلائل سے درستی کی راہ نکالیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَبُوهَا أَوْ ابْنُهَا أَوْ أَخُوهَا أَوْ ذُو مَحْرَمٍ مِنْهَا)) ❶

”اس عورت کا باپ، بیٹا، خاوند یا بھائی یا کوئی محرم (جس کا عورت سے نکاح حرام ہو وہ سفر میں اس کے ساتھ جاسکتا ہے)۔“

جس طرح یہ لازم ہے کہ عورت اپنے محرم کے بغیر سفر پر نہ نکلے، اسی طرح اسلام کے امن و سلامتی والے معاشرے کے لیے یہ بھی لازم قرار دیا گیا کہ کوئی بھی زن و فرد اگر گھر سے نکلتے ہیں تو کسی کی طرف جان بوجھ کر نہ دیکھیں کیونکہ:

غیر محرم کی طرف عمداً دیکھنا بھی حرام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوْنَ مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذٰلِكَ أَزْكٰى لَهُمْ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ﴾ (النور: ۳۰)

”مسلمان مردوں کو کہہ دو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت رکھیں، یہی ان کے لیے پاکیزگی ہے، لوگ جو کچھ کریں اللہ تعالیٰ سب سے خبردار ہے۔“

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((فَرِئَا الْعَيْنِ النَّظْرُ)) ❷

”آنکھ کا زنا حرام اشیا کی طرف دیکھنا ہے۔“

مردوں کی طرح عورتوں پر بھی غیر محرم مردوں کو غلط نگاہ سے دیکھنا حرام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ مِنْ

❶ (صحیح مسلم ۹۷۷/۲)

❷ (صحیح البخاری مع الفتح ۲۶/۱۱)

﴿فَرُوجِهِنَّ﴾ (النور: ۳۱)

”اور (آپ ﷺ) مسلمان عورتوں سے فرمادیجئے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔“

فیشن کے نام پر اسلام دشمنی:

ہمارے ہاں نگاہوں کو نیچا رکھنا تو دور کی بات ”فیشن اور رواج“ کے نام پر ایسے ایسے ہتھکنڈے عام ہیں کہ عورتیں کپڑوں میں ہوتے ہوئے بھی بے لباس نظر آتی ہیں اور مرد ہیں کہ شرم وحیا سے عاری معلوم ہوتے ہیں۔

بالخصوص کالج کی طالبات میں یہ وبا عام ہے کہ وہ فیشن کے نام پر مختصر لباس کو ترجیح دیتی ہیں اور تیز پرفیوم کے چھڑکاؤ کے بعد گھروں سے نکلتی ہیں، اسلام میں کسی بھی عورت کا خوش بو لگا کر باہر نکلنا اور غیر محرم مردوں کے پاس سے گزرنا بھی حرام ہے۔ جتنی سختی سے اس سے بچنے کا حکم دیا گیا تھا یہ برائی موجودہ زمانے میں اتنی ہی تیزی سے عام ہو چکی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((اَيُّمَا امْرَاةٍ اسْتَعْطَرَتْ ثُمَّ مَرَّتْ عَلَى الْقَوْمِ لِيَجِدُوا رِيْحَهَا فَهِيَ زَانِيَةٌ)) ❶

”جو عورت خوش بو لگا کر لوگوں کے پاس سے گزرتی ہے تاکہ وہ اس کی خوش بو محسوس کریں تو وہ زانیہ شمار ہوگی۔“

بعض عورتیں اس معاملے میں اس قدر غفلت سے کام لیتی ہیں اور اس کو اتنا معمولی تصور کرتی ہیں کہ اپنے ڈرائیور، دکاندار اور گیٹ کیپر وغیرہ کے پاس سے خوش بو لگا کر گزرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتیں بلکہ شریعت تو اس مسئلہ میں اس قدر سختی کرتی ہے کہ اگر کوئی عورت خوش بو لگانے کے بعد باہر جانے کا ارادہ رکھتی ہو اگرچہ مسجد ہی

کیوں نہ جانا ہو تو جب تک غسل جنابت کی طرح مکمل غسل نہ کر لے بہہ نہیں جاسکتی۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

((أَيُّمَا امْرَأَةٍ تَطَيَّبَتْ ثُمَّ خَرَجَتْ إِلَى الْمَسْجِدِ لِوُجْدِ رِيحِهَا لَمْ يُقْبَلْ مِنْهَا صَلَاةٌ حَتَّى تَغْتَسِلَ اِغْتِسَالَهَا مِنَ الْجَنَابَةِ)) ❶

”جو عورت خوش بولگا کر مسجد کی طرف اس نیت سے جاتی ہے تاکہ لوگ اس کی خوش بو محسوس کریں تو اس کی نماز اس وقت تک قبول نہ ہوگی جب تک غسل جنابت کی طرح اچھی طرح غسل نہ کرے۔“

حیف صد حیف معاشرے کے موجودہ چلن کا رونا روئیں تو کس کے آگے ہمارا شکوہ اللہ کے حضور ہی ہے کہ شادی، بیاہ، خوشی کی محفلوں اور جلسوں میں کس طریقہ سے عورتیں جاتی ہیں نیز نتھنے پھاڑ پر فیومز سپرے کر کے گلیوں، بازاروں، میلے ٹھیلوں، تفریح گاہوں، ویلنٹائن ڈے جیسے تہواروں اور مردوں و عورتوں کے اختلاط والی جگہوں حتیٰ کہ رمضان المبارک میں مسجدوں میں بھی بے محابہ گھومتی پھرتی رہتی ہیں۔ حالانکہ شریعت میں عورتوں کے لیے ایسی زینت بیان کی گئی ہے جس کی رنگت ظاہر اور اس کی خوش بو مخفی ہو۔

یوں اگر تمام تر اسلامی تعلیمات کے باوجود بھی اگر کوئی شخص خود کو مسلمان کہلائے اور ویلنٹائن ڈے کے موقع پر کسی غیر محرم کے ساتھ خلوت اختیار کرے، اس کے ساتھ محبت بھرے راز و نیاز کرے اسے پھول یا تحائف دے تو پھر ایسے مرد و زن کو اپنے ایمان کی خیر منائی چاہیے اور اللہ رب العزت کی پکڑ سے ڈرنا چاہیے جو اسلام کا لبادہ اوڑھ کر بھی شرم و حیا کی چادر کو بالائے طاق رکھے بے غیرتی و بے شرمی کے کاموں میں مگن ہیں

اس کے ساتھ ساتھ جو لوگ کسی بھی صورت میں ایسے مواقع پر کوئی ذریعہ یا سبب بننے

ہیں تو وہ بھی اس کھلم کھلا بغاوت الہی کے مجرم ہیں، مثال کے طور پر کوئی باپ اگر اپنی بیٹی یا بیٹے کو یا اہل خانہ میں سے کسی اور کو ویلنٹائن ڈے کے تہوار پر کسی غیر محرم کے ساتھ عشقیہ گفتگو یا پھر اور بے ہودہ محفل میں دیکھتا ہے لیکن چشم پوشی اختیار کرتا ہے تو وہ بھی اس جرم میں برابر کا شریک ہے۔ ایسے آدمی کو اسلامی شریعت میں ”دیوث“ کہا گیا ہے اور ایسا آدمی جنتی نہیں ہو سکتا۔

دیوث بننا یعنی گھر میں فحاشی کو برداشت کرنا:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ قَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ الْجَنَّةَ، مُدْمِنُ الْخَمْرِ، وَالْعَاقُ،

وَالْدَيُّوثُ الَّذِي يُقْرِئُ فِي أَهْلِهِ الْخُبْرَ)) ❶

”تین آدمیوں پر اللہ نے جنت حرام کر دی ہے، ہمیشہ شراب نوشی کرنے والا، ماں باپ

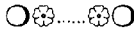
کا نافرمان اور بے غیرت جو اپنے گھر میں بے حیائی دیکھ کر برداشت کر جاتا ہے۔“

اس طرح بے غیرتی کی مختلف صورتیں ہیں، جن میں اکثر موجودہ معاشرے میں عام ہو چکی ہے۔ مثلاً گھر میں اپنی بیٹی یا بیوی کو غیر محرم مردوں کے ساتھ ملتے اور عشقیہ گفتگو کرتے ہوئے دیکھ کر چشم پوشی کرنا۔ جیسا کہ شادی بیاہ، دیگر گھریلو تقریبات اور ”ویلنٹائن ڈے“ کے موقع پر ہوتا ہے یا اپنے گھرانے کی کسی عورت کو غیر محرم رشتہ دار مرد کے ساتھ اکیلی سفر کرنے کی اجازت دینا اور بغیر شرعی پردے کے ان کو گھر سے باہر بخوشی جانے دینا، یہ سب صورتیں حرام ہیں۔ اسی طرح برائی اور فساد پھیلانے والے مختلف قسم کے ڈائجسٹ اور وی سی آر وغیرہ خریدنا اور انہیں گھر کی زینت بنانا بھی حرام ہے۔

لجنة كبار العلماء (سعودیہ) کا فتویٰ:

ریاض میں 13 فروری کو وہاں کے ایک مقامی روزنامہ ”الرياض“ میں سعودی عرب کے

حوالے سے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ ویلنٹائن ڈے مناکر اللہ کے غیظ و غضب کو دعوت نہ دیں۔ سعودی دارالافتاء نے مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن عبد اللہ کا فتویٰ جاری کیا ہے کہ ”ویلنٹائن ڈے“ بے دین مسیحیوں کی رسم ہے اور اللہ اور روز قیامت پر یقین رکھنے والے مسلمانوں کو اس میں حصہ نہیں لینا چاہیے۔ اللہ کے غیظ و غضب اور سزا سے بچنے کے لیے اسے ترک کرنا ضروری ہے۔ مسلمانوں کے لیے ایسے تہواروں میں حصہ لینا حرام ہے۔ ویلنٹائن ڈے کی حیثیت اور تاریخی حیثیت یہی نظر آتی ہے کہ اس میں عورت و مرد کے سوائے چھپ کر ملنے اور نفسانی خواہش کے کچھ نہیں۔ اس برائی کو ویلنٹائن ڈے کا نام دے دیا گیا ہے نہ ہی یہ محبت ہے بلکہ کھلی اسلام دشمنی، اللہ و رسول سے بغاوت اور شریعت اسلامیہ کے منافی ہے، چوں کہ اس برائی میں مرد و زن کا باہمی ملاپ ہی وجہ ہے اس لیے ہم نے اس باب میں وہ تمام دلائل اسلام کی روشنی میں جو اس فعل کا رد کرتے ہیں جمع کر دیے ہیں۔



محبت کا تہوار (ویلنٹائن ڈے) ہم کیوں منائیں؟

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ہمارے لیے اسلام کو دین پسند کیا ہے اور وہ کسی سے بھی اس دین کے علاوہ کوئی اور دین قبول نہیں کرے گا جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے:

”اور جو کوئی دین اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے گا اس سے اس کا وہ دین قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔“ (آل عمران: ۸۵)

اللہ کے دشمنوں کی پیروی:

نبی کریم ﷺ نے بھی ہمیں یہ بتایا ہے کہ ان کی امت میں سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے بعض شعائر اور دینی علامات و عادات میں ان کی پیروی اور اتباع کریں گے جیسا کہ درج ذیل حدیث میں اس کا ذکر ملتا ہے۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”تم اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقوں کی بالشت بر بالشت اور ہاتھ بر ہاتھ پیروی کرو گے، حتیٰ کہ اگر وہ گوہ کے بل میں داخل ہوئے تو تم بھی ان کی پیروی میں اس میں داخل ہو گے، ہم نے کہا اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ! کیا یہودیوں اور عیسائیوں کی؟ تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا اور کون؟“ ①

① امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالكتاب والسنة باب قول النبی ﷺ لتبعن سنن من كان قبلکم“ میں روایت کیا ہے۔ دیکھیں۔ صحیح بخاری (۱۵۱/۸) اور امام مسلم نے ”کتاب العلم باب اتباع سنن اليهود والنصارى“ میں ذکر کیا ہے۔ دیکھیں: صحیح مسلم (۲۰۵۴/۴)

نبی کریم ﷺ نے جو کچھ بتایا اس کا وقوع ہو چکا ہے اور ان آخری ایام میں مسلمان ممالک کے اندر یہ پھیل چکا ہے کہ بہت سے مسلمان اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کی بہت مہربانی عادات اور سلوک اور ان کی علامات میں دشمنوں کی پیروی و اتباع کرنے لگے ہیں۔ انھوں نے ان کے دینی شعائر کی تقلید کرنا شروع کر دی ہے اور ان کے تہوار میں شرکت اور انھیں منانا شروع کر دیا ہے۔

ذرائع ابلاغ کے عام ہونے سے اس میں اور بھی زیادہ برائی پیدا ہو گئی ہے کہ یہ ذرائع ابلاغ سب معاشروں میں کفار کی عادات کو بڑے تزک و احتشام سے نشر کرتے ہیں اور اسے اپنے ممالک میں فضائی چینلوں اور انٹرنیٹ کے ذریعہ اسلامی ممالک میں براہ راست موسیقی اور گندی تصاویر اور رقص و سرود کی محافل پیش کرتے ہیں جس کی بنا پر بہت سے مسلمان بھی اس دھوکے میں آنا شروع ہو چکے ہیں۔

ان چند برسوں میں ایک اور چیز بہت سے مسلمان نوجوان لڑکے لڑکیوں کے درمیان فروغ پا چکی ہے جس میں کوئی خیر و بھلائی کی چیز نہیں، بلکہ وہ عیسائیوں کی تقلید میں یوم محبت کی شکل میں ظاہر ہوئی ہے اور انھوں نے ویلنٹائن ڈے کا تہوار منانا شروع کر دیا ہے۔

اس تمام صورت حال کے بعد اہل علم اور دعوت و تبلیغ کرنے والوں پر ضروری ہو گیا ہے کہ وہ ویلنٹائن ڈے کے بارے میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی شریعت کا حکم بتائیں اور بیان کریں جس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور مسلمان حکمرانوں اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی ہے تاکہ مسلمان شخص اپنے دنیوی معاملات میں بھی واضح دلائل سے مسلح ہو وہ کہیں کسی ایسے عمل میں نہ پڑ جائے جو اس کے عقیدے کو خراب کر کے رکھ دے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمان پر عقیدہ صحیحہ سلامتی ایک انعام سے کسی صورت کم نہیں ہے۔ اس تہوار اور دن کی اصل کے بارے میں یہ مختصر سا نوٹ پیش کرتے ہیں کہ یہ کب شروع ہوا اور اس کی حقیقت کیا ہے اور اس سے کیا مقصود ہے اور مسلمان شخص کو اس کے بارے میں کیا کرنا واجب ہے۔

ویلنٹائن ڈے (یومِ محبت) کا قصہ:

یومِ محبت رومن بت پرستوں کے تہواروں میں سے ایک تہوار شمار کیا جاتا ہے جب کہ رومیوں کے ہاں بت پرستی سترہ صدیوں سے بھی زیادہ عرصہ پر محیط ہے جو کہ محبت کے الہ کے بارے میں رومی بت پرستی کی تعبیر ہے۔

اس بت پرستی کے تہوار کے بارے میں کئی قسم کے قصے رومیوں اور ان کے وارث عیسائیوں کے ہاں معروف ہیں، ان میں سب سے زیادہ مشہور قصہ یہ ہے:

رومیوں کا عقیدہ ہے کہ روم شہر کے مؤسس رومیلیوس کو ایک دن مادہ بھیڑیے نے دودھ پلایا، جس کی وجہ سے اسے قوت فکری علم و بردباری حاصل ہوئی۔

لہذا رومی لوگ اس حادثے کی وجہ سے ہر برس فروری کے وسط میں بہت بڑا تہوار منایا کرتے تھے اور اس میں ایک علامت یہ بھی تھی کہ وہ کتا اور بکری ذبح کرتے اور مضبوط اور گٹھے ہوئے عضلات والے دونو جوان اپنے جسم پر کتے اور بکری کے خون کا لیپ کرتے اور پھر اس خون کو دودھ کے ساتھ دھوتے اور اس کے بعد ایک بہت بڑا قافلہ چلتا جس کے آگے وہ نو جوان ہوتے اور یہ قافلہ گلی کو چوں اور سڑکوں پر چلتا، ان دونوں جوانوں کے ہاتھ میں چمڑے کے دو ٹکڑے ہوتے جو بھی انھیں ملتا اسے وہ ٹکڑے مارتے، اور رومی عورتیں بڑی خوشی سے یہ کوڑے کھاتیں، کیوں کہ ان کا یہ اعتقاد تھا کہ اس سے شفا ملتی ہے اور بانجھ پن ختم ہو جاتا ہے۔

اس تہوار سے سینٹ ویلنٹائن کا تعلق:

سینٹ ویلنٹائن عیسائی گرجے کے دو قدیم قربان ہونے والے اشخاص کا نام ہے، کہا جاتا ہے کہ یہ دو شخص تھے اور ایک قول کے مطابق کہ ایک ہی شخص تھا جو شہنشاہ کلاڈیس کی تعذیب کی تاب نہ لاتے ہوئے ۲۶۹ء میں ہلاک ہو گیا اور جس جگہ یہ ہلاک ہوا، اسی جگہ ۳۵۰ء میں بطور یادگار ایک گرجا گھر تعمیر کیا گیا۔

جب رومیوں نے عیسائیت قبول کی تو وہ اپنے اس سابقہ تہوار یومِ محبت کو مٹاتے رہے لیکن انھوں نے اسے بت پرستی کے مفہوم سے نکال کر محبتِ الہی میں تبدیل کر لیا، دوسرے مفہومِ محبت کے شہداء میں بدل لیا اور انھوں نے اسے اپنے گمان کے مطابق محبت و سلامتی کی دعوت دینے والے سینٹ ویلنٹائن کے نام کر دیا، جسے وہ اس راستے میں شہید گردانتے ہیں اور اسے عاشقوں کی عید اور تہوار کا نام بھی دیا جاتا ہے اور سینٹ ویلنٹائن کو عاشقوں کا سفارشی اور ان کا نگران شمار کرتے ہیں۔

ان کے باطل اعتقادات اور اس دن کی مشہور رسم یہ تھی کہ نوجوان اور شادی کی عمر میں پہنچنے والی لڑکیوں کے نام کا غند کے ٹکڑے پر لکھ کر ایک برتن میں ڈالے جاتے اور اسے میز پر رکھ دیا جاتا، شادی کی رغبت رکھنے والے نوجوان لڑکوں کو دعوت دی جاتی کہ وہ اس میں سے ایک ایک پرچی نکالیں لہذا جس کا نام اس قرعہ میں نکل آتا وہ لڑکا اس لڑکی کی ایک برس تک خدمت کرتا اور وہ ایک دوسرے کے اخلاق کا تجربہ کرتے پھر بعد میں شادی کر لیتے یا پھر آئندہ برس اسی تہوار یومِ محبت میں دوبارہ پرچی نکالتے۔

عیسائی عالموں نے اس رسم سے بہت برا اثر لیا اور اسے نوجوان لڑکے لڑکیوں کے اخلاق خراب کرنے کا سبب قرار دیا لہذا اٹلی جہاں پر اسے سب سے زیادہ شہرت حاصل تھی ناجائز قرار دے دیا گیا، پھر بعد میں اٹھارہ اور انیسویں صدی میں دوبارہ زندہ کیا گیا، وہ اس طرح کہ کچھ یورپی ممالک میں کچھ کتب فروشوں نے ایک کتاب (ویلنٹائن کی کتاب کے نام سے) کی فروخت شروع کی جس میں عشق و محبت کے اشعار تھے، جسے عام عاشق خطوط میں استعمال کرتے ہیں اور اس میں عشق و محبت کے خطوط لکھنے کے بارے میں چند ایک نادر تجاویز بھی درج تھیں۔

اس تہوار کا ایک سبب یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جب رومیوں نے عیسائیت قبول کی تو تیسری صدی عیسوی میں شہنشاہ کلاڈیس دوم نے اپنی فوج کے لوگوں پر شادی کرنے کی پابندی لگا دی کیوں کہ وہ بیویوں کی وجہ سے جنگوں میں نہیں جاتے تھے تو اس نے یہ فیصلہ کیا

کہ کوئی مرد شادی نہیں کرے گا۔

لیکن سینٹ ویلنٹائن نے اس فیصلہ کی مخالفت کرتے ہوئے چوری چھپے فوجیوں کی شادی کروانے کا اہتمام کیا۔ جب کلاڈیس کو اس کا علم ہوا تو اس نے سینٹ ویلنٹائن کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا اور اسے سزائے موت دے دی، کہا جاتا ہے کہ قید کے دوران ہی سینٹ ویلنٹائن کو جیلر کی بیٹی سے محبت ہو گئی یہ سب کچھ خفیہ ہوا، کیوں کہ پادریوں اور راہباؤں کے لیے عیسائیوں کے ہاں شادی کرنا اور محبت بھرے تعلقات قائم کرنا حرام تھا، عیسائیوں کے ہاں اس کی سفارش کی گئی کہ عیسائیت پر قائم رہو، شہنشاہ نے اسے عیسائیت ترک کر کے رومی دین قبول کرنے کا کہا کہ اگر وہ عیسائیت ترک کر دے تو اسے معاف کر دیا جائے گا اور وہ اسے اپنا داماد بنانے کے ساتھ اپنے مصاحبین میں شامل کرے گا۔ لیکن ویلنٹائن نے اس سے انکار کر دیا اور عیسائیت کو ترجیح دی اور اسی پر قائم رہنے کا فیصلہ کیا تو چودہ اور پندرہ فروری ۲۷۰ء کی درمیانی رات اسے پھانسی دے دی گئی اسے قدیس یعنی ”پاک باز بپ“ کا خطاب دے دیا گیا۔

بہی صلیب کی پیروی ہے:

کتاب قصۃ الحضارۃ میں ہے:

”کنیہ نے ایک ڈائری ترتیب دے رکھی ہے جس میں ہر دن ایک مقدس اور پاک باز شخص کا تہوار مقرر کیا ہے اور انگلینڈ میں سینٹ ویلنٹائن کا تہوار موسم سرما کے آخر میں منایا جاتا تھا اور جب یہ دن آتا ہے تو ان کے کہنے کے مطابق جنگلوں میں پرندے بڑی گرم جوشی کے ساتھ آپس میں شادیاں کرتے ہیں اور نوجوان اپنی محبوبہ لڑکیوں کے گھروں کی دہلیزوں پر سرخ گلاب کے پھول رکھتے ہیں۔ ①

پوپ نے سینٹ ویلنٹائن کی یوم وفات چودہ فروری ۲۷۰ء کو یوم محبت قرار دے دیا

اور یہ پوپ کون ہے؟ عیسائیوں کے سردار اور بڑے عالم جس کی بات حکم کا درجہ رکھے اسے عیسائی پوپ کا نام دیتے ہیں۔ دیکھیں اس پاپائے اعظم نے کس طرح عیسائیت میں تہوار کو پیدا کیا اور منانے کا حکم دیا، کیا یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا مندرجہ ذیل فرمان یاد نہیں دلاتا: ”ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنا لیا۔“ (التوبة: ۳۱)

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو میری گردن میں صلیب لٹک رہی تھی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: اے عدی! اس بت کو اپنے (گلے) سے اتار دو۔

سیدنا عدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ سورۃ التوبہ کی یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے:

﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ﴾

”ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنا لیا۔“

سیدنا عدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ ان کی عبادت تو نہیں کرتے تھے لیکن جب وہ اس کے لیے کسی چیز کو حلال کر دیتے تو وہ اسے حلال سمجھتے اور جب ان پر کوئی چیز حرام کر دیتے تو وہ اسے خود پر حرام کر لیتے تھے۔

اسے امام ترمذی نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اس تہوار میں عیسائیوں کے اہم ترین شعار و علامات:

- ❁ خوشی و سرور کا اظہار جس طرح دوسرے اہم ترین تہواروں میں ان کی حالت ہوتی ہے۔
- ❁ سرخ گلاب کے پھولوں کا تبادلہ، اور وہ یہ کام بت پرستوں کی حب الہی اور اہل صلیب کے ہاں عشق کی تعبیر میں کرتے ہیں اور اسی لیے اس کا نام بھی عاشقوں کا تہوار رکھا گیا ہے۔

✽ اس کی خوشی میں کارڈوں کی تقسیم اور بعض کارڈوں میں کیو پڈ کی تصویر ہوتی ہے جو ایک بچے کی خیالی تصور بنائی گئی ہے اس کے دوپر ہیں اور اس نے تیرکمان اٹھا رکھا ہے، جسے رومی بت پرست قوم محبت کا الہ مانتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے اس جھوٹ اور شرک سے بلند و بالا ہے۔

✽ کارڈوں میں محبت و عشقیہ کلمات کا تبادلہ ہوتا ہے جو اشعار یا نثر یا چھوٹے چھوٹے جملوں کی شکل میں ہوتے ہیں اور بعض کارڈوں میں گندے قسم کے اقوال اور کارٹون ہوتے ہیں اکثر طور پر اس میں یہ لکھا ہوتا ہے کہ ویلنٹائن بن جاؤ جو کہ بت پرستی کے مفہوم سے منتقل ہو کر عیسائیت مفہوم کی تمثیل بنتی ہے۔

✽ متعدد عیسائی علاقوں میں دن کے وقت بھی محفلیں سجائی جاتی ہیں اور رات کو بھی مرد و زن کا مخلوط رقص ہوتا ہے اور بہت سے لوگ پھول، چاکلیٹ کے پیکٹ وغیرہ بطور تحفہ محبت کرنے والوں اور شوہروں اور دوست و احباب کو بھیجتے ہیں۔

مسلمان اس تہوار کو کیوں نہیں منا سکتے؟

اوپر جو کچھ بھی اس تہوار کے بارے میں بیان ہوا ہے انھیں بغور دیکھنے سے درج ذیل اشیا واضح ہوتی ہیں:

✽ یہ تہوار اصلاً رومی بت پرستوں کا عقیدہ ہے جسے وہ محبت کے الہ سے تعبیر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی عبادت کرتے ہیں لہذا جس نے بھی اس تہوار کو منایا وہ ایک شرکیہ تہوار منا رہا اور بتوں کی تعظیم کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”یقین جانو جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہی ہے، اور گناہ گاروں کی مدد کرنے

والا کوئی نہیں ہوگا۔ (المائدہ: ۷۲)

❁ رومیوں کے ہاں اس تہوار کی ابتدا قصے کہانیوں اور خرافات پر مشتمل ہے جسے عقل ہی تسلیم نہیں کرتی چہ جائیکہ اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھنے والے مسلمان کی عقل تسلیم کرے۔

تو کیا عقل سلیم یہ تسلیم کرتی ہے کہ روم شہر کو آباد کرنے والے مؤسس کو کوئی بھیڑیا دودھ پلائے اور اس سے اسے قوت بردباری حاصل ہو؟ جو کچھ اس قصے میں ہے وہ مسلمان کے عقیدہ کے خلاف ہے، کیوں کہ قوت اور عقل، بردباری و حلم تو اللہ خالق سبحانہ و تعالیٰ ہے نہ کہ کسی بھیڑیے کے دودھ کے باعث۔

اور اسی طرح یہ قصہ کہ ان کے بت ان سے برائی اور مصیبت کو دور کرتے ہیں اور ان کے جانوروں کو بھیڑیوں سے بچاتے ہیں۔

❁ رومیوں کے ہاں اس تہوار کے بد صورت شعار میں کتے اور بکری کو ذبح کر کے کتے اور بکری کا خون دونو جوان لڑکوں پر لپیٹ اور پھر اسے دودھ کے ساتھ دھونا..... الخ، یہ ایک ایسا قصہ ہے جس سے فطرت اور عقل سلیم نفرت کرتی ہے اور اسے صحیح قبول نہیں کرتا۔

❁ اس تہوار سے بشپ ویلنٹائن کے متعلق کئی مؤرخین نے شک کیا ہے، وہ اسے صحیح تسلیم نہیں کرتے، لہذا عیسائیوں کے لیے بہتر یہی تھا کہ وہ اس بت پرستانہ تہوار کا انکار کرتے، جسے بت پرست ہی مناتے ہیں، ہم مسلمان کیسے اسے درست تسلیم کریں جب کہ ہمیں تو عیسائیوں اور ان سے پہلے بت پرستوں کی مخالفت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

❁ عیسائی کیتھولک فرقے علما نے اٹلی اس تہوار کو منانے پر پابندی لگا دی ہے، کیوں کہ اس میں گندے اخلاق کے پھیلاؤ کے باعث نوجوان لڑکے، لڑکیوں پر بُرا اثر پڑتا ہے تو پھر مسلمانوں کے لیے بالاولیٰ اس سے دور رہنا ہوگا اور اس سے بچنے کے ساتھ انھیں اس سلسلے میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بھی دینی فریضہ بھی ادا کرنا ہوگا۔

کوئی کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے ہم مسلمان اس تہوار کو کیوں نہیں منا سکتے؟
اس کا جواب متعدد وجوہات کے باعث دیا جاسکتا ہے:

پہلی وجہ.....:

”دین اسلام میں عیدیں اور تہوار محدود اور ثابت شدہ ہیں، ان میں کمی کی جاسکتی ہے نہ زیادتی، اور اسی طرح مسلمانوں کی عبادات یہ توقیفی ہیں (جن میں کمی و زیادتی نہیں ہو سکتی اور اسی طرح عمل کرنا ہو گا جس طرح ثابت ہے) اسے کیوں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے مشروع کیا ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”عیدیں اور تہوار شرع، مناجع اور مناسک میں سے ہیں، جن کے بارے اللہ سبحانہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”ہم نے ہر ایک کے لیے طریقہ اور شریعت مقرر کی ہے۔“

دوسرے مقام پر اس طرح فرمایا:

”ہر قوم کے لیے ہم نے ایک طریقہ مقرر کیا ہے جس پر وہ چلنے والے ہیں۔“

مثلاً قبلہ، نماز، روزے، لہذا ان کا عید اور باقی مناجع میں شریک ہونے میں کوئی فرق نہیں، اس لیے کہ سارے تہوار میں موافق کفر میں موافقت ہے، اور اس کے بعض فروعات میں موافقت کفر کی بعض شاخوں میں موافقت ہے بلکہ عیدیں اور تہوار ہی ایسی چیز ہیں جن سے شریعتوں کی تمیز ہوتی ہے اور پہچانی جاتی ہیں اور شعائر سے بھی زیادہ ظاہر ہوتے ہیں۔

لہذا ان تہواروں میں موافقت کرنا کفر کے خاص طریقے اور شعائر کی موافقت ہے اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ اس میں موافقت کرنے سے پوری شروط کے ساتھ کفر پر جا کر ختم ہو سکتا ہے اور اس کی ابتدا میں کم از کم حالت یہ ہے کہ یہ معصیت و گناہ ہوگی اور اس کی جانب ہی نبی ﷺ نے اپنے اس فرمان میں اشارہ کیا ہے۔

”یقیناً ہر قوم کے لیے ایک عید اور تہوار ہے اور یہ ہماری عید ہے۔“^①
اس لیے یومِ محبت کا تعلق رومی دور سے متعلق ہے نہ کہ اسلامی دور سے تو اس کا معنی یہ ہوا کہ یہ عیسائیوں کی خصوصیات میں سے ہے نہ کہ مسلمانوں کی، بلکہ اسلام اور مسلمانوں کا اس میں کوئی حصہ اور تعلق بھی نہیں ہے، لہذا جب ہر قوم کے لیے عید اور تہوار ہے جیسا کہ رسول کریم ﷺ نے بھی فرمایا تھا:

”یقیناً ہر قوم کے لیے عید ہے“ (بخاری و مسلم)

تو نبی ﷺ کا یہ فرمان ہر قوم کو اس کے خصوصی تہوار کے ساتھ واجب کرتا ہے، لہذا جب عیسائیوں کی علیحدہ اور خاص عید ہے اور یہودیوں کی خاص عید تو جس طرح مسلمان اس کی شریعت میں شریک نہیں، اسی طرح ان کی عید اور تہوار میں بھی شریک نہیں ہو سکتے اور نہ ہی ان کے قبلہ میں۔

دوسری وجہ.....:

یومِ محبت کا تہوار منانے میں بت پرست رومیوں اور پھر عیسائیوں کے ساتھ مشابہت ہے، کیوں کہ انھوں نے اس میں رومیوں کی تقلید کی ہے، یہ تہوار ان کے مذہب میں نہیں اور جب دین اسلام میں عیسائیوں سے کسی ایسی چیز میں مشابہت سے ممانعت ہے جو ہمارے دین اسلام میں نہیں بلکہ ان عیسائیوں کے حقیقی مذہب میں بھی نہیں ہے تو پھر ایسی چیز جو انھوں نے ایجاد کر لی اور بت پرستوں کی تقلید کرنے لگے اس میں مشابہت اختیار کرنا کیسا ہوگا!!

کفار چاہے وہ بت پرست ہوں یا اہل کتاب ان سے عمومی مشابہت اختیار کرنا حرام ہے، چاہے وہ مشابہت ان کی عبادات میں ہو یہ بھی زیادہ خطرناک ہے۔ یا پھر ان کی عادات و رسم و رواج میں اس کی حرمت پر کتاب و سنت اور اجماع دلالت کرتا ہے۔

① صحیح بخاری، حدیث: ۹۵۲، صحیح مسلم حدیث نمبر: ۸۹۲، دیکھیں: الاقتضاء

کفار سے مشابہت کی حرمت:

✽ قرآن مجید سے کفار کی مشابہت کی حرمت کے دلائل:

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے:

”اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اپنے پاس روشن دلیلیں آجانے کے بعد بھی تفرقہ ڈالا اور اختلاف کیا، ان لوگوں کے لیے بہت بڑا عذاب ہوگا۔ (آل عمران: ۱۰۵)

✽ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

”جس نے بھی کسی قوم سے مشابہت اختیار کی وہ انہیں میں سے ہے۔“^①

✽ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”اس حدیث کی کم از کم حالت ان سے مشابہت کرنے کی تحریم کا تقاضا کرتی ہے، اگرچہ حدیث کا ظاہر مشابہت اختیار کرنے والے کو کفر کا متقاضی ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے: ”اور جو بھی تم میں سے ان کے ساتھ دوستی کرے یقیناً وہ انہی میں سے ہے۔“^②

✽ رہا اجماع تو اس میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے یہ نقل کیا ہے کہ کفار سے ان کی عیدوں اور

تہواروں میں مشابہت اختیار کرنے کی حرمت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وقت سے لے کر

اجماع ہے، جیسا کہ ابن قیم رحمہ اللہ نے بھی اس پر علما کرام کا اجماع نقل کیا ہے۔^③

کفار کی تقلید نہ کرنا:

اللہ تعالیٰ نے کفار کی مشابہت سے منع فرمایا ہے اور مشابہت کرنے والے پر ناراضی کا

اظہار کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے بہت سی آیات میں کئی ایک مواقع پر اور مختلف اسلوب میں اس

① (سنن ابوداؤد حدیث: ۴۰۲۱، مسند احمد: ۵۰/۲)

② (الاقتضاء: ۳۱۴/۱)

③ دیکھیں: الاقتضاء (۴۵۴/۱) اور احکام اہل الذمۃ (۷۲۲/۲) - (۷۲۵)

سے بچنے کا کہا ہے، اور خاص کر کفار کی مشابہت سے تو منع کیا ہے، کبھی ان کی پیروی و اتباع اور اطاعت سے روک کر، اور کبھی ان سے ڈرا کر، اور کبھی ان کے مکر و فریب سے دھوکا نہ کھانے کا کہہ کر کبھی ان کی آرا اور خیالات کے پیچھے نہ چلنے کا کہہ کر اور کبھی یہ کہا کہ ان کے اعمال اور اخلاق اور سلوک سے متاثر نہ ہوں۔

بعض اوقات ان کی غلط خصلتیں ذکر کر کے جن سے مومن نفرت کرتے ہیں اور ان کی مشابہت کرنے سے بھی نفرت کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں اکثر طور پر یہودیوں اور عیسائیوں سے بچنے کا کہا گیا ہے، اور پھر عمومی طور پر اہل کتاب اور مشرکوں سے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ بیان فرمایا ہے کہ کفار کی اطاعت اور مشابہت کرنے سے انسان مرتد ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اطاعت اور ان کی خواہشات کے پیچھے چلنے اور بری خصلتیں اپنانے سے منع فرمایا ہے۔

اسی طرح کفار اور اہل کتاب کی اطاعت اور مشابہت سے رکنا تو شریعت کے مقاصد میں شامل ہے، جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ اس لیے مبعوث فرمایا تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کر دے، نیز اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے لوگوں کے لیے شریعت کو مکمل کر دیا ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

”آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنا بھرپور

انعام کر دیا ہے اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پر رضا مند ہو گیا

ہوں۔ (المائدہ: ۳)

اس شریعت کو ہر حالت اور ہر زمانے اور سب لوگوں کے لیے صالح بنایا لہذا کفار سے کچھ حاصل کرنے اور ان کی نقالی کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔

غیر مسلمین کی پیروی مسلمان کی شخصیت میں خلل کا باعث بنتی ہے، شعور میں نقص اور

کم زوری اور چھوٹا پن، شکست خوردہ ذہن پیدا ہوتا اور پھر اللہ تعالیٰ کے منج اور طریقے اور اس کی شریعت سے کنارہ کشی ہے، تجربات نے یہ ثابت کیا ہے کہ کفار سے دوستی لگانا اور انہیں پسند کرنا اور ان کی تقلید کرنا ان سے یا ان کی ثقافت و تہذیب سے محبت، ان پر مطلقاً بھروسہ، ان کے ساتھ دوستی، اسلام، اہل اسلام سے ناپسندیدگی، دین اسلام سے بے رغبتی، ثقافت اسلامیہ سے لاعلمی اس کا سبب بنتا ہے۔

تیسری وجہ:

اس دور میں یوم محبت منانے کا مقصد لوگوں کے مابین محبت کی اشاعت ہے، چاہے وہ مومن ہوں یا کافر، حالاں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ کفار سے محبت و مودت اور دوستی حرام ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے:

”اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو آپ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والوں سے محبت کرتے ہوئے ہرگز نہیں پائیں گے اگرچہ وہ کافر ان کے باپ ہوں یا بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے کنبے قبیلے کے عزیز ہی کیوں نہ ہوں۔ (المجادلہ: ۲۲)

مومن کا دوست کافر نہیں:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس آیت میں یہ خبر دی ہے کہ کوئی بھی مومن ایسا نہیں پایا جاتا جو کافر سے محبت کرتا ہو لہذا جو مومن بھی کافر سے محبت کرتا ہے اور دوستی لگاتا ہے وہ مومن نہیں اور ظاہری مشابہت بھی کفار سے محبت کی غماز ہے لہذا یہ بھی حرام ہوگی۔“^①

چوتھی وجہ:

جب سے عیسائیوں نے یہ تہوار شروع کیا ہے اس میں مقصود محبت زوجیت کے دائرے سے باہر رہتے ہوئے عشق اور دل کو عذاب میں ڈالنے والی محبت مراد ہے، جس کے نتیجے میں زنا اور فحاشی عام ہو، اسی لیے کئی اوقات میں عیسائی کلیسا کے بڑوں نے اس تہوار کے خلاف آواز اٹھاتے ہوئے کام بھی کیا، اسے باطل قرار دیا اور اسے ختم کیا لیکن پھر دوبارہ اسے زندہ کر دیا گیا۔

ویلنٹائن ڈے کا تہوار منانے والے اکثر نوجوان ہوتے ہیں کیوں کہ اس میں ان کی خواہشات کی تکمیل ہوتی ہے، اگر اس میں کفار کی پیروی اور مشابہت کو نہ بھی دیکھا جائے، حالاں کہ یہ حرام ہے لیکن کچھ دیر کے لیے ہم اس سے صرف نظر کرتے ہیں، آپ میرے ساتھ اس مصیبت کو دیکھیں کہ اس کی وجہ سے وہ لوگ کبیرہ گناہ کے مرتکب ہوتے ہوئے زنا وغیرہ میں پڑتے ہیں جو کہ صرف عیسائیوں سے مشابہت کے طریقے سے ہوتا ہے اور یہ ان کی عبادات میں سے ہے جس کے بارے میں خدشہ ہے کہ اس میں ان کی مشابہت کرنا کفر ہو سکتا ہے۔

کیا ویلنٹائن ڈے کے مخالف محبت دشمن ہیں:

ہو سکتا ہے کہ بعض نادان یہ کہیں کہ تم تو ہمیں محبت سے محروم کرنا چاہتے ہو، حالاں کہ ہم تو اس دن اپنے شعور اور خیالات کو عملی جامہ پہناتے ہوئے اس کی تعبیر کرتے ہیں تو اس میں ممانعت کیا ہے؟

اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے؟

✽ اس دن کے ظاہری نام اور اس کے پیچھے جو ان کا حقیقی مقصد ہے، وہ چاہتے ہیں اس میں خلط ملط کرنا غلط ہے، لہذا اس تہوار کے نام پر جو محبت مقصود ہے وہ عشق مجازی کی وہ کم ترین درجہ ہے جس کا مقصد چوری چھپے لڑکے لڑکیوں کا ایک دوسرے سے دوستی

لگانا اور یار بنانا ہے۔ اس دن کے بارے میں معروف ہے کہ یہ تہوار فحاشی، آزادانہ میل ملاپ اور بغیر نکاح جنسی تعلقات کا قائم کرنے کا ذریعہ ہے.....
یہ لوگ خاوند اور بیوی، بیوی اور اس کے خاوند کے مابین پاکیزہ اور شفاف محبت کی بات نہیں کرتے یا پھر کم از کم وہ خاوند اور بیوی کے مابین شرعی محبت اور عاشق و معشوق اور چوری چھپے دوستیاں لگانے والوں کی حرام محبت کے مابین کسی قسم کا کوئی فرق نہیں کرتے، لہذا یہ تہوار ان کے ہاں ساری محبت کی تعبیر کا وسیلہ ہے۔

محبت سال بھر میں ایک دن کیوں؟

شعور اور خیالات کی تعبیر مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کرتی کہ وہ اس کے لیے اپنی جانب سے ہی کوئی ایک دن مخصوص کر لے اس کی تعظیم کرنا شروع کر دے، اسے عید اور تہوار کا نام دے کر اسی کی طرح بنا ڈالے۔ ایسی صورت میں کفار کے تہوار اور عید کے بارے میں کیا خیال ہے کہ وہ جائز ہو سکتا ہے؟

لہذا دین اسلام میں خاوند اپنی بیوی سے اور بیوی اپنے خاوند سے تو سارا سال ہی محبت کرتے ہیں اور وہ اس محبت کی تعبیر بھی ایک دوسرے کو ہدیہ اور تحفہ تحائف دے کر اور اشعار اور نثر اور خط و کتابت وغیرہ میں کرتے ہیں جو کہ سارا سال ہی رہتا ہے نہ کہ سال بھر میں کسی ایک دن میں۔

کوئی ایسا دین نہیں جو اپنے متبعین کو اس طرح آپس میں محبت و بھائی چارہ قائم کرنے پر ابھارتا ہو جس طرح دین اسلام ابھارتا ہے کہ آپس میں محبت و بھائی چارہ اور الفت قائم کی جائے، دین اسلام میں اس کا اہتمام ہر وقت اور ہر لحظہ میں ہے نہ کہ کسی ایک معین دن، جیسا کہ رسول کریم ﷺ نے بھی فرمایا:

”جب کوئی شخص اپنے کسی بھائی سے محبت کرے تو اسے چاہیے کہ وہ اسے

بتائے کہ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں۔“ ❶

دوسری حدیث میں فرمان نبوی ﷺ ہے:

”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم اس وقت تک جنت میں نہیں جا سکتے، جب تک تم مومن نہ بن جاؤ اور تم اس وقت تک مومن ہی نہیں ہو سکتے جب تک آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہ کرنے لگو، کیا میں تمہیں اس چیز کے بارے نہ بتاؤں جب تم اس پر عمل کرو تو آپس میں محبت کرنے لگو؟ آپس میں سلام کو پھیلاؤ۔“ ❷

حقیقی محبت کونسی ہے؟

❶ بے شک اسلام میں محبت تو ایک صورت یعنی آدمی اور عورت کے مابین محبت میں ہی منحصر ہونے کی بجائے عام اور اشمل ہی زیادہ بہتر ہے وہ اس طرح کہ دین اسلام میں اللہ تعالیٰ سے محبت اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرنا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کرنا، خیر و بھلائی کے کام کرنے والے لوگوں سے محبت کرنا، اصلاح اور دین سے محبت کرنے والوں، دین کی مدد کرنے والوں سے محبت کرنا اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہادت پانے سے محبت کرنا، نیز اسی طرح بہت ساری دیگر محبتیں بھی ہیں جن سے اسلام ہمیں آگاہ کرتا ہے، لہذا جب محبت کے اس وسیع معنی کو صرف محبت کی اس نوع اور قسم میں ہی منحصر کر دیا جائے تو پھر بہت ہی خطرناک اور غلط بات ہے۔

❷ بے شک جو لوگ یہ گمان اور خیال رکھتے ہیں کہ شادی سے قبل محبت کرنا شادی کے لیے مفید اور بہتر نتائج کا باعث ہے، اس سے اچھے اور بہتر تعلقات قائم ہوتے ہیں تو ان کا یہ خیال تباہ کن اور خسارے کا باعث ہے، جیسا کہ واقعات سے یہ ثابت بھی ہو

❶ سنن ابوداؤد، حدیث نمبر: ۵۱۲۴، سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۲۳۲۹، یہ حدیث صحیح ہے۔

❷ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۵۴)

چکا ہے لہذا قاہرہ یونیورسٹی نے محبت کی شادی اور مروجہ شادی کے بارے میں جو تحقیق کی ہے اس سے یہ ثابت ہوا ہے کہ

”شادی جو محبت کی شادی (Love Marriage) میں 88 اٹھاسی فی صد شادیاں ناکامی کا شکار ہوتی ہیں یعنی اس میں کامیابی کا تناسب صرف 12 بارہ فی صد سے زیادہ نہیں اور مروجہ شادیاں (Arrange Marriage) میں کامیابی کا تناسب 70 ستر فی صد ہے۔“

یعنی دوسری عبارت میں کہ جسے وہ مروجہ شادی (Arrange Marriage) کا نام دیتے ہیں اس میں کامیابی کا تناسب محبت کی شادی (Love Marriage) سے چھ گنا زیادہ کامیاب ہے۔^①

تو محبت پیدا کیوں نہیں ہوتی؟

جب ہم یورپی معاشرے کے حالات دیکھتے ہیں جو یوم محبت مناتے اور اس کی تردید کا بھی اہتمام کرتے ہیں تو ہم یہ پوچھنے میں حق یہ جانب ہیں کہ کیا اس تہوار کو منانے سے ان کے ازدواجی تعلقات میں کس حد تک بہتری پیدا ہوئی ہے اور خاوند بیوی کے مابین اس کے کیا اثرات مرتب ہوئے ہیں؟ کیا ان میں اس کا کوئی مثبت اثر بھی ہوا ہے؟

ان کے سروے اور تحقیق میں درج ذیل نتائج سامنے آئے ہیں:

❁ ۱۹۸۷ء میں امریکی تحقیق کے مطابق 79 فی صد مرد عورتوں کو زدوکوب کرتے ہیں اور

خاص کر جب وہ شادی شدہ ہوں.....! ^②

❁ نفسیاتی صحت کے امریکی ادارے کے سروے کے مطابق 17 فی صد عورتیں ایسی تھیں

جو ابتدائی طبی امداد لینے آئیں جنہیں ان کے خاوندوں یا پھر مرد دوستوں نے زدوکوب

کیا تھا۔ 83 فی صد عورتیں ایسی تھیں جو کم از کم ایک بار پہلے ہسپتال میں زخموں کا

① دیکھیں: رسالۃ الی مؤمنۃ، صفحہ نمبر: ۲۵۵

② دیکھیں: جریۃ القبس: (۱۹۸۸/۲/۱۵)

علاج معالجہ کروانے کے لیے داخل ہوئیں، وہ زرد کو ب کے نتیجے میں داخل ہوئیں، اس تحقیق میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اکثر عورتیں ایسی ہیں جو اپنے زخموں کا علاج کروانے ہسپتالوں میں نہیں جاتیں بلکہ اپنے گھروں میں مرہم پٹی کر لیتی ہیں۔

✽ امریکی تحقیقی ادارے FPT کا کے مطابق: ”امریکا میں ایک ایسی خاتون بھی موجود ہے جسے اس کا خاوند ہر اٹھارہ سینڈ بعد لازماً زرد کو ب کرتا ہے۔

✽ امریکی میگزین ”نائٹم“ نے لکھا ہے کہ چھ بلین زرد کو ب کی جانے والی بیویوں میں سے چار ہزار ایسی ہیں جو گھریلو تشدد کے نتیجے میں ہلاک ہو چکی ہیں!!۔

✽ جرمنی کے ایک سروے کے مطابق کم از کم ایک لاکھ عورتیں ایسی ہیں جو سالانہ جسمانی یا نفسانی زیادتی کا شکار ہوتی ہیں جو ان کے خاوند یا پھر ان کے ساتھ رہنے والے مرد کرتے ہیں لیکن احتمال یہ ہے کہ یہ تعداد بڑھ کر دس لاکھ تک پہنچ سکتی ہے۔

✽ فرانس میں تقریباً بیس لاکھ عورتیں گھریلو تشدد کا شکار ہوتی ہیں۔

✽ برطانیہ میں ایک سروے میں سات ہزار عورتیں شریک ہوئیں ان میں سے 28 فی صد عورتوں کا کہنا تھا کہ وہ اپنے خاوندوں اور دوستوں کی مار پیٹ کا شکار ہوتی ہیں۔

تو ان نتائج کے بعد ہم یہ کس طرح مانیں اور تصدیق کریں کہ محبت کا تہوار خاوند اور بیوی کے لیے مفید و فائدہ مند ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہ تہوار تو مزید فسق و فجور اور حرام تعلقات اور ذلت کی دعوت دیتا ہے۔

اپنی بیوی سے سچی اور حقیقی محبت کرنے والے خاوند کو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ اسے اس اخلاق باختہ اور حیا سوز تہوار کے ذریعے محبت کی یاد دلائی جائے، کیوں کہ وہ تو ہر وقت اور ہر لحظہ اپنی بیوی سے محبت کی تعبیر میں مصروف رہتا ہے۔

مسلمان کا یوم محبت کے بارے میں موقف:

گزشتہ سطور جو کچھ بیان ہو چکا ہے وہ ویلنٹائن ڈے کے بارے میں بحیثیت ایک

مسلمان درج ذیل امور میں موقف بیان کرتا ہے:

ویلٹائن ڈے کا نہ منانا، تہوار کو منانے والوں کے ساتھ مخلوط محفلوں میں شرکت نہ کرنا، یا ان کے ساتھ حاضر نہ ہونا عین اسلام اور شریعت اسلامیہ کے مطابق ہے، کیوں کہ کفار کے تہوار منانے کی حرمت کے دلائل اوپر بیان کیے جا چکے ہیں۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”جب یہودیوں کی خاص عید ہے اور عیسائیوں کی اپنی خاص عید تو پھر جس طرح ان کی شریعت اور قبلہ میں مسلمان شخص شریک نہیں، اسی طرح ان کے تہواروں میں بھی شریک نہیں ہو سکتا“ ❶

جب اہل سنت اور سلف صالحین کے اعتقاد کے اصول میں الولاء والبراء شامل ہے تو پھر اس اصل اور قاعدے کے تطبیق بھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرنے والے ہر شخص کے لیے ضروری ہے، لہذا مسلمان مسلمان سے ہی محبت کرے گا، کافروں سے بغض اور دشمنی رکھے گا۔

یہ بھی علم میں ہونا چاہیے کہ اس میں ایسی مصلحتیں پنہاں ہیں جو شمار بھی نہیں ہو سکتیں، جیسا کہ ان سے مشابہت اختیار کرنے میں فساد بھی بہت زیادہ ہے، اسی طرح ان کی مخالفت میں فائدہ بھی بہت ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ مسلمانوں کی کفار سے مشابہت کرنے میں اسلام دشمن عناصر کے سینے کھلتے ہیں، انھیں سرور حاصل ہوتا ہے اور مسلمانوں کو کفار سے دلی محبت تک لے جاتی ہے۔

مسلمان لڑکیاں بھی ویلٹائن ڈے کے اس تہوار کو مناتی ہیں جب وہ دیکھتی ہیں کہ اسے مارگریٹ تھیٹر اور ہیلری کلنٹن وغیرہ بھی مناتی ہیں..... تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اس سے اپنے انتباہ کے برعکس چلتی ہے اور اپنے دین حنیف کو بھی چھوڑ رہی ہیں، کیوں کہ

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا تو فرمان ہے:

”اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ تو آپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں، تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی ایک سے دوستی کرے وہ بے شک انہی میں سے ہے۔“ (المائدہ: ۵۱)

اسلام دشمن قوتوں کی تعداد میں اضافہ کرنا، ان کے دین کی مدد کرنا، ان کی پیروی کرنا، ان سے پوری اور مکمل مشابہت ہی ہے اور پھر یہ کس طرح اس مسلمان شخص کے شایان شان ہے جو نماز کی ہر رکعت میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان دہرائے۔

”ہمیں سیدھی اور سچی راہ دکھا، ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا، ان کی راہ نہیں جن پر غضب کیا گیا اور نہ ان کی راہ جو گم راہ ہوئے۔“ (الفاتحہ: ۶-۷)

اللہ تعالیٰ سے تو صراطِ مستقیم اور مومنوں کی راہ کی ہدایت طلب کرے اور جن پر غضب کیا گیا اور گم راہ لوگوں کی راستے میں نہنچنے کا سوال کرے اور پھر خود ہی اپنی رضا مندی سے ان کے راستے پر بھی چلنا شروع ہو جائے۔

سروے سے بات ثابت ہے کہ ”کرمس“ کے تہوار کے بعد ”یومِ محبت“ دوسرے نمبر پر آتا ہے، لہذا جب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ یومِ محبت (ویلنٹائن ڈے) عیسائیوں کا ایک تہوار ہے اور کرمس کے بعد دوسرے درجہ پر یومِ محبت کو درجہ حاصل ہے تو مسلمانوں کا اسے منانے میں شریک ہونا جائز نہیں، کیوں کہ ہمیں تو ان کے دین اور ان کی عادات میں ان کی مخالفت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اسی طرح ان کی دوسری خصوصیات میں بھی ہمیں ان کی مخالفت کرنے کا حکم ہے جیسا کہ قرآن مجید، سنت صحیحہ اور اجماع سے بھی یہ ثابت ہے کہ ان کی مخالفت کی جائے۔

کفر میں تعاون کیوں؟

اس تہوار کے منانے میں کفار کی معاونت نہ کرنا، کیوں کہ یہ تہوار شعائرِ کفر میں سے ایک شعار ہے، لہذا اس میں ان کی معاونت کرنا اور اسے تسلیم کرنے میں کفر کو بلند کرنے،

پھیلانے اور اس کے اقرار میں معاونت ہوتی ہے مسلمان شخص کو اس کا دین کفر کی اعانت اور اس کے اقرار اور اسے بلند اور ظاہر کرنے اور اس میں مدد و تعاون کرنے سے منع کرتا ہے۔

اسی لیے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

”مسلمانوں کے لیے جائز نہیں کہ وہ کفار سے ان کے خصوصی تہواروں میں ان کی لباس، کھانے پینے، غسل کرنے، آگ جلانے اور اپنی کوئی عادت اور کام وغیرہ یا عبادت سے چھٹی کرنے میں ان کفار کی مشابہت کریں..... مجمل طور پر یہ کہ ان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کفار کے کسی خاص تہوار کو ان کے کسی شعار کے ساتھ خصوصیت دیں، بلکہ ان کے تہوار کا دن مسلمانوں کے ہاں باقی سارے عام دنوں جیسا ہی ہونا چاہیے۔“^①

مسلمانوں میں سے جو بھی اس تہوار کو مناتا ہے اس کی معاونت نہ کی جائے بلکہ اسے اس سے روکنا واجب ہے، کیونکہ مسلمانوں کا کفار کے تہوار منانا ایک منکر اور برائی ہے جسے روکنا واجب ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

”جس طرح ہم ان کے تہواروں میں کفار کی مشابہت نہیں کرتے، تو اس طرح مسلمانوں کی اس سلسلے میں مدد و اعانت بھی نہیں کی جائے گی بلکہ اسے اس سے روکا جائے گا۔“^②

تو شیخ الاسلام کے فیصلہ کی بناء پر مسلمان تاجروں کے لیے جائز نہیں کہ وہ یوم محبت کے تحفہ تحائف کی تجارت کریں چاہے وہ کوئی معین قسم کا لباس ہو یا سرخ گلاب کے پھول وغیرہ اور اسی طرح اگر کسی شخص کو یوم محبت میں کوئی تحفہ دیا جائے اس تحفہ کو قبول کرنا بھی

① (دیکھیں: مجموع الفتاوی: ۳۲۹/۲۵)

② (دیکھیں: الاقتصاد: ۵۱۹/۲-۵۲۰)

حلال نہیں، کیوں کہ اسے قبول کرنے میں اس تہوار کا اقرار اور اسے صحیح تسلیم کرنا ہوگا۔ ایک عالم دین کا کہنا ہے کہ ہم ایک مسلمان ملک میں ایک گُل فروش کے پاس گئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اس نے اس ویلنٹائن ڈے کی مکمل تیاری کر رکھی تھی، دوکان داخلی دروازے سے اندر تک سارے فرش پر سرخ قالین، سرخ رنگ کی تختیاں الغرض سارا منظر ہی سرخ کیا ہوا تھا، ہم نے اس دوکان کے ایک ملازم سے ملاقات کی اور اس سے اس تہوار میں ان کی تیاری کے بارے میں سوال کیا تو اس کا جواب تھا۔

یہ تیاری تو بہت پہلے سے ہی شروع کی جا چکی تھی اور اس کی مانگ بھی بہت زیادہ تھی، پھر اس ملازم نے ہمیں یہ بتایا کہ اسے تو اس سارے منظر سے بہت زیادہ تعجب ہو رہا ہے، اس نے یہ بتا کر ہمیں حیران کر دیا کہ وہ کچھ عرصہ قبل ہی مسلمان ہوا ہے اور اس نے عیسائیت ترک کر دی ہے اور اسلام قبول کرنے سے قبل ہی اسے علم تھا کہ ”ویلنٹائن ڈے“ ان کے دین کا حصہ ہے ایسی صورت میں اسے تعجب تھا کہ ویلنٹائن ڈے کے موقع پر پھولوں کے خریدار عیسائیوں کی بجائے مسلمان کیسے ہو سکتے ہیں!

ہائے مسلمانوں کی بیٹیوں پر افسوس:

دوسری دوکانوں میں تو پھول ختم ہو چکے تھے جو بہت زیادہ مہنگے فروخت ہوئے جب ایک مسلمان مبلغہ ایک ہال میں جمع ہونے والی طالبات کو درس دینے گئی تو اسے بہت زیادہ خفت اٹھانی پڑی، کیوں کہ حاضر ہونے والی طالبات کو سرخ ماحول میں پایا، اگر ایک لڑکی کے پاس سرخ پھول تھے اور دوسری نے سرخ رنگ کی شال اوڑھ رکھی تھی یا سرخ رومال پکڑ رکھا تھا کسی کے ہاتھ میں سرخ رنگ کا بیگ تھا تو کسی نے سرخ جرابیں پہن رکھی ہیں اور اس طرح ہر ایک نے ہائے مسلمانوں کی بیٹیوں پر افسوس.....!!

ویلنٹائن ڈے کے موقع پر مسلمانوں کے اعمال:

﴿﴾ ہر طالبہ اپنی قریمی سہیلی کا پرتو ہوتی ہے کہ وہ اپنی کلائی پر سرخ رنگ کا ربن باندھے گی۔

✽ سرخ رنگ کا کوئی بھی لباس زیب تن کیا جاتا ہے۔ (جوتے، بال، بلاؤں، کلب وغیرہ سب سرخ رنگ کا ہوتا ہے)

✽ سرخ رنگ کے غبارے جن پر (I Love You) ”میں تم سے پیار کرتا ہوں۔“ لکھا ہوتا ہے، عاداتاً طالبات پڑھائی کے آخری دن میدان میں استاتیوں کی نظروں سے دور ہو کر نکالتی ہیں۔

✽ ہاتھوں پر نام اور دلوں کے نشانات اور ناموں کے پہلے حروف نقش کروائے جاتے ہیں۔

✽ اس دن بہت زیادہ سرخ گلاب کے پھول بکھیرے جاتے ہیں۔

چودہ فروری کو طالبات کا ایک گروپ میٹنگ ہال میں داخل ہوا ان میں سے ہر ایک لڑکی نے سرخ لباس زیب تن کیا ہوا تھا اور اپنے چہرے پر سرخ دل کے نشانات بنوا رکھے تھے اور اپنے چہرے پر خوب بناؤ سنگھار (Make up) بھی کر رکھا تھا، وہ سب ایک دوسرے کو بڑی گرم جوشی سے بوسے دیتے ہوئے باہم تحائف کا تبادلہ کرنے لگیں، یہ وہ مناظر ہیں جو ایک اسلامی ملک کی متعدد یونیورسٹیوں میں دیکھنے کو ملے حتیٰ کہ اسلامی یونیورسٹی میں اور خاص کر ویلنٹائن ڈے کے موقع پر۔

ویلنٹائن ہو جاؤ:

اس دن تو مڈل سکولوں میں بھی حیران کن معاملہ ہوا وہ اس طرح کہ طالبات اعلیٰ قسم کے سرخ گلاب کے پھول لاتیں انھوں نے اپنے چہروں پر سرخ رنگ کا بناؤ سنگھار کر رکھا تھا، سرخ رنگ ہی کی بالیاں پہنے ہوئے ایک دوسری سے تحفوں اور بڑی گرم جوشی سے محبت بھرے الفاظ کا تبادلہ کرتے ہوئے یہ تہوار منانے لگیں۔

عربی انسائیکلو پیڈیا (الموسوعة العربیہ) اس طرف اشارہ کرتا ہے:

”ویلنٹائن ڈے (یعنی یوم محبت) کے کچھ خاص طریقے ہیں جن میں کارڈوں

پر عشقیہ اور محبت اشعار چھاپنا اور اسے عزیز و اقارب اور اپنے محبوب لوگوں میں تقسیم کرنا شامل ہے، بعض لوگ تو ان کارڈوں پر مضحکہ خیز تصاویر بناتے ہیں اور اکثر کارڈوں میں یہ لکھا جاتا ہے۔ (ویلنٹائن ہو جاؤ)

عالم اسلام میں ویلنٹائن ڈے کا فروغ:

یوم محبت (ویلنٹائن ڈے) اکثر اسلامی ممالک میں بھی منتقل ہو چکا ہے، بلکہ مرکز اسلام (جزیرہ عربیہ) میں بھی پہنچ چکا ہے اور ایسے معاشروں میں اس کی جڑیں پہنچ چکی ہیں جن کے بارے میں ہم خیال کرتے تھے کہ وہ اس گند اور خرابی سے دور ہیں، حتیٰ کہ اس دن سرخ گلاب کے پھول کی قیمت انتہائی حد تک بڑھ جاتی ہے اور ایک پھول کی قیمت دس ڈالر تک جا پہنچتی ہے، حالاں کہ اس کی قیمت کبھی بھی 1.4 ڈالر سے زیادہ نہیں ہوتی۔ تحائف اور کارڈوں کی دوکانیں اس موقع پر مسابقت یعنی باہم مقابلہ کی صورت اختیار کر لیتی ہیں اور ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر کارڈوں کو اس مناسبت سے بہتر چھاپنے کی کوشش کرتے ہیں، اور بعض خاندان تو اس دن اپنے گھروں کی کھڑکیوں میں سرخ گلاب لٹکاتے ہیں۔

بعض خلیجی ممالک میں تو متعدد تجارتی مراکز، کمپنیاں اور ہوٹل ”یوم محبت“ کے موقع پر خاص محفلیں سجاتے ہیں، اکثر دوکانیں اور تجارتی مراکز تو سرخ لباس میں ڈوبے ہوتے ہیں کویت میں یوم محبت کی سب سے عجیب چیز یہ تھی کہ ایک دوکاندار نے فرانسیسی زندہ خرگوش منگوائے جو بالکل چھوٹے اور سرخ آنکھوں والے ہوتے ہیں اور ان کے گلے میں پنا ڈال کر ایک چھوٹے سے ڈبہ میں رکھتا کہ یہ بطور تحفہ پیش کیے جاسکیں!!

اس صورت حال میں مسلم معاشرے کی جڑوں میں سراپت کرنے والے اس تہوار کے خلاف ہر قسم کے وسائل استعمال کرتے ہوئے لڑنا واجب ہے اور اس کی جواب دہی بحیثیت مسلمان ہم سب کے کندھوں پر ہے کسی ایک پر نہیں۔

تہنیتی جملے کہنا ٹھیک نہیں:

یومِ محبت کی مبارک باد کا تبادلہ نہیں کرنا چاہیے، اس لیے کہ نہ تو یہ مسلمانوں کا تہوار ہے اور نہ ہی عید، اور اگر کوئی مسلمان کسی کو اس کی مبارک باد دے بھی تو اسے جواباً مبارک باد بھی نہیں دینی چاہیے۔

ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”کفار کے خصوصی شعار جو صرف ان کے ساتھ ہی خاص ہیں ان کی مبارک باد دینا متفقہ طور پر حرام ہے، مثلاً انھیں ان کے تہواروں یا روزے کی مبارک باد دیتے ہوئے یہ کہا جائے آپ کو عید مبارک، یا آپ کو اس تہوار کی مبارک، لہذا اگر اسے کہنے والا کفر سے بچ جائے تو پھر بھی یہ حرام کردہ اشیا میں سے تو ہے ہی، یہ اسی طرح ہے کہ صلیب کو سجدہ کرنے والے کسی شخص کو مبارک باد دی جائے۔“

بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تو شراب نوشی اور بے گناہ شخص کو قتل اور زنا کرنے سے بھی زیادہ عظیم اور زیادہ ناراض کرنے والی ہے اور بہت سے ایسے لوگ جن کے ہاں دین کی کوئی قدر و قیمت نہیں وہ اس میں پڑ جاتے ہیں اور انھیں یہ علم ہی نہیں ہوتا کہ انھوں نے کتنا بڑا فتنہ کام کر لیا ہے، لہذا جس نے بھی کسی بندے کو معصیت اور نافرمانی یا بدعت اور کفر پر مبارک باد دی اس نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے غصہ اور ناراضی پر پیش کر دیا۔^①

ویلنٹائن ڈے اور کفار کے اسی طرح کے دوسرے تہواروں کی سادہ اور عام مسلمانوں کے لیے وضاحت اور بیان کرنا واجب ہے اور یہ بیان کرنے کی ضرورت ہے کہ مسلمان شخص کو اپنے عقیدے اور دین کی حفاظت کے لیے ایسے معاملات کی تمیز کرنی چاہے جو اس کے دین اور عقیدہ میں مخل ہوں، اسی میں امت کی نصیحت، بہتری و بھلائی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسے واجب کی ادائیگی ہے۔

① دیکھیں: احکام اہل الذمۃ: ۱/۴۴۱-۴۴۲۔

آخری بات:

آخر میں ہم اپنے بھائیوں کو مندرجہ ذیل نصیحت کرتے ہیں:

✽ مساجد کے خطبا حضرات کو تنبیہ پر ابھارا جائے اور انھیں چاہیے کہ وہ لوگوں کو اس سے بچنے کی تلقین کریں اور امام مسجد کو بھی اس موضوع کی وضاحت کریں اور اس کے ساتھ ساتھ اس تہوار کے قریب آنے پر اسے سعودیہ مستقل فتویٰ کمیٹی کا فتویٰ اور شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کے فتویٰ کی نقول بھی دی جائیں تاکہ لوگوں کو اس کی وضاحت ہو سکے اور ہر شخص کو اپنی مسجد کے امام تک اس خبر کو پہنچانے کی ذمہ داری ادا کرنی چاہیے اور یہ یقینی بات ہے کہ جب ہماری مساجد کے محترم ائمہ اور خطباء یہ فتویٰ اور مقالہ پڑھ کر سنائیں گے تو وہ لوگوں کو بتانے سے بری الذمہ ہو جائیں گے۔

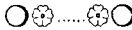
✽ ہر استاد اور استانی کے ذمہ یہ امانت ہے کہ وہ اس تہوار کی صورت کو اپنے شاگردوں کے سامنے وضاحت سے بیان کرے، کیوں کہ یہ لوگ کل اللہ تعالیٰ کو جواب دہ ہوں گے اس لیے انھیں چاہیے کہ وہ مستقل فتویٰ کمیٹی کے فتویٰ کے ذریعے اس کی حرمت بیان کریں اور یہ سب کچھ اس تہوار کے آنے سے تقریباً ایک ہفتہ قبل ہونا ضروری ہے تاکہ لوگ اس سے مستفید ہو سکیں۔

✽ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اداروں اور اہل حبہ (یعنی برائی کا مواخذہ کرنے والے ادارہ کے لوگوں) کو ایسی دوکانوں اور جگہوں کے متعلق بتایا جائے جو اس تہوار کے لیے تحفہ تحائف فروخت کرتے ہیں یا ایسی تصویریں رکھتے ہیں جس میں تحفہ کی شکل اور اسے پیک کرنے کا طریقہ وغیرہ بتایا گیا ہے۔

✽ اسی طرح ہر انسان کو اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے اسے اپنے گھر میں بھی پورا کرنا چاہیے لہذا جس کسی کی کوئی بہن یا بھائی پڑھاتے ہیں انھیں چاہیے کہ وہ اسے اس معاملے کے بارے میں آگاہ کرے، کیونکہ بہت سارے لوگ اس تہوار کی

ماہیت و شکل سے جاہل ہیں۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ مسلمانوں کی ہر گم راہی اور فتنہ و فساد سے حفاظت فرمائے، انھیں ان کے نفوس کے شر، ان کے دشمنوں کی چالوں اور کمروں سے بچا کر رکھے۔
یقیناً اللہ سبحانہ و تعالیٰ سننے والا اور قبول کرنے والا ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے بندے اور رسول محمد ﷺ اور ان کی آل اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اپنی رحمتیں برسائے اور ہم سب کے اعمال، اقوال اور اموال میں برکت عطا فرمائے، آمین یا رب العالمین۔



ویلنٹائن ڈے کے متعلق علمائے کرام کے فتاویٰ جات

فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ:

سوال: کچھ عرصہ سے یومِ محبت کا تہوار منایا جانے لگا ہے۔ خاص کر طالبات میں اس کا اہتمام زیادہ ہوتا ہے جو عیسائیوں کے تہواروں میں سے ایک تہوار ہے۔ اس دن پورا لباس ہی سرخ پہنا جاتا ہے، جوتے تک سرخ ہوتے ہیں اور آپس میں سرخ گلاب کے پھولوں کا تبادلہ بھی ہوتا ہے..... ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ اس طرح کے تہوار منانے کا حکم بیان کریں، اور اس طرح کے معاملات میں آپ مسلمانوں کو کیا نصیحت کرتے ہیں؟

جواب: یومِ محبت کا تہوار کئی ایک وجوہات کی بنا پر منانا جائز نہیں۔

❁ اس لیے کہ یہ تہوار بدعت ہے اور شریعت میں اس کی کوئی دلیل اور اصل نہیں ملتی۔
❁ یہ تہوار دل کو اس طرح کے گرے پڑے امور میں مشغول کرتا ہے جو سلف صالحین علیہم السلام کے طریقے کے مخالف ہے، لہذا اس دن اس تہوار کی کوئی علامت اور شعار ظاہر کرنا حلال نہیں، چاہے وہ کھانے پینے میں ہو یا لباس اور تحفے تحائف کے تبادلے کی شکل میں یا اس طرح کسی اور شکل میں ہو، مسلمان شخص کو چاہیے کہ وہ اپنے دین کو ہی عزیز سمجھے اور ایسا شخص نہ بنے کہ ہر کانیں کانیں کرنے والے کے پیچھے ہی نہ چلنا شروع کر دے، میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مسلمانوں کو ہر قسم کے ظاہری اور باطنی فتنوں سے محفوظ رکھے اور ہمیں اپنا دوست بنا لے اور توفیق سے نوازے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

شیخ عبد اللہ بن عبد الرحمن بن جبرین رحمہ اللہ کا فتویٰ:

سوال: ہمارے نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کے درمیان کچھ عرصے سے یوم محبت (ویلنٹائن ڈے) کے نام سے ایک تہوار منانا چل نکلا ہے، جو ایک عیسائی ہشپ کا نام ہے اور عیسائی اس کی تعظیم کرتے ہوئے ہر سال چودہ فروری کو اس کا تہوار مناتے ہیں، لہذا اس تہوار کے منانے یا اس دن تحفے تحائف کے تبادلوں اور اس تہوار کو ظاہر کرنے کا حکم کیا ہے؟

شیخ رحمہ اللہ کا جواب تھا:

اس میں کفار کی مشابہت اور ان کی تعظیم کرنے والی اشیا میں ان کی پیروی میں تعظیم کرنا اور ان کے تہواروں اور عیدوں میں ان سے مشابہت ہے جو کہ ان کے دین میں شامل ہے اور حدیث میں نبی ﷺ کا فرمان ہے:

”جو کوئی بھی کسی قوم سے مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انھیں میں سے ہے۔“

اس کی وجہ سے بہت سارے فساد اور ممنوعات مرتب ہوتے ہیں جن میں لہو و لعب، رقص و سرود، موسیقی، شرفساد، بے پردگی و بے حیائی اور مرد و عورت کا آپس میں میل جول اور اختلاط کے علاوہ بہت سارے حرام کام بھی سامنے ہوتے ہیں، یا پھر ایسے کام جو بے حیائی اور فحاشی کا وسیلہ اور اس کی ابتدا میں شامل ہونے والے کام بھی اسی سے جڑ پکڑتے ہیں، اسے بے غمی اور آسودگی و خوش حالی جیسی چھوٹی تغلیل سے اس کا جواز پیدا نہیں ہوتا جو اسے تحفظ سمجھتے ہیں وہ بھی صحیح نہیں، لہذا نصیحت کرنے والے نفس کو چاہیے کہ وہ گناہ اور اس کے وسائل سے بھی دور ہے۔

اس بنا پر جب یہ معلوم ہو جائے کہ خریدار یہ تحفے تحائف اور گلاب کے پھول ان تہواروں اور عیدوں کے لیے خرید رہا ہے اور اسے تحفے میں دے گا یا ان کے ساتھ وہ اس دن کی تعظیم کرے گا تو یہ اشیا فروخت کرنا بھی جائز نہیں، تاکہ فروخت کرنے والا بھی اس بدعتی اور حرام کام میں شریک نہ ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللجنة الدائمة (مستقل فتویٰ کمیٹی) کا فتویٰ:

کمیٹی سے سوال کیا گیا۔

بعض لوگ ہر سال چودہ فروری یوم محبت (ویلنٹائن ڈے) کا تہوار مناتے ہیں اور اس دن آپس میں ایک دوسرے کو سرخ گلاب کے پھول تحائف میں پیش کرتے ہیں۔ سرخ رنگ کا لباس پہنتے ہیں اور ان میں سے بعض ایک دوسرے کو مبارک باد بھی دیتے ہیں اور بعض مٹھائیوں والے سرخ رنگ کی مٹھائی بھی تیار کرتے ہیں اور اس پر دل کا نشان بناتے ہیں۔ بعض دوکاندار اپنے مال پر اس دن خصوصی اعلانات بھی چسپاں کرتے ہیں، تو اس سلسلے میں آپ کی رائے کیا ہے؟

کمیٹی کا جواب تھا:

مسلمان پر اس تہوار یا اس طرح کے کسی اور حرام تہوار میں شرکت کرنا حرام ہے وہ تعاون کسی بھی طریقہ سے ہو چاہے کھانے پینے یا خرید و فروخت یا کوئی چیز تیار کر کے یا تحفہ دے کر یا خط و کتاب کر کے یا اعلان کے ذریعہ، یہ سب کچھ گناہ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی معصیت و نافرمانی میں تعاون کے زمرے میں آتا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ تو یہ فرما رہا ہے:

”نیکی اور بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرتے رہا کرو، لیکن

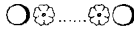
گناہ اور دشمنی میں ایک دوسرے کا تعاون نہ کیا کرو یقیناً اللہ تعالیٰ شدید سزا

دینے والا ہے۔“

مسلمان کے لیے ہر حالت میں کتاب و سنت پر عمل کرنا واجب ہے۔ خاص کر فتنہ و فساد کے اوقات میں تو اسے اس کا زیادہ اہتمام کرنا چاہیے، مسلمان کو چاہیے کہ وہ ذہانت و دانائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے گم راہی اور ناراضی کے کاموں سے بچ کر رہے۔ نہ وہ فاسقوں اور گم راہ جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا ان لوگوں کے طریقے پر چلے جنہیں اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا خیال ہی نہیں اور نہ وہ اسلام قبول کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مسلمان شخص کو چاہیے کہ وہ ہدایت و رہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ ہی سے التجا کرے اور دین اسلام پر ثابت قدم رہنے کی دعا کرتا رہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی ہدایت نصیب کرنے والا نہیں اور نہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور دین اسلام پر ثابت قدم رکھنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی توفیق بخشنے والا ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے نبی ﷺ اور ان کی آل اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر اپنی رحمتوں کا نزول فرمائے۔ ❶



اسلام اور پاکستان کو بچائیے

اسلامی ثقافت مسخ کرنے کی کوشش:

اغیار کی جانب پاکستان کی تہذیب، ثقافت اور جغرافیہ کو جس تیزی کے ساتھ مسخ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہیں یہ اب کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں رہی۔ پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے جو ایک نظریے کے تحت وجود میں آیا، جب اس کا نظریہ ہی ختم کر دیا جائے گا تو اس کے وجود کو مٹانے میں کوئی مشکل نہیں آسکے گی۔ غیر مسلم ہندو، عیسائی اور یہودی اس بات سے اچھی طرح آگاہ ہیں اور بڑی تیزی سے اس پر عمل پیرا ہیں وہ پاکستان کو بغیر جنگ لڑے جیتنا چاہتے ہیں۔ اس کے لیے تیزی سے کوششیں کی جا رہی ہیں۔ ملک پاکستان میں غیر ملکی NGO کا تیزی سے آگے آنا اور ان کے ذریعے بہت سے ایسے کام جس کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں غیر اسلامی تحریکوں کی پشت پناہی کے ذریعے عوام کی خدمت کا جھانسدے کر بعض جگہوں پر حکومتی سرپرستی اور اس کی اشیر باد کے سائے میں کام کرنا، یہ سب ملک کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے کی کوششیں ہیں۔ ویلنٹائن ڈے کا فروغ انہی NGO کی کارستانی ہے، اسی سلسلے کی ایک کڑی ”بسنٹ“ کا تہوار بھی ہے۔

ہندو ثقافت و تہذیب کو ”بسنٹ“ کے ذریعے اور عیسائی تمدن کو ویلنٹائن ڈے کے ذریعے جس طرح ملک پاکستان میں حکومت کی سرپرستی حاصل ہوگئی ہے اور جس طرح جشن بہاراں منایا جاتا ہے، ناچ، گانے کی رنگین محفلیں سجائی جاتی ہے، بے تحاشہ روپیہ بہایا جاتا ہے، اس طرح تو جس ملک سے یہ ثقافت ادھار لی گئی ہے وہاں بھی کھل کر عیاشی نہیں ہوتی۔

ویلنٹائن ڈے کے فروغ میں تیزی کیوں؟

اب فحاشی و عریانی کا یہ سیلاب رواں اپنے ساتھ تیزی سے اسلامی روایات پاکستانی تہذیب اور مسلم شناخت کو بہائے لے جا رہا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان میں چند سالوں پہلے ویلنٹائن ڈے کا کوئی نام و نشان نہیں تھا، اگر کہیں منایا جاتا تھا تو وہ صرف کراچی، لاہور اور اسلام آباد کے فائیو سٹار ہوٹلوں میں تھے لیکن پھر اچانک پورے ملک کے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اس بخار کا شکار ہو گئے۔ آج صورت حال یہ ہے کہ ویلنٹائن ڈے باقاعدہ تہوار کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ اس کی وجوہ دریافت کرنے کے لیے ہم نے کبھی سوچا؟ پاکستان میں مغربی موسیقی کیوں اچانک فروغ کیوں پا گئی؟ پاکستان کی فلموں، ڈراموں اور ٹیلی ویژن میں دیکھتے ہی دیکھتے پاپ میوزک اور عریانی کیوں در آئی؟ پاکستان کے نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کا لباس کیوں مختصر اور فحش ہو گیا؟ پاکستان میں اچانک گندی اور غلیظ کتابیں کیوں سرعام بننے لگیں؟ نوجوانوں میں نشے کی لت کیوں بڑھ گئی؟ ہم بسنت اور ویلنٹائن ڈے کیوں منانے لگے؟ اچانک پاکستان میں بیوٹی پارلوں میں اضافہ کیوں ہو گیا؟ پاکستان میں ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں بلیو فلمیں کیوں ملنے لگیں؟ اچانک سالگرہیں کیوں منائی جانے لگیں؟ پھولوں اور کارڈوں کی دکانیں کیوں کھلنے لگیں؟ ہماری شادیوں کا رنگ ہندی اور یورپی کیوں ہونے لگا؟ یہ سب کچھ اچانک کیوں ہوا؟ میرا خیال ہے ہم اس پر ہرگز نہیں سوچتے۔ آپ لمحہ موجود سے ان سوالوں پر غور شروع کریں میں آپ سے ایک سوال پوچھتا ہوں؟ ہماری ثقافت، ہماری اسلامی رسومات اور تہواروں میں زہر گھولنے کا یہ کام کب شروع ہوا؟ آپ کو یہ معلوم کر کے حیرت ہوگی۔ یہ سلسلہ پچھلے آٹھ دس سالوں میں شروع ہوا اور ہر آنے والا دن اس ڈرامے کو اپنے سنسنی خیز موڑ کی طرف لے کر بڑھ رہا ہے۔ یقین ہے آپ جوں جوں ان سوالوں پر غور کریں گے آپ کی ناک بھی اس خطرے کی بوسونگھ لے گی۔ اس خطرے کی ”بو“ جو 61 اسلامی ممالک کے نوجوانوں کی

اخلاقیات کو موم کی طرح پگھلاتا جا رہا ہے۔ آپ سوچیں! ہمارے بچے ویلنٹائن کیوں منارہے ہیں؟ آج پورا ملک پتنگیں اڑانے کے لیے لاہور میں کیوں جمع ہو جاتا ہے؟ ہمارے بچے ایک دوسرے کو کیک، کارڈ اور پھول کیوں دے رہے ہیں؟ شہر شہر میں گھروں سے بھاگنے والی لڑکیوں کی حفاظت کے لیے NGOs کیوں کھل چکی ہیں؟ بد اخلاقی کے واقعات میں اچانک کیوں اضافہ ہو چکا ہے؟ آبروریزی کے حادثات کیوں بڑھ رہے ہیں؟ آپ سوچیں ہمارے ملک میں ڈشیں کب لگنا شروع ہوئیں؟ کیبل کب آئی؟ ہمارے ملک میں ٹیلی ویژن، وی سی آر، ڈی وی ڈیز اور سی ڈیز پوری دنیا سے سستی کیوں ہیں؟ ہمارے ملک میں مخلوط تعلیم کے ادارے کیوں کھل رہے ہیں؟ ہمارے سکولوں اور کالجوں کے نصاب سے اللہ اور اس کے رسول کا نام کیوں ختم ہو رہا ہے؟ ٹیلی ویژن کے نت نئے چینل کیوں کھل رہے ہیں؟ پورے ملک میں موسیقی کے پروگرام کیوں ہوتے ہیں؟ ان سوالوں کا جواب اپنے آپ سے پوچھیں، یقیناً آپ کو محسوس ہوگا یورپ، امریکا اور ان کے بھائی بند جو کام تلوار اور بندوق سے نہیں کر سکے، وہ اب کارڈ، گلاب اور پتنگ سے لے رہے ہیں، وہ اب بسنت اور ویلنٹائن ڈے سے لے رہے ہیں۔

سونیا گاندھی کا طمانچہ:

جب کوئی قوم دشمن کے تہوار منانے لگے تو وہ قوم جنگ سے پہلے ہی شکست تسلیم کر چکی ہوتی ہے۔

بھارتی سابق وزیر اعظم راجیو گاندھی کی بیوی سونیا اور بھارتی سیاسی پارٹی کانگریس کی لیڈر کا یہ بیان کہ ہم نے پاکستان میں اپنی ثقافت متعارف کروا کر ایک ایسی جنگ جیتی ہے جو ہتھیاروں سے جیتنا ناممکن تھی۔ جس نے پاکستان کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیا ہے اس سچائی پر سونیا گاندھی نے مہر ثبت کر دی ہے۔

جمعہ کو بمبئی کے فائیو اسٹار ہوٹل میں ”جدید جنگ اور ہم“ کے موضوع پر خطاب کرتے

ہوئے کیا۔ سونیا گاندھی کا کہنا تھا کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جدید جنگوں کی حکمت عملی میں بھی تبدیلی آگئی ہے۔ اب سرحدوں پر لڑائی نہیں لڑی جاتی بلکہ اب نظریاتی جنگوں کا دور ہے۔ پاکستان جس کو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا برصغیر پاک و ہند کو چند مذہبی جنونیوں نے اپنے مقاصد کے لیے دو حصوں میں تقسیم کیا تھا اور آج تاریخ اور حقائق گواہ ہیں کہ ہم نے اس اسلامی ملک میں اپنی ثقافت متعارف کروا کر دوقومی نظریے کو پاش پاش کر دیا ہے۔ آج پاکستان کا بچہ بچہ بھارتی ثقافت کا دل دادہ ہے اور تو اور اب پاکستان ٹیلی ویژن بھی ہمارے مذہبی رقص بڑے فخر سے دکھا کر ہمارا کام آسان کر رہا ہے۔ اب ہمیں پاکستان کو ہتھیار سے نشانہ نہیں بنانا پڑے گا۔^①

اٹھو وگرنہ حشر نہ ہوگا پھر کبھی

دوڑو کہ زمانہ چال قیامت کی چل گیا

ویلنٹائن ڈے ہماری رسم یا تہوار نہیں لیکن جس طرح ہمارے اخبارات و رسائل اور میڈیا اس کو کرتج دے رہے ہیں، یہی حال رہا تو لگتا ہے کچھ عرصے میں یہ قومی تہوار کی صورت بھی اختیار کر لے گا اور حکومت سے درخواست کی جائے گی کہ اس دن ملک میں سرکاری تعطیلات کا اعلان کر دیا جائے تاکہ اس یوم محبت کو پر جوش طریقے سے منایا جائے۔ یہ وہاں جو انوں میں سرایت کر رہی ہے، محبت کا پرچار کرنے والا مغرب خود محبت جیسے لطیف احساس سے کوسوں دور ہے۔ محبوبہ اور بیویاں کپڑوں کی طرح بدلی جاتی ہیں۔ والدین اپنی اولاد کو اپنی آزاد زندگی میں ایک رکاوٹ سمجھتے ہیں اور اولاد ان سے بڑھ کر زمانے کی ٹھوکریں کھانے کے لیے تیار ہے۔ لیکن یہی اولاد والدین کی ایک ڈانٹ پر ان کو پولیس کے حوالے کر دیتی ہے۔ عمرہ رسیدہ والدین کے لیے اولڈ ہاؤس بنادیے گئے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ سب سے ناکارہ چیزیں ہیں۔ وہاں کی ماں اپنے بچے کی تربیت کرنا

فضول اور احمقانہ تصور کرتی ہے لیکن ہم کیسے کم عقل ہیں کہ ان کی کھوکھلی تہذیب کو جانتے بوجھتے ہوئے بھی اس یومِ محبت کو ایسے منار ہے ہیں کہ جیسے ہم محبت کے لطیف احساس سے نا آشنا ہیں۔ ہم مغرب کے ایک راہب، ویلنٹائن کی بے معنی غیر اخلاقی محبت کو مان کر اپنی ان تمام اسلامی اقدار اور مشرقی روایات کو پس پشت ڈال کر یومِ محبت کو منانے چلے ہیں۔ اور یہ ایک واضح اور کھلی حقیقت ہے کہ ایسی غیر اخلاقی محبت کا پرچار کرنے والے خود اپنی تہذیب سے تنگ ہیں لیکن یہ ان کی ازلی گندی ذہنیت کا کمال ہے کہ جب اپنے ہاں خرابی حد سے بڑھ جائے تو اسے دوسروں میں منتقل کر دو۔

مغربی تاریخ میں ریاست اور کلیاتی جنگ ایک معروف حقیقت ہے جس نے بالآخر ریاست کی فتح اور مذہب کی موت کے نام سے موجودہ معاشرے اور نظام کو جنم دیا۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ آج جب مغربی معاشرہ اور نظام اپنے انہدام کی آخری سیڑھی پر ہے اور مغرب خود مایوسی کا شکار ہے، ہم دنیا کو اور انسان کے کردار کو اٹھارویں اور انیسویں صدی کے ان مغربی نظریات کے ذریعے سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں جن کے بارے میں خود مغرب شش و پنج کا شکار ہے۔ ایک امریکی مصنف جے ڈبلیو گریج نے اپنی کتاب (Tempr Modern) میں مغرب کی مایوسی کا اظہار یوں کیا تھا کہ ”ہم اپنے مقصد حیات سے محروم ہو چکے اور اب اس فطری کائنات میں ہمارے لیے کوئی جگہ نہیں رہی لیکن کم از کم اب بطور انسان ہی مرنا چاہیے، بطور حیوان نہیں۔“

جہاں سورج ڈوبے وہاں کیا دکھائی دے:

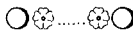
مسلمان معاشروں میں بے چینی اور ناکامی کا ایک بنیادی سبب یہ ہے کہ ایک طرف تو وہ مغربی استعمار کے چنگل میں پھنس کر اپنی ذہنی اور فکری توانائیاں زائل کر بیٹھے اور دوسری طرف انہوں نے اپنے امراض کے علاج کے لیے اپنے مصادر و مراجع سے رجوع کرنے کے بجائے مغرب سے متاثر ہو کر اسی کی خوشہ چینی شروع کر دی۔ لیکن وہ اپنی صدیوں کی

ذہنی و فکری تربیت کے باعث مغرب کی طرح مذہب سے مکمل طور پر اپنا پیچھا نہ چھڑا سکے اور نتیجتاً دین و دنیا کے بیچ ذہنی الجھاؤں کا شکار ہو کر رہ گئے۔ بھلا جو شخص ہمیشہ دورا ہے پر کھڑا ہے وہ اپنی منزل کیسے پائے گا؟ ایک غیر مسلم مصنف (فلپ آگسٹن) مسلمانوں کے بارے میں پیش گوئی کرتے ہوئے کہتا ہے: ”ہماری عداوت صرف آج کے اسلام کے خلاف نہیں بلکہ ہمیشہ کے لیے ہماری عداوت اسلام کے خلاف ہے۔ اس قوم کو غلیظ عقیدوں اور بے بنیاد عقیدوں سے مارو۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ قوم ایک نہ ایک دن صلیب کی غلام بن جائے گی اور اس کا تمدن اور اس کا مذہب صلیب کے رنگ میں رنگا ہوگا۔ اس وقت ہم میں سے کوئی بھی نہیں ہوگا لیکن ہماری روحیں دیکھیں گی کہ میں نے جو پیش گوئی کی ہے وہ حرف بہ حرف سچ ثابت ہوئی ہے۔“

آج ہم کہاں کھڑے ہیں یہ ہمارے لیے سوچنے کا مقام ہے۔ اپنی رمیں، اپنی ثقافت ہم سب کچھ کھو بیٹھے ہیں۔ جس ملک کے حکمران مغرب کے فرسودہ نظام کے غلام ہوں اس ملک میں معاملات اسی طرح کے ہوتے ہیں۔

آئیے! عہد کریں کہ ہم اپنی محبت کو پاکیزہ رشتوں تک ہی محدود رکھیں گے۔ کیوں کہ پاکیزگی ہی ہمارا ایمان ہماری شان اور ہماری آن ہے اور مغرب کے دل دادہ سن لیں ایک نوجوان مسلمان کی پکار کو.....

مغرب میں جا کر ڈھونڈ رہے ہیں سحر
جہاں سورج ڈوبے وہاں کیا دکھائی دے گا



یادداشت

”صبح روشن“ کی دیگر کتب

نمبر شمار	نام کتاب	مؤلف	قیمت
1-	ایمان بچائیے	ڈاکٹر عبدالرحمن العریفی	80/-
2-	انبیائے کرام کا بچپن	عبدالوارث ساجد	120/-
3-	ہلاکت خیز غلطیاں	الشیخ جمیل احمد زینو حفظہ اللہ	90/-
4-	قتلی کی تعاقب میں (ناول)	سدرہ سحر عمران	300/-
5-	سنّتیں جو چھوڑ دی گئیں	عبدالملک القاسم	80/-
6-	آزادی کی قیمت	عبدالوارث ساجد	100/-
7-	کشمیر کہانیاں	عبدالوارث ساجد	100/-
8-	بحر بے کنار (افسانے)	سدرہ سحر عمران	140/-
9-	سمندر میں لاش	عبدالوارث ساجد	32/-
10-	انوکھا قاتح (بچوں کے لئے اسلامی اور تاریخی کہانیاں)	عبدالوارث ساجد	32/-
11-	غدار کا انجام	عبدالوارث ساجد	32/-
12-	کسریٰ کے نگن	عبدالوارث ساجد	32/-
13-	مردے کی گواہی	عبدالوارث ساجد	32/-
14-	ویلنٹائن ڈے	عبدالوارث ساجد	170/-
15-	اپریل فول	(زیر طبع)	
16-	جاسوسی کہانیاں	(زیر طبع)	
17-	اسلام میں قصور مزاح اور مسکراہٹیں	عبدالوارث ساجد	150/-

نمبر شمار	نام کتاب	مؤلف	قیمت
18-	روشن ستارے	عبدالوارث ساجد	150/-
19-	ذکر و دعا (روزمرہ کی دعاؤں کا مجموعہ)	محمد یوسف جھکڑ	16/-
20-	نماز کی دعائیں	محمد حسن ظاہر	10/-
21-	روزے کے مسائل	الشیخ صالح المنجد	40/-
22-	قرآن سے انٹرویو	محمد عظیم حاصل پوری	25/-
23-	کرمس (عیسائیت سے مسلمانوں تک)	عبدالوارث ساجد	80/-
24-	امثال القرآن	قاری محمد دلاور سلفی	250/-
25-	توحید کا قلعہ	(زیر طبع)	

